

قیمت: ۱۰ روپے

فہمِ ہزار کی سوانحی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گزارش

گزارش

فہمِ ہزار کی سوانحی

۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست مضامین کتاب فاطمہ زہرا کی سوانحی

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	فہرست مضامین	۶۱۲
۲	ہمارا ارادہ	۸۵۷
۳	سبب تالیف کتاب	۱۳۱۹
۴	فہرست کتب المنست و اجماعت جنگی مدد سے یہ کتاب تیار کی گئی	۲۲۱۵
۵	چند اشعار در مدح جناب فاطمہ زہرا	۲۳
۶	پہلا باب جناب فاطمہ زہرا کی والدہ ماجدہ کے کچھ مختصر حالات و فضائل	۲۱۶۳
۷	دوسرا باب مختصر فضائل جناب فاطمہ زہرا	۲۴۳
۸	تیسرا باب جناب فاطمہ زہرا کی ولادت باسعادت کا حال	۶۱۷۷
۹	چوتھا باب جناب فاطمہ زہرا کی پرورش و ادان کی تعداد و اصلاحات	۶۱۶۳
۱۰	پانچواں باب جناب فاطمہ زہرا کا بیچنا اور حضرت رسول کیساتھ ان کی محبت	۶۱۶۷

ہم اس کتاب کے ہر صفحے دانے سے بعد ادا ہو گا گزارش کرتے ہیں کہ اگر ان کو یہ ہماری کتاب پسند آئے اور وہ چاہتے ہوں کہ ہم آئندہ بھی ایسی قسم کی دین کی خدمتیں کرتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ وہ ہمارے نام سے ایک خط بھیج کر اس کتاب کے متعلق ان کی پوری رائے و ہمیں مزید مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ کیلئے ہماری بہت افزائی بھی ہو اور اگر اس کتاب میں کچھ غامبی بھی رہ گئی ہو تو ہم ان کے شکوک سے آئندہ احتیاط میں اس کو دفع بھی کر سکیں اور ساتھ ساتھ ہمارے پاس ایسے نہایت علم دوست حضرات کی دعوت کے کئی پتہ کے ایک فہرست میں جو جانے جو جانے جوفی زمانہ ہمارے لئے باعث فخر اور دین و ذمہ کی رونق ہیں۔

ہماری خواہش ہے کہ ایسے حضرات سے ہم وقتاً فوقتاً بذریعہ خط و کتابت گفتگو کرتے رہیں اور اپنے آئندہ ارادے سے انہیں بذریعہ ایک اطلاع دیتے رہیں اور ان کے عزیز مشوروں سے بھی فائدہ اٹھاتے رہیں۔

نوٹ:- ہماری کتابوں کی جو حضرات کہیں لینا چاہیں وہ بھی ہم سے خط و کتابت کریں جو ان کی ہر ملک سے ہو سکتی ہیں۔ اور انشاء اللہ ان کا یہ کام ہم ضرور ہم نواب کا بھی مصداق ہوگا۔

مختار اخبار و مکتبہ مظفر علی خان

آذربائی جرنل سکریٹری نمبر ۴۴، دریا آباد، الہ آباد

اور اس سلسلہ کی دوسری کتاب کا نام کتاب الاخلاق والتمہید ہے جو تین جلدوں میں طبع ہوئی ہے جو ایک مرتبہ تھیں کہ انہوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہیں اور لوگوں کے اسرار کی وجہ سے کمر طبع کرائی گئی ہے۔ مومنین نے ان کتابوں کو بھی اتنا پسند کیا ہے کہ دوبارہ طبع کر کے جانے کے باوجود اب اس وقت بہت کم مدین ہمارے پاس باقی رہ گئی ہیں۔ پس جن حضرات نے اب تک ان کو نہ پڑھا ہو ان کو چاہئے کہ ان کے خریدنے میں جلدی فرمائیں ورنہ ختم ہو جانے کے بعد ان کو انکے نہ پڑھنے کا افسوس رہ جائے گا۔

اس کی پہلی جلد کا نام حقیقت اسلام اور اسکے صحیح عقائد ہے۔ اور دوسری جلد کا نام حقیقت ایمان اور اس کی صحیح تعلیمات ہے اور تیسری جلد کا نام اسلامی اخلاق و ادب کی باتیں ہے۔

میرا ذاتی خیال تو ان کتابوں کی نسبت یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب ان تینوں جلدوں کو پڑھ لیں گے تو انہیں اس سلسلہ کی کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ صاحبان علم نے ان کی تعریف جن الفاظ میں کی ہے وہ میرے لئے باعث صد افتخار ہے جو آپ لوگوں کو کتابیں پڑھنے کے بعد ہی واضح ہو گا۔ میرے خیال میں یہ کتابیں بھی ایسی ہیں کہ ہر مومن و مومنہ کے گھر کی زینت ہیں اور انہیں اپنی اپنی کمپوں کو قرآن مجید اور تحفۃ العوام کے ساتھ ساتھ انہیں بھی ہینر میں دیں۔ ان میں سے ہر جلد کی علیحدہ علیحدہ قیمت 8/50 ہے

منظر طلحی آنریری جنرل سکریٹری انجمن ایما ۴۴ دیہ آباد الہ آباد ملنے کا پتہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سبب تالیف کتاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ
آج کل کے جلدوں میں کون ایسا نثرین ہو گا جس کے دل میں اپنے بعد کیلئے اس دنیا میں کچھ نہ کچھ بے نورا باقیات الصالحات کے چھوڑ جانے کی تڑپ نہ ہو۔ پس میں نے بھی یہ کتاب اسی نظریہ کے تحت لکھی ہے اور اس کے ثواب کو اپنے والدین مرحوم کیلئے اس لئے نذر کرتا ہوں کہ وہ ظاہری اسباب کے تحت اس دنیا میں میری خلقت کے سبب ہوئے اور حقیقی وجہ سے مجھے ہوتو ملا کہ ثواب آخرت کے حاصل کرنے کیلئے اس دنیا کے امتحان میں شریک ہو سکا کہ جس کی جزا آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے باقی رہنے والی اور کبھی ختم ہونے والی ہے۔ پس ناظرین کتاب مذہب سے استدعا ہے کہ ایک ایک سوردہ فاتحہ میرے والدین کے نام بخش کر مجھے پراحسان فرمائیں۔

اس کے علاوہ اس کتاب کے تالیف کی ایک وجہ خاص بھی

ہوئی کہ ایک مرتبہ میرے بعض اہباب نے مجھ سے بریل میں مذکور کہا کہ یوں تو جناب فاطمہ زہرا کی سوانحی اردو زبان میں بہت سی طبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں لیکن انہیں میں طور سے ہونا چاہئے تھا وہ ایسی نہیں لکھی گئیں۔ بعض کتابیں تو بہت مختصر ہیں اور بعض بہت ضخیم۔ بعض میں اختلافی واقعات ہی لکھنے سے گریز کیا گیا۔ اور بعض میں لکھا بھی گیا تو بہت دبا کر اور اشارے اشارے میں اور بعض میں وہ روش اختیار کی گئی جسے مناظرہ کہہ سکتے ہیں۔ حالانکہ روش وہی اختیار کرنا چاہئے تھی جو کہ تاریخ احمدی لکھنے میں عالیجناب احمد حسین خاں صاحب رنواب صاحب پریاواں مرحوم و مغفور نے اختیار فرمائی ہے کہ واقعات تو سب لکھے اور حوالے اہلسنت و اجماعت کی کتابوں سے دیئے کہ جس کی خوشی ہو اصل کتاب دیکھ کر اس کی تصدیق کر لے اور جو اعتراض اگر کسی کو کرنا ہو تو وہ ان کتابوں پر کرے جن سے یہ مضمون اور واقعات اخذ کیے گئے ہیں۔ پس یہی بات میرے ذہن میں راسخ ہوئی اور میرے اس کتاب کے لکھنے کا سبب اور محرک بنی۔

جناب مولانا نے انہی علم و نفاذ کے مطابق اسی طرز کی کتاب

لکھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس بات کا مجھے اعتراض ہے کہ جیسے وہی کتاب میں نہیں لکھا یا اس لئے کہ تاریخ احمدی میں تمام تراجم ہی کتابوں کا حوالہ ہے اور اس کے حاشیہ پر اصل الفاظ کتاب بھی تحریر ہیں اور اس کتاب میں نہ تو میں جیسے الفاظ کتاب حاشیہ پر لکھ پایا ہوں اور نہ تمام مضمون اہلسنت کی کتابوں سے۔ اس کتاب میں کہیں کہیں شیعوں کی کتابوں سے بھی مضمون ہلے لئے گئے ہیں۔ البتہ جہاں تک اختلافی اور تحقیقاتی واقعات کا تعلق ہے وہ سب میں نے تامل و معبر کتب اہلسنت کے حوالے سے لکھے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کے نام بھی لکھ دیئے ہیں جن سے وہ مضمون لکھے گئے ہیں تاکہ سند ہو جائے۔

اور بارہو اس امر حقیقت کے جو میں نے تحریر کیا میں یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا کہ کتب اہلسنت کے حوالے سے ایسی جامع حق نامہ لکھ کر اور واقعہ سوانحی جناب فاطمہ زہرا کی اردو زبان میں آپ کی نظروں سے گزری ہوگی لیکن مجھے یہ یقین ضرور ہے کہ انشاء اللہ آپ اس کو یکدہ پسند ضرور فرمائیں گے۔ اور عجب نہیں کہ یہ کتاب اردو زبان میں اپنے طرز کی اپنی ہی مثال ثابت ہو اور اسی لئے میں نے اس کتاب کی نسبت

اعلان کر دیا ہے کہ جن صاحب کو پڑھنے کے بعد بھی یہ کتاب پسند نہ آئے تو وہ اندر پندرہ یوم اسے واپس کر کے اپنا دام واپس لے سکتے ہیں بشرطیکہ دوران مطالعہ کتاب خراب نہ کی گئی ہو۔

اس سلسلہ میں اگر میں اپنے ایک عزیز دوست مومن کامل برادر کرم جناح سید وجاہت حسین صاحب قبلہ فخر پوری حال مقیم دریا آباد کانگرہ یہ زاد کروں تو واقعی یہ ایک بہت بڑی کوتاہی ہوگی جنہوں نے دوران تالیف کتاب اس کتاب میں شامل کرنے کیلئے مجھے "استحقاق خلافت کی نسبت حضرت علیؑ کے لاجواب دلائل" عنایت کئے جو مکالمہ کی صورت میں ہیں جو اس کتاب کے باب ۲۸ پر درج ہیں۔ واقعی یہ مکالمہ دیکھنے کے لائق ہے جو ہے توشید کی کتاب احتجاج طبری سے لیکن بہت ہی مفید ہے۔ حسدا موصوف کو اس کا اجر عنایت کرے۔ (آمین)

اسکے بعد مجھے آپ حضرات سے ایک اور مومن کامل محب الہیت سے تعارف کرانا ہے جو گو اوست مادی صورت میں اس دنیا میں تو نہیں ہیں لیکن میری نظروں کے سامنے ضرور موجود ہیں جو یکایک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے ہم لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے داغ مفارقت دے

گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون) جن کی زندگی ہی میں اس کتاب کی تیاری شروع ہو گئی تھی اور موصوف میرے اس ارادہ سے بیدار خوش مسرور تھے اور اس سلسلہ میں میری برابر بہت انفرادی بھی فرمایا کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ یہ کتاب جلد از جلد مکمل ہو کر طبع ہو جائے لیکن افسوس کہ یہ کتاب ان کی زندگی میں نہ مکمل ہو سکی اور نہ چھپ سکی کاش کہ وہ اس وقت زندہ ہوتے اور اس کتاب کو دیکھتے اور پڑھتے تو ان کو کس قدر خوشی ہوتی۔

وہ بزرگ رشتہ میں میرے عزیز خاص اور چچا ہوتے تھے۔

ان کو مجھ سے ایک خاص خلوص تھا اور میرے دل میں ان کی ایک خاص وقعت ہے اس لئے اگر میں یہ کہوں کہ وہ مجھے کسی وقت بھی نہیں بھولتے تو غلط نہ ہوگا اور اس وقت تو گویا وہ میری نظروں سامنے ہیں اور مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ وہ اس کتاب کے طبع ہونے سے بیدار خوش مسرور ہیں اور مجھے بارگاہ دوسے رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ سبھی حضرات ان سے بخوبی واقف ہوں گے اس لئے کہ وہ نہ صرف مذہبی دنیا میں مشہور تھے بلکہ دینی قوم اور بزرگ

فہرست کتب اہلسنت و اجماعت کہ جن کی مدد سے یہ کتاب فاطمہ زہرا کی سوچمیری تیار کی گئی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف
۱	صحیح بخاری	امام حافظ محمد ابن اسمعیل بخاری
۲	صحیح مسلم	امام مسلم بن الحجاج قشیری
۳	صحیح ترمذی	امام محمد ابن عیسیٰ ترمذی
۴	صحیح نسائی	امام ابی عبد الرحمن احمد بن شعبہ نسائی
۵	خصائص نسائی	" " " " " " " " " " " "
۶	تفسیر درمنثور	علامہ جلال الدین سیوطی
۷	تفسیر الکبیر	" " " " " " " " " " " "
۸	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی
۹	تفسیر تیشاپوری	امام نظام الدین حسن بن محمد تیشاپوری

میں بھی تھے۔ ان جناب کا نام نامی اور اسم گرامی "خانصاحب" محمود علیخان عرف کا علیخانصاحب ہے جو ماہے ہی محلہ دریا آباد شہر آباد کے رہنے والے تھے جس ناظرین کتاب ہذا سے سنتی ہوں کہ وہ ایک سدرہ فاطمہ پڑھ کر اپنی روح کو کبھی بخش کر نقد بھی نواب حاصل کریں اور مجھ پر بھی احسان فرمائیں۔

اسکے بعد میں ان تمام حضرات کا بھی بہ دل سے تشکر ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تیاری اور چھپنے پر میری مدد فرمائی ہے خصوصاً عزیز شیخ نظر بھائی بن سہیل سہیل صاحب جنہوں نے ہارون خواجہ جات چھانسنے میں میری کافی مدد کی اور علیجناب صاحب حسین صاحب تیشاپوری صاحب نے زیادہ کام جنہوں نے شروع سے آخر تک اس کتاب کے پڑھنے کی زحمت گوارا فرمائی اور کتابت اور چاپ دے کے اعظما کی صحبت فرمائی اور جناب تیرہ رضا حسین صاحب شوشلیں صاحب جنہوں نے اس کتابت اور طباعت کے سلسلہ میں میری مدد فرمائی اور ان کے علاوہ وہ بھی جن حضرات نے اس سلسلہ میں میری مدد فرمائی ہے جنکا نام میں طوالت کے خوف سے درج نہیں کر سکا ہوں انجانہ دل سے تشکر ہوں اور ان سب کے لئے بھی میری دعا ہے کہ خدا ان سب کو اپنی دینا دلوں میں جگہ خوش مسرور رکھے اور خدا انکو اس نعمت کا بدر اعطا کرے (آمین) علامہ احقر العباد انظر علی حال آنزیری جنرل مسکر طبری انجن ایمانیہ دریا آباد۔ آباد۔ سورخہ زہرا کی سوچمیری پر درج ہوئے مطابقت اور شہان الکرم شہرہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف
۱۰	تفسیر ثعلبی	ابو اسحاق ثعلبی
۱۱	تفسیر ابن مردویه	حافظ ابن مردویه
۱۲	تفسیر بیضاوی	امام بیضاوی
۱۳	تفسیر عبدالحق	شاه عبدالحق صاحب دہلوی
۱۴	جواهر التفسیر	ملا حسین واعظ کاشفی
۱۵	تفسیر ابن مسعود	امام ابن مسعود
۱۶	تفسیر کشاف	علامہ زنجبیری
۱۷	تفسیر طبری	امام طبری
۱۸	تاریخ ابوالفدا	ابوالفدا اسمعیل
۱۹	تاریخ المختصر فی اخبار البشر
۲۰	تاریخ ابن الورودی	علامہ ابن الورودی
۲۱	تاریخ ابن خلدون	قاضی عبدالرحمن بن محمد افطری الممالکی
۲۲	تاریخ کامل ابن اثیر	ابوالحسن علی ابن محمد ابن اثیر جزیری
۲۳	تاریخ مظفری	جناب مظفر حسین صاحب

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف
۲۴	تاریخ طبری	امام ابو جعفر محمد ابن جریر
۲۵	تاریخ الامم والملوک
۲۶	تاریخ اعظم کوفی	امام اعظم کوفی
۲۷	تاریخ خنفس	علامہ حسین دیار بکری
۲۸	تاریخ سبط ابن جوزی	علامہ سبط ابن جوزی
۲۹	تاریخ خلفا	علامہ جلال الدین سیوطی
۳۰	تاریخ مدینہ مہمودی	امام مہمودی
۳۱	تاریخ بلاذری	علامہ بلاذری
۳۲	تاریخ طبقات ابن سعد	محمد ابن سعد کاتب الواقدی
۳۳	تاریخ ابن ہشام	علامہ ابن ہشام
۳۴	سیرۃ اچلبلیہ مسمیہ بانسان النبوی فی سیرۃ الامین والمؤمن	نور الدین علی ابن برہان حلبی
۳۵	حبیب الیسر	علامہ نیشات الدین ہرودی
۳۶	سیرۃ ابن اسحاق	علامہ محمد ابن اسحاق

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف
۳۷	سیرۃ النبی	علامہ شبلی نعمانی
۳۸	الفاروقی
۳۹	نیایح المودۃ	شیخ سلیمان الخنقی
۴۰	مودۃ القرنی	عبدی ابن شہاب ہمدانی
۴۱	روضۃ الصفا	محمد ابن فاضل شاہ
۴۲	روضۃ الاحباب	جمال الدین محدث
۴۳	دیسلۃ النجات	مولوی محمد حسین الخنقی فرنگی محل لکھنؤ
۴۴	اصابہ فی تیز الصحابہ	شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی
۴۵	افادۃ الافہام	مولوی نور الدین صاحب خفی حیدرآبادی
۴۶	طیسرائی	امام طبرانی
۴۷	شواہد النبوة	ملا نور الدین عبدالرحمن بن احمد کجائی
۴۸	معالج النبوة	ملا حسین کاشفی
۴۹	کتاب مناقب	ابوبکر خوارزمی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف
۵۱	ذخائر الثقلی	محب الدین طبری
۵۲	سنن امام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل
۵۳	مشدک امام حاکم	امام حاکم نیشاپوری
۵۴	مدارج النبوة	شاه عبدالحق صاحب دہلوی
۵۵	معالم التنزیل	محمد السنۃ محمد حسین بن مسعودی
۵۶	کنز العمال	دشانی
۵۷	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ملا شیخ علی شقی
۵۸	فتح الباری	علامہ عبدالرحمن ابن اثیر جزیری
۵۹	کتاب الشفا	علامہ ابن حجر مکی
۶۰	نور العین فی شہدائین	علامہ قاضی عیاض صاحب
۶۱	صواعق عسکرۃ	ابو اسحاق اسفرائینی
۶۲	صحیح دارقطنی	علامہ ابن حجر مکی
		امام دارقطنی

نمبر کتاب	نام کتاب	نام مصنف یا مولف
۶۳	جذب القلوب الی دیار المحبوب	شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی
۶۵	مغرب القلوب شہر جذب القلوب	شاہ عبدالحق صاحب دہلوی
۶۶	اسباب النزول	امام ابوالحسن داحدی
۶۷	مناقب ابن مردویہ	حافظ ابوبکر بن موی ابن مردویہ
۶۸	توضیح الدلائل علی ترویج الفضائل	سید شہاب الدین احمد
۶۹	شرح مواقف	سید شرف علی ابن محمد
۷۰	الاردخل	علامہ عبدالکریم شہرستانی
۷۱	کتاب اخبار المدینہ	امام اکرمین سید ابوالحسن بن علی ابن الحسن
۷۲	کتاب سوالات	امام ابن عقده
۷۳	کتاب تہقیقہ	امام ابوبکر ابن العسکری جوہری
۷۴	کتاب الامت و الامتداد	علامہ ابن تیمیہ دینوری
۷۵	معجم البلدان	یاوت عموی
۷۶	سیف المسلول	قاضی تنہا اللہ صاحب پانی پتی
۷۷	مروج الذهب	علامہ مسعودی

نمبر کتاب	نام کتاب	نام مصنف یا مولف
۷۸	تذکرہ خواص الامہ فی معرفۃ الامہ	علامہ سبط ابن جوزی
۷۹	سنن ابی داؤد	علامہ ابوداؤد
۸۰	سنن ابن ماجہ	علامہ ابن ماجہ
۸۱	رسالہ عقائد	علامہ یعقوب لاہوری
۸۲	شرح ابن کبیر	علامہ ابن کبیر
۸۳	ربیع الابرار	علامہ ربیع بن خثعم
۸۴	حدیث تحقیق	مولوی وحید الدین صاحب
۸۵	استیعاب	علامہ ابن عبد البر
۸۶	بتر العالین	امام غزالی
۸۷	تذکرہ خواص الامہ	علامہ سبط ابن جوزی
۸۸	قسطانی	امام قسطانی
۸۹	رح الکرامہ فی آثار قیامہ	نواب صدیقی حسن خاں صاحب
۹۰	کتاب المرتضیٰ	حافظ عبد الرحمن امرتسری
۹۱	عقد الفریہ	امام شہاب الدین احمد انصاری

پہلا باب

باب فاطمہ زہرا کی والدہ ماجدہ جناب خدیجہ کبریٰ کے کچھ مختصر حالات اور فضائل

۱۔ کتاب ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ۵ صفحہ ۵ مولف مولوی محمد تقی صاحب دینیزہ اسلامی تاریخ دسیر کی کتابوں میں تذکرہ ام المؤمنین جناب خدیجہ بنت خویلد لکھا ہے کہ ام المؤمنین جناب خدیجہ حضرت رسول کی پہلی بیوی تھیں جو حضرت رسول کے عقد میں قبل اعلان نبوت آئی تھیں اور عورتوں میں سے پہلی ہی عظیمہ حضرت رسول پر ایمان لائی تھیں۔ آپ کے والد ماجد مولانا خلیل بن اسد اور آپ کے والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ ان کا سلسلہ نسب آنحضرت سے قطعی بن کلب کے پشت میں متحد ہے۔ آپ کی ولادت تقریباً ۵۵۵ء میں ہوئی اور وفات حضرت رسول کے بعد یعنی اعلان نبوت کے دو سو سال اور ہجرت کے تین سال بعد ہوئی۔

۶۵ سال کی تھی۔ حضرت رسول خود بہ نفس نفیس ان کی قبر میں اترے تھے۔ اور دعائے خیر کے بعد مقبرہ بچون میں ان کو دفن فرمایا۔

۲۔ عالم اہلسنت امام حافظ محمد بن اسمعیل بخاری اپنی صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۵ پر اور امام مسلم ابن الحجاج نیشاپوری اپنی صحیح مسلم جز ۲ صفحہ ۳۳۳ پر حضرت رسول کی ایک حدیث اس طرح نقل فرماتے ہیں کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ جنت کی بہترین عورتوں میں جناب خدیجہ بنت خویلد اور جناب میریم بنت عمران مادر عیسیٰ امیہا۔

۳۔ جناب شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی عالم اہلسنت اپنی کتاب اصحابہ فی تمیز الصحابہ میں ذیل تذکرہ جناب خدیجہ حضرت رسول کی ایک حدیث اس طرح نقل فرماتے ہیں کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ بہترین زنان عالم اپنے اپنے وقت کی خدیجہ بنت خویلد اور میریم بنت عمران ہیں۔

۴۔ غالباً ان ہی تذکرہ احادیث کی بنا پر مشہور عالم اہلسنت جناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوة میں سلسلہ

۱۵ جناب شاہ صاحب موصوف یعنی عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی اسی تذکرہ بالا کتاب جلد دوم صفحہ ۳۸ پر جناب خدیجہ کی نسبت یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جناب خدیجہ اپنے وقت کی ایک صاحب فضل و دانشمند و ہوشیار و صاحب نسب عالی اور ایک متمول اور مالدار عورت بھی تھیں۔

۱۶ علامہ اہلسنت ہی میں سے جناب محمد بن سعد کا تب الوادی جنہوں نے تاریخ طبقات ابن سعد لکھا ہے اور علامہ ابن ہشام جنہوں نے تاریخ ابن ہشام تحریر فرمایا ہے ان دونوں نے اپنی اپنی مرتبہ تاریخ طبقات ابن سعد اور تاریخ ابن ہشام میں بذیل ذکر جناب خدیجہ تحریر فرمایا ہے کہ جناب خدیجہ مکہ کی ایک نہایت صاحب عزت اور ایسی مالدار تاجرہ تھیں کہ جب تاجروں کا قافلہ مکہ سے بغرض تجارت شام وغیرہ کی طرف جاتا تھا تو اس میں صرف خدیجہ کے مال سے لے کر ہوتے ادب اتنے ہوتے تھے جتنے کہ تمام تجارت فریش کے ہوتے تھے اور اس کے علاوہ آپ اپنا مال دو سردوں کو تجارت کیلئے مضاربہ یعنی شرکت پر بھی دیا کرتی تھیں۔

۱۷ مشہور عالم اہلسنت جناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوة جلد دوم صفحہ ۳۵ پر جناب خدیجہ کے نسبت یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ جناب خدیجہ کے صاحب عقل ہونے و ذہن ان کے صاحب مال و دولت و ثروت کی وجہ سے بہت سے اشراف قریشی نے آپ کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش کی اور تمنا کی لیکن جناب خدیجہ ان میں سے کسی کے ساتھ شادی کرنے پر راضی نہیں ہوئیں۔

۱۸ جناب خدیجہ کی شادی کے تذکرہ کے سلسلہ میں جناب مولوی محمد

۱۹ مولانا محمد امجد علی اہلسنت کے درمیان اس بات میں آپس میں اختلاف ہے کہ آیا حضرت رسول کے پیلہ کسی کے ساتھ عقد ہوا تھا یا نہیں بعض اسی بات کے ناکل میں میرا گناہ عبدالحق صاحب دہلوی نے غلط کیا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت رسول کے عقد میں آتے تو آپ کی ماں کی امداد سے شادی کر کے ساتھ ہو جاتی اور جب حضرت رسول کے ساتھ آپ کی شادی ہوئی ہے اس وقت آپ کوئی ذنگلاب رہی تھیں لیکن علامہ ابن ہشام کی بات کے ناکل میں عبدالحق صاحب دہلوی نے فرمایا کہ آپ نے حضرت رسول کے عقد کرنے سے پہلے کسی دوسرے کے ساتھ عقد نہیں کیا تھا اور ماں کی امداد سے شادی کرنے کیلئے بہت سے اشراف قریشی آئے اور خواہشمند تھے اور انہوں نے آپ کی خواہش کی تھی لیکن آپ حاضر نہیں ہوئیں جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو بشارت ہو چکی تھی کہ آپ خیر خزانہ کیلئے مخصوص فرما دی جائیں گی اور آپ نے ان کے شہار میں زندگی گزار دی تھی۔ اور کونجی اور حیات الفلوب وغیرہ

۲۰ صاحب نے اپنی مرتبہ کتاب ام المومنین خدیجہؓ حصہ اول کے صفحہ ۷ پر تحریر کیا ہے کہ قبل شادی جناب خدیجہ نے خواب میں دیکھا کہ نضار آسمانی نوری ہو گئی ہے اور ایک ضیاء باریزہ کریم ڈالنے والا آفتاب ان کے آغوش میں آگیا ہے جس کی روشنی سے کائنات کا ذرہ ذرہ منور ہو گیا جناب خدیجہ نے خواب سے بیدار ہونے کے بعد اپنے چچا زاد بھائی ورتہ سے اس خواب کا ذکر کیا۔ ورتہ اس ذمے کے بڑے عالم اور متقی تھے۔ انہوں نے خواب کی تعبیر یہ دی کہ لے خدیجہ تم کو مبارک ہو کہ تم کو عنقریب زوجیت پیغمبر آخر الزماں کا شرف حاصل ہو گا جو عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں۔

۲۱ علامہ اہلسنت و الجماعت میں سے جناب محمد ابن خادہ شاہ نے اپنی کتاب روضۃ الصفا میں اور جناب جمال الدین صاحب محدث نے اپنی کتاب روضۃ الاحیاء میں اور جناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوة میں یہ ذیل حال جناب خدیجہؓ لکھا ہے کہ جناب خدیجہؓ کو اپنی تجارت کیلئے ایک امین شخص کی ضرورت

۲۲ نہیں ہوئے تھے مگر ان کی امانت اور دیانت کا غلطہ اور شہرہ دور و نزدیک کے تمام پھیلے ہوئے تھا اور اسی سبب سے جناب خدیجہؓ کی نظر انتخاب بھی انہیں پر پڑی۔ اس لئے ایک شخص کو انہوں نے حضرت کے پاس بھیجا کہ اگر آپ میرے مال تجارت کو لیکر شام وغیرہ جانا پسند فرمائیں تو اس میں مجھے رت بھی فائدہ ہو گا اور آپ کو بھی۔

۲۳ جناب خدیجہؓ کا پہلا پیغام سن کر حضرت نے اپنے چچا ابو طالبؓ سے مشورہ لے کر جب منظور فرمایا تو جناب خدیجہؓ نے اپنے ایک تجارتی قافلہ کا حضرت کو قافلہ سالار اور ذمہ دار بنا کر روانہ کیا اور اپنے غلام پیسرہ اور اپنے رشتہ داروں میں خرید کر حضرت کے ہمراہ کر کے ان کو ہدایت کی کہ وہ ہر حال میں حضرت کے مطیع رہیں اور واپسی پر حضرت کے ایک ایک حرکات و سکنات کی جو سفر میں واقع ہوں انہیں کے بلا اس کے متعلق ہر اتذاتی خیال ہے کہ حضرت کا اخلاق و دیانت و غیرہ وہاں کے حالات سن کر جناب خدیجہؓ کو اس بات کا گمان ہوا تھا کہ کہیں یہ ذمہ نہیں ہے جو پیسرہ فرما رہا ہے ہونے لے ہیں کہ جگہ میں اتفاقاً کہی ہوں کہ کہیں کتاب آسمانی میں لکھا ہوا علیہ اور حالات وغیرہ سب انہیں سے متعلق ہونے لگے اور اسی لئے غالباً جناب خدیجہؓ نے انکو فرمایا کہ میں نے اس

یت یہاں کر کے مجھے اطلاع دیں۔

رآن کے الغرض جب خدیجہ کا مال لے کر حضرت بصرہ پہنچے اور راہ میں تفریق ہوئی راہب کے صومعہ کے قریب رُکے اور ایک بے برگ و بار غزاں جناب خدیجہ کو درخت کے نیچے قیام فرمایا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت کی برکت سے وہ درخت فوراً سبز و شا داب ہو گیا تو لوگ متعجب ہوئے اور یہ واقعہ یہودیوں نے منظر فرمایا راہب نے دیکھا جو دین عیسوی رکھتا تھا اور تقدیم کتب

کا بہت بڑا عالم تھا وہ اپنی ایک پرانی کتاب لے کر آیا جس میں آیتوں اور آوازوں کا حلیہ اور ان کے ظہور کی کچھ علامتیں درج تھیں تو اس نے اس کتاب کو پڑھ کر حضرت سے کچھ گفتگو بھی کی اور بالآخر وہ کتاب کو چھٹا جاتا تھا اور حضرت کے حلیہ سے لاجا آتا تھا اور کتنا بے غم و غم تھا کہ جناب عیسیٰ پر انجیل نازل کرنے والے خدا کی قسم یہ وہی ہیں جس کی تمہاری بشارت جناب عیسیٰ دے گئے ہیں اور بلاشبہ یہی پندرہ

بے غم و غم ہوا ان کے ظہور کا وقت پاتا تو ان کے ہمراہ ان کے دشمنوں سے جہاں دکتا۔

یہ واقعہ اور منظر راہب کی تمام گفتگو سب قاطعہ دالوں نے سنا اور جناب خدیجہ کے غلام بصرہ اور ان کے رشتہ دار خزیمہ نے بھی نوٹ کیا اور راستہ میں اسی قسم کے جو بھی عجائب اور غرائب حضرت سے ظاہر ہوئے ان سب کو بھی دونوں نے نوٹ کیا اور حضرت کی ہدایت پر چلنے کے سبب سے تجارت کے مال میں بھی حضرت کو دینے دیکر ہم اسی قاطعہ دالوں کو بھی اب کی سال ہر سال سے بہت زیادہ فائدہ بھی ہوا۔

تجارت سے فارغ ہونے کے بعد جس روز حضرت سفر سے واپس آ رہے تھے اور جب حضرت مکہ کے قریب پہنچے تو وہ وقت دوپہر کا تھا۔ جناب خدیجہ کو جب معلوم ہوا کہ ہمارا فائدہ واپس آ رہا ہے تو وہ حضرت کی شان واپسی دیکھنے کیلئے اپنے مکان کی چھت پر گئیں تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت اس حالت میں تشریف لارہے ہیں کہ حضرت کے چہرے سے ایک نور ساطع ہے اور حضرت کے سر پر وہ نور طار اس طرح سے اپنے پروں سے سایہ کئے ہوئے ہمراہ آ رہے ہیں کہ حضرت پر دھوپ نہیں پڑنے پاتی۔ حضرت کی سواری کی یہ شان اور

کے حسن و جمال کو دیکھ کر جو نور کے سبب سے المصفا عفت ہو گیا تھا انیس برس پہلے پر ایک خاص اثر پڑا۔ اور واپس آنے کے بعد جب ان کے ہاں آکر ان کے ہمسر اور ان کے رشتہ دار خزیمہ نے واقعات سفر اور سفر میں سب سے جو عجائب و غرائب دیکھے تھے بیان کیا تو جناب خدیجہ کو ان امور سے یقین ہو گیا کہ بیشک یہی پیغمبر آخر الزماں ہیں جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے پہلے سے درج ہے اور جن کا مجھے انتظار تھا۔

الغرض جب خدیجہ کو اتنا در معلیات دیکھ کر یقین ہو گیا کہ بیشک پیغمبر آخر الزماں ہیں تو ان کو حضرت کے ساتھ اپنی شادی کی فکر کی اس سلسلہ کی تکمیل کیلئے انہوں نے ایک عورت کو اپنا راز دار

یہ حضرت کے پاس بھیجا کہ وہ ان کا استخراج لے کر آیا حضرت بھی اس کے ساتھ شادی کرنے کیلئے تیار ہیں یا نہیں؛ اور جب حضرت کو دیکھا تو وہ اندازاً تو وہ کھلوا کر آپ اپنے چچا ابو طالب کے ذریعہ سے

یہ خواستگاری کیجئے۔ چنانچہ پیغام شادی بھیجا گیا جو نہایت خوشی و فرح کے ساتھ منظور ہوا۔ تاریخ مقرر ہوئی۔ تمام قریش کا اجتماع ہوا۔ جناب خدیجہ نے عقد پڑھا اور انے ال میں سے ہر شہتر ماہہ اخذ کر کے

مہر ادا کیا۔ اور اپنی طرت سے تمام قریش کی اس سلسلہ میں دعوت لہجہ بھی کیا۔

عام کتب اسلامی کے دیکھنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول کی عمر اس شادی کے وقت ۲۵ سال کی تھی اور جناب خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی اور یہی زیادہ تر مشہور بھی ہے لیکن علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی مرتبہ کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۸۲ پر تحریر فرمایا ہے کہ جناب خدیجہ کی عمر اس شادی کے وقت چھتیس سال کی تھی۔ واللہ اعلم بالغیب۔

یہ بات تمام کتب اسلامی سے بلا اختلاف ثابت ہے کہ اس شادی سے جناب خدیجہ بھی انتہا سے زیادہ خوش ہوئیں اور حضرت رسول بھی اور شادی کے بعد دونوں حضرت کی زندگی آخر تک ایسی خوشگوار گزری کہ ایک کو کیلئے بھی آپس میں شکر رنجی نہیں ہوئی۔ دونوں ایک

دوسرے کا حد سے زیادہ خیال کرتے تھے اور باوجود اس کے کہ اعلان رسالت کے بعد تمام مکہ حضرت کا مخالف ہو گیا تھا اور زندگی دشوار تر کا مہر

دوسرے کو دیکھ کر جیتے تھے۔

جناب خدیجہؓ کو جتنی محنت آنحضرتؐ سے تھی آپ اس کا اسی بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب ان معظّم نے محسوس کیا کہ حضرت رسولؐ کو اسلام کے پھیلانے کے سلسلہ میں ردیہ بیہ کی اندھ فرودت ہے تو آپ نے اپنا تمام مال و اثاثہ بولا کھوں ردیہ سے کہیں نہ اُتر کا بھادہ سب کا سب نہایت خوشی سے حضرت رسولؐ کو ہرہ کر کے اجازت دیدی کہ وہ اس کو جس طرح چاہیں صرف فرمائیں اور جب اس کے بعد حضرت رسولؐ نے وہ تمام مال و اثاثہ اسلام کی اشاعت اور نادر مسلمانوں کی مدد کے سلسلے میں جس طرح چاہا صرف کر دیا تو جناب خدیجہؓ کو اس کثیر رقم کے خرچ ہو جانے کا ذرہ برابر بھی ملال نہ ہوا بلکہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ ان کا مال خدا اور اس کے رسولؐ کی خوشی کے مطابق خرچ ہوا۔

یہ تو تھا جناب خدیجہؓ کی محبت کا حال حضرت رسولؐ کیساتھ اب اگر آپ حضرت رسولؐ کی محبت کو ان کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں تو اَدل تو آپ اسی بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ نے

جناب خدیجہؓ کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کی اور دوسرے ہلا۔ اس بات سے بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جناب خدیجہؓ کے مرنے کے بعد بھی جبکہ ان کی زوجیت میں جناب عائشہؓ ایسی حسین و جمیل تھیں آپکی تمہیں اور ان کے علاوہ جبکہ اور بھی بہت سی عورتوں کو آپ کو اور زوجیت کا شرف حاصل ہو چکا تھا لیکن حضرت رسولؐ کو اس وقت بجز ان جناب خدیجہؓ کا اتنا خیال رہتا تھا کہ وہ جناب خدیجہؓ کو اپنے مرے پر دم تک بھی نہ بھلا سکے اور حضرتؐ کا اُس زمانے میں بھی یہ حال تھا کہ جب دیکھو اُن ہی کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور باوجود ام المومنین جناب عائشہؓ کے متعدد بار اعتراض کرنے اور غصہ ہونے کے مراد بھی وہ جناب خدیجہؓ کی تعریف کرنے سے باز نہ آتے تھے۔ اب آپ ان تمام باتوں کو معتبر کتب السنن و الجماعت سے ملاحظہ فرمائیے۔

جناب خدیجہؓ کا ایثار حضرت رسولؐ کیساتھ

ایثار اور محبت جناب خدیجہؓ کا حال تمام علماء اہل بیت میں

نے بلا اختلاف اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ میں یہاں پر ان میں سے صرف دو علماء کے اصل مضمون کو لکھ دینے پر اکتفا کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک امام السنن جناب نظام الدین جن ابن محمد نیشاپوری ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر نیشاپوری مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھا ہے اور دوسرے امام فخر الدین رازی ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر کبیر مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۲۶ پر جناب خدیجہؓ کی محبت رسولؐ اور ایثار کو اس طرح لکھا ہے کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ پیغمبر خدا جناب خدیجہؓ کے پاس محزون و مغموم تشریف لائے یہ دیکھ کر جناب خدیجہؓ نے عرض کیا کہ یا حضرتؐ آپ کیوں رنجیدہ ہیں تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اے خدیجہؓ آج کل قحط پڑا ہے مسلمانوں اور مخلوق خدا کی پریشانی مجھ سے لکھی نہیں جاتی۔ یہ سنا تھا کہ جناب خدیجہؓ نے تمام قریش کو جمع کیا جس میں ابو بکرؓ بھی تھے چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ جناب خدیجہؓ نے اشرفیاں نکلو اگر اتنا ڈھیر لگو ادا کیا کہ جو لوگ میرے سامنے بیٹھے تھے وہ ان اشرفیوں کی بلندی کے سبب سے میری نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے۔

پھر خدیجہؓ نے ہم تمام قریش کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم سب گواہ رہو کہ یہ مال اور اس کے علاوہ جتنا بھی میرا مال جہاں کہیں بھی ہے خدیجہؓ وہ سب آج سے میرا نہیں ہے بلکہ محمدؐ کا ہے جنہیں میں نے اپنے چکا رضا مندی و خوشی سے ہرہ کر دیا۔ اب وہ اُس کے مالک و مختار ہیں جس طرح چاہیں صرف کریں مجھ سے کوئی مطلب نہیں ہے کہ خدیجہؓ چنانچہ اسی واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں بسلسلہ تفسیر آیت قرآنی وَوَجَدَ الْيَاسِينَ عَائِلًا مِّنْ غَنًى اترجمہ۔ اے رسولؐ ہم نے تم کو مفلس اور محتار یہ بھی پایا تو غنی بنا دیا اور علامہ ابی السعود نے اپنی تفسیر ابی السعود کے مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۸۲ پر اس تذکرہ آیت کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ "اے رسولؐ ہم نے تم کو مفلس و محتار پایا تو خدیجہؓ کے مال سے غنی اور مالدار بنا دیا"

اس کے بعد یہ بات بھی تاریخ اسلام میں بلا اختلاف لکھی ہوئی ہے کہ حضرت رسولؐ نے جناب خدیجہؓ کی زندگی میں جو عوارض ہمارے ۱۱ اشاعت - اسرار - مسلمانانہ -

نے فرمایا اور جناب خدیجہ کو اس بات کا ذوق برابر بھی رنج نہ ہوا بلکہ
 وحیلہ بنی اسہل بات کی ہوئی کہ ان کا مال خدا اور رسول کی خوشی میں صرف
 کر آپ کو ادا مای لے اسلام میں یہ بات مشہور ہو گئی اور اس کی قریب قریب
 وقت بعد تاریخ اسلام لکھنے والے نے لکھ دی کہ اسلام کی ترقی کی باعث تین
 پنے مرہیزیں ہوئیں۔ ۱۔ پیغمبر کا خلق ۲۔ جناب خدیجہ کا مال ۳۔ حضرت علیؑ
 حال تھا کہ تلوار۔

اب اس کے بعد حضرت رسولؐ کی محبت جناب خدیجہ کے
 نے گمراہ معتبر کتاب اہلسنت سے ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت رسولؐ کی محبت کا عالم | امام اہلسنت امام ابن عباسؓ
 جناب خدیجہ کے ہمراہ | ترمذی نے اپنی مرتبہ کتاب
 صحیح ترمذی مطبوعہ بیروت جلد ۲ صفحہ ۵۰ پر اور مولوی محمد تقی صاحب
 نے اپنی کتاب ام المومنین خدیجہ حصہ اول کے صفحہ ۸ پر لکھا
 ہے کہ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ میں نے رسولؐ
 م علمائے اہل کی عورت پر اتنا رشک نہیں کیا جتنا جناب خدیجہ پر کیا۔ حالانکہ
 میں نے ان کو دیکھا بھی نہ تھا۔ (بات یہ تھی کہ حضرت رسولؐ

ان کا ذکر غیر کثرت فرمایا کرتے تھے اور اس کے علاوہ حضرت کا یہ
 بھی معمول تھا کہ آپ جب کبھی بھی بکری ذبح کرتے تھے تو اس
 کے اعضا، الگ الگ کر کے جناب خدیجہ کی ہچولیوں اور ہیلیوں
 کو ضرور بھیجا کرتے تھے جناب عائشہ اس کے بعد کہتی ہیں
 کہ میں نے ایسے مواقع پر حضرت سے کسی مرتبہ کہا کہ یا حضرت
 آپ تو خدیجہ کو کچھ اتنا سمجھتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
 دنیا میں خدیجہ کے سوا آپ کی اور کوئی عورت ہی نہیں ہے۔
 تو حضرت یسٹن کہ مجھ کو برابر یہ جواب دیا کرتے تھے کہ لے عائشہ
 میں کیا کروں؟ اس لئے کہ خدیجہ ایسی ہی تھیں کہ میں ان کا اسی
 صورت سے خیال رکھوں جیسا رکھتا ہوں۔ اور اس کے علاوہ
 خداوند عالم نے مجھے ان ہی سے تو اولاد دے رکھی (کرامت فرمائی)

(جس سے میری نسل چلی)

۱۔ اسی بات کو امام اہلسنت و اجماعت امام مسلم بن الحجاج
 نیشاپوری نے بھی اپنی کتاب صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۳ مطبوعہ
 مصر پر جناب عائشہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ وہ معتبر فرماتی

گواہ رہیں کہ مجھے ازواج پیغمبر میں سے کسی پر اتنا رشک نہیں ہوا جتنا
 بھی ہے خدیجہ پر ہوا۔ حالانکہ میری شادی کے تین سال قبل ان کا انتقال ہو
 نے اپنی چکا تھا۔ (جناب عائشہ ناقل ہیں کہ حضرت رسولؐ کا محبت خدیجہ
 کا وقت میں یہ حال تھا کہ جب حضرت خدیجہ ہی کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔
 کہ خدا نے جناب خدیجہ کو انکی زندگی ہی میں جنت کی بشارت بھیجی
 زالدین تھی کہ ان کیلئے جنت میں موتی کا محل (خاص طور سے) بنایا
 و وجہ لکھا ہے وغیرہ وغیرہ اور اس کے علاوہ حضرت رسولؐ کا ایک
 اور محتاج یہ بھی معمول تھا کہ آپ جب بھی کبھی بکری ذبح کرتے تھے تو اس
 سعود کے گوشت کو خدیجہ کے اعزاز اور ان کی ہچولیوں اور ہیلیوں کو
 یا ضرور بھیجا کرتے تھے (جناب عائشہ کہتی ہیں کہ حضرت کا یہ حال
 و خدیجہ دیکھ کر ایک دن مجھ سے صبر نہ ہو سکا تو میں نے عہدہ ہو کر حضرت
 سے یہ کہا کہ آپ کو ہر وقت خدیجہ ہی کی پڑی رہتی ہے تو حضرت
 کلام نے یسٹن کہ فرمایا کہ لے عائشہ! بیشک یہی بات ہے جو تم کہتی
 زندگی ہی ہو) اور اس کے تعلق میں کیا کروں اس لئے کہ خدا نے خدیجہ
 کرامت سے روایا ہو رہے ہیں۔

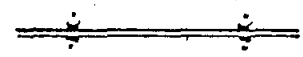
۱۔ عالی جناب احمد حسین خان صاحب (ذواب صاحب
 پر یادوں نے اپنی مرتبہ کتاب تاریخ احمدی کے صفحہ ۱۰۵ پر
 صحیح بخاری کے حوالے سے کہ جس کے حاشیہ پر موصوف نے
 صحیح بخاری کے اصل الفاظ بھی عربی میں درج فرما دیئے ہیں
 صحیح بخاری کے الفاظ کا یوں ترجمہ فرمایا ہے کہ امام المومنین عائشہ
 بنت ابوبکر سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ حالانکہ میری
 تزدیح کے تین سال قبل جناب خدیجہ کا انتقال ہو چکا تھا لیکن
 جب میں یہ دیکھتی تھی کہ حضرت رسولؐ ان کا تذکرہ بہت بار
 نعت کے ساتھ کیا کرتے ہیں تو حضرت کا یہ تذکرہ مجھ پر بہت شاق گذرتا
 تھا کیونکہ حضرت جب بھی ان کا تذکرہ فرماتے تھے تو ہمیشہ نبی اور
 نبی ہی کے ساتھ فرماتے تھے۔ آپ خدیجہ کی نسبت یہ بھی فرمایا کرتے
 تھے کہ خدا نے میرے ذریعہ ان کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت
 دی تھی اور آپ اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ خدا نے مجھے ان کی
 نسبت یہ بھی خبر بھیجی ہے کہ مرنے کے بعد خدیجہ کو جنت میں ایک
 ایسا مکان دیا گیا ہے جو نصب یعنی موتی کا بنا ہے (جناب عائشہ

یہ بھی کہتی ہیں کہ میں حضرت کا یہ بھی معمول دیکھا کرتی تھی کہ آپ جب بھی بکری ذبح کر داتے تھے تو اُس کا گوشت وہ اُن لوگوں کو ضرور ہدیہ بھی کرتے تھے جو حضرت خدیجہؓ سے وابستہ تھے۔ پس حضرت رسولؐ کی خدیجہؓ سے یہ محبت دیکھ کر ایک دن میں نے پیغمبر خدا سے کہا کہ کیا خدیجہؓ کے سوا آپ کے لئے دنیا میں کوئی عورت نہیں ہے جو آپ اُن کے مرنے کے بعد بھی اُن کا اتنا خیال فرماتے ہیں۔ تو یہ سن کر حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ اے عائشہ! وہ میری حبیبہ تھیں، عقلمند تھیں۔ وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جبکہ لوگ میرے دشمن تھے اور مجھے تکلیفیں پہنچاتے تھے اور انہوں نے اُس وقت اپنے مال و دولت سے میری مدد کی جبکہ مجھے اُس کی ضرورت تھی اور دوسرے لوگ مجھ سے منازرت برتتے تھے۔ مزید یہ کہ اے عائشہ! میری ازدواج میں سے یہ وہ معظمہ ہیں کہ جن سے خدا نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔ اے عائشہ میں کیا کر دوں اس لئے کہ خدا نے ان کی محبت میرے دل میں بھردی ہے۔

ان تذکرہ بالا کتابوں کے علاوہ قریب قریب ہی تمام باتیں نے شیخ و دیگر علماء اہلسنت نے بھی مثلاً امام ابوالفدا نے اپنی کتاب تاریخ ابوالفدا میں اور جناب شیخ حافظ بن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب اصحابہ فی تمیز الصحابہ میں اور جناب نور الدین علی ابن ہرمان حلبی نے اپنی کتاب سیرت حلبیہ میں بہ ذیل تذکرہ جناب خدیجہؓ کے درج فرمائی ہیں جس کی خوشی ہوا صل کتاب میں دیکھ کر اپنا اطمینان کر سکتا ہے۔

جناب خدیجہؓ کی دقت

یہ بات بھی جملہ تاریخ اسلام میں بلا اختلاف ہے کہ جناب خدیجہؓ نے مقام مکہ کے ماہ رمضان المبارک میں بعثت کے دسویں سال اور ہجرت کے تین سال قبل انتقال فرمایا۔ جس دقت کہ فاطمہ زہراؓ کی عمر صرف ۵ سال کی تھی۔



دوسرا باب

مختصر فضائل جناب فاطمہ زہراؓ صلوٰۃ اللہ علیہا

اہلسنت وجماعت کے مشہور محدث عالم جناب شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب اصحابہ فی تمیز الصحابہ میں بذیل ذکر جناب فاطمہ زہراؓ لکھا ہے کہ "جناب فاطمہ زہراؓ کے والد ماجد کا نام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا جو اذلیں و آخریں کے سردار تھے اور اُن کی مادر گرامی کا نام جناب ام المومنین خدیجہؓ کے سردار تھے اور اُن کی تمام عورتوں کی اسی صورت سے سردار کبریٰ تھا جو اپنے وقت کی تمام عورتوں کی اسی صورت سے سردار تھیں جیسا کہ جناب مریمؑ مادر عیسیٰؑ اپنے وقت کی عورتوں میں سردار تھیں۔"

جناب سلیمان حنفی اپنی کتاب نیبایع المودۃ میں بذیل ذکر جناب فاطمہ زہراؓ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہؓ جملہ زنان اذلیں و آخریں سے افضل ہے۔

✓ امام اہلسنت حافظ محمد ابن اسمعیل بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں اور بولوی محمد بن اسمعیل حنفی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجا میں بذیل ذکر جناب فاطمہ زہراؓ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ زہراؓ تمام زنان جنت کی سردار ہے۔

✓ امام اہلسنت محمد ابن عیسیٰ ترمذی نے اپنی کتاب صحیح ترمذی میں دشاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوة بذیل ذکر فاطمہ زہراؓ لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ انا احقرام دپاس و ادب فرماتے تھے کہ جب بھی جناب فاطمہ زہراؓ حضرت رسولؐ کی خدمت میں تشریف لاتی تھیں تو باوجود باپ ہونے کے آپ اُن کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اُن کی پیشانی کا بوسہ لیتے تھے اور اُن کو اپنے مقام پر بٹھاتے تھے۔

علاوہ موصوف نے اپنی کتاب میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ حضرت رسولؐ نے اپنی بیٹی جناب فاطمہ زہراؓ کی نسبت فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہؓ تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہے۔

مروعات
ابائیں
تاریخ
کتاب
پانچویں
بجیسر
لمینان
ت
قلم
ت
رف

دلی میں ہوں اور قربت آباؤی میں وہ سیری طرف منسوب ہیں۔
۳۶ علامت اہلسنت جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب
بایع المودۃ میں اور علامہ ابن حجر کی نے اپنی کتاب صواعق محررقہ
میں یہی تحریر فرمایا ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ ہر اولاد اپنے
لے سلمان ابو جعفر سیری بیٹی فاطمہ سے محبت رکھے گا وہ میرے
ساتھ جنت میں ہوگا اور جو شخص اس سے دشمنی رکھے گا وہ آتش
جہنم میں جلیے گا۔ اور اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اے سلمان!
سیری سخت جگر فاطمہ کی محبت بہت سے موقعوں پر کام آتی ہے۔
جن میں سے موت کے وقت کی سختی۔ قبر کی سختی۔ قیامت کے
روز کی سختی۔ میزان و حساب و کتاب وغیرہ وغیرہ بھی شامل ہے۔
پس یاد رکھو کہ جس سے فاطمہ راہی ہوئیں اُس سے میں راہی ہوں۔

۲۷ غفر نفساں جناب فاطمہ زہرا
اور جس سے میں راہی ہوں اُس سے خدا راہی ہوں۔ اور جس پر فاطمہ
غضبناک ہوئیں اُس پر خدا غضبناک ہو اور اس کا ٹھکانہ جہنم
ہے۔ اور اے سلمان! دلیل ہے اُس شخص کے لئے جو ظلم کرے فاطمہ
پر اور جو ظلم کرے اُس کے شوہر علی پر اور جو ظلم کرے اُس کی ذریت
پر اور جو ظلم کرے اُس کے دوستوں اور محبتوں پر۔

۳۷ علامت اہلسنت و اکجاعت میں سے جناب شاہ عبدالحق
دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوة میں اور جناب شیخ سلیمان الحنفی
نے اپنی کتاب نیبایع المودۃ میں بذیل ذکر جناب فاطمہ زہرا یہ بھی
تحریر فرمایا ہے کہ حضرت رسول کا یہ معمول تھا کہ آپ جب کسی سفر
میں تشریف لجاتے تھے تو سب سے ملنے کے بعد حضرت فاطمہ زہرا
سے ملتے تھے اور انھیں کے گھر سے رخصت ہوا کرتے تھے اور جب
سفر سے واپس آتے تھے تو سب سے پہلے جناب فاطمہ زہرا کے گھر
آتے تھے اور ان سے ملنے کے بعد دوسروں سے ملتے تھے۔

۳۸ امام اہلسنت محمد ابن عیسیٰ ترمذی نے اپنی کتاب
صحیح ترمذی میں علامہ ابن ماجہ نے اپنی کتاب سنن ابن ماجہ

بیت
فاطمہ زہرا
ملہ
ناب
التجا
ایا
ب
ب
ظہر
را
ب
ن
۷

۲۸ میں اور جناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوة
میں لکھا ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ جو شخص علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و
حسینؑ سے جنگ کرے اُس نے مجھ سے جنگ کی اور جس نے
ان سے صلح کی اُس نے مجھ سے صلح کی۔

۳۹ امامان اور علامت اہلسنت میں سے امام محمد ابن اسلم
بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں اور امام مسلم بن الحجاج
نیشاپوری نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں اور امام عیسیٰ ترمذی
نے اپنی کتاب اسد الغابہ فی معرفتہ صحابہ میں اور علامہ قاضی
عیاض صاحب نے اپنی کتاب کتاب الشفا میں اور ابن ماجہ
نے اپنی کتاب سنن ابن ماجہ میں اور جناب شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی
نے اپنی کتاب اصحابہ فی تیزر الصحابہ میں اور جناب شیخ سلیمان الحنفی
نے اپنی کتاب نیبایع المودۃ میں اور جناب شاہ عبدالحق صاحب
دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوة میں اور جناب ملا شیخ علی متقی
نے اپنی کتاب کنز العمال میں اور جناب امام حاکم نے اپنی کتاب

۲۹ غفر نفساں جناب فاطمہ زہرا
نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت پہنچائی
اُس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اُس
نے خدا کو اذیت پہنچائی اور جس نے خدا کو اذیت پہنچائی وہ کافر
اور ملعون ہے۔

۴۰ علامت اہلسنت کے علامہ ابن حجر نے بھی اپنی کتاب
فتح الباری میں اس تذکرہ حدیث ۹۷ کو لکھا ہے اور اس
حدیث کو لکھنے کے بعد وہ تحریر فرماتے ہیں کہ بیشک یہ حدیث صحیح
ہے اور پھر اُس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے بخوبی ثابت
ہے کہ جو بھی فاطمہ زہرا کی اذیت کا باعث ہو اُس سے نبی کو اذیت
ہوئی۔ پس ہر وہ شخص جس سے کوئی ایسا فعل فاطمہ کے حق
میں سرزد ہوا کہ جس سے ان کو اذیت اور رنج پہنچا ہو وہ اس
حدیث صحیح کی شہادت سے پیغمبر خدا کو اذیت دینے والا ہوا۔
اور کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ فاطمہ کو اذیت پہنچائی
جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب جو کہ پل میں

کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور ان کیلئے سخت عذاب مقرر کیا گیا ہے۔

۱۱۔ عالی جناب علامہ جلال الدین سیوطی جو کہ مشہور عالم اہلسنت میں سے ہیں وہ اپنی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں کہ جب سورہ زورہ کی آیت ۳۶ نازل ہوئی جس کے ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ "اُن گھروں میں کہ جنہیں خدا نے تعالیٰ نے اپنے نام کے بلند کئے جانے اور ذکر کئے جانے کا حکم کیا ہے اُن میں صبح و شام خدا کی تسبیح کی جاتی ہے" تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ جن گھروں کا یہ شرف اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ کن کے گھر ہیں تو حضور نے جواب دیا کہ وہ انبیاء کے گھر ہیں۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے جناب معصومہ فاطمہ زہراؓ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا یہ گھر بھی انہیں گھروں میں سے ہے جن کا ذکر خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہاں لے ابو بکرؓ بلکہ یہ گھر خانہ ہائے مذکورہ کے اُن گھروں میں سے ہے جو ان میں سب سے بہتر اور افضل ہیں۔

۱۲۔ علمائے اہلسنت و اجماعت امام ابی عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی نے اپنی مرتبہ کتاب خصائص نسائی میں دو امام مسلم بن الحجاج قشیری نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں دو امام محمد بن عیسیٰ ترمذی نے اپنی کتاب صحیح ترمذی میں اور علامہ حجر بن کئی نے اپنی کتاب صواعق محرقة صفحہ ۲۹ و صفحہ ۱۱۲ پر لکھا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ شروع میں مسجد نبوی کے صحن میں حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کے بھی مکانوں کے دروازے کھلتے تھے لیکن ایک دن خدا کے حکم سے حضرت رسولؐ نے صحنوں کے دروازے سولے حضرت علیؓ کے دروازے کے بند کرادیئے اور یہ شرف بر بنائے طہارت و عفت کے حضرت رسولؐ اور اُن کے اہلیت کیلئے مخصوص کر دیا گیا کہ وہ ہر حالت میں مسجد نبوی میں داخل ہونے کے مجاز تھے۔ پس جس طرح حضرت سو ہر حالت میں مسجد میں آجاسکتے تھے اُسی طرح حضرت علیؓ و جناب فاطمہؓ اور حسنؓ اور حسینؓ بھی مسجد میں ہر حالت میں داخل ہونے کے مجاز تھے اور ان بزرگواروں کے سوا کسی دوسرے

کیلئے ہر حالت میں مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں۔

۱۳۔ ایک دوسرے عالم اہلسنت جناب شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب جذب القلوب الی ديار المحبوب میں اس واقعہ کو لکھنے کے بعد یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کے علاوہ دیگر صحابیوں کو حکم دیدیا گیا کہ وہ اپنے اپنے دروازوں کو مسجد کی جانب سے نہ در لیں تو حضرت عمرؓ نے بہت عذر و حجت کی اور یہاں تک کہا کہ اگر دروازہ رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی تو صرف ایک روز ہی رکھنے کی اجازت دی جائے لیکن پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ایک سوئی کے نلکے کے برابر بھی خدا کی طرف سے سوراخ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ آخر میں مجبور ہو کر انھیں بھی اپنا دروازہ بند کرنا پڑا۔

۱۴۔ امام اہلسنت امام نسائی نے اپنی صحیح نسائی میں اور امام مسلم نے اپنے صحیح مسلم میں اس واقعہ کے ذیل میں یہ بھی لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے دروازہ بند کرانے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ بجز میرے علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ اور ان کے اُس اولاد

کے جو پاک و پاکیزہ ہیں کسی کو ہر حالت میں اس مسجد میں سے گذرنا جائز نہیں ہے۔

۱۵۔ عالیجناب سیدنا زحیر بن اسلم صاحب فقہ حنفی نے اپنی مرتبہ کتاب ثمرۃ النبوة المعروفہ بہ الزہراء کے صفحہ ۱۰۶ پر کوالہ التواریخ ابن عباس سے روایت تحریر کی ہے اور اہلسنت علامہ ابواسحاق اسفہانی نے بھی اپنی کتاب نور العین فی مشہد حسینؓ میں بتغیر الفاظ اس طرح لکھا ہے کہ ابن عباس بیان کیا کہ مجھ سے حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ ایک روز جناب رسول مقبولؐ جناب فاطمہ زہراؓ کے پاس تشریف لائے تو دیکھا وہ محزون ہیں۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ لے نور چشم! تمہارے حزن طلال کا اس وقت کیا سبب ہے؟ جناب فاطمہ زہراؓ نے عرض کیا کہ بابا جان مجھ کو اس وقت محشر کا خیال آ گیا کہ اُس روز لوگ اپنی اپنی قبروں سے موقف میں حاضر کئے جائیں گے اور ہر شخص اپنے اپنے حال میں مبتلا ہوگا جناب رسالتؐ نے فرمایا کہ بنی قیامت کا دن عجب ہولناک ہوگا۔ مگر اے فاطمہ! مجھ کو خدا

جانب سے جبریل نے خبر دی ہے کہ پہلے میں قبر سے اٹھا یا جاؤں گا۔ اور میرے بعد میرے بعد مجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور تمھارے شوہر علی ابن ابی طالب قبر سے برآمد ہوں گے۔ ان کے بعد جبریلؑ شہزاد فرشتوں کے ساتھ تمھاری قبر پر آئیں گے اور سات تہذیب کے نصب کریں گے بھرا سرانیں تین حصے نور کے لیکر حاضر ہوں گے اور آدازیں گے کہ اے بنت محمد اٹھو اور وقف حشر میں حاضر ہو پس لے فاطمہ تم اطمینان رکھو اس لئے کہ تم بہ اطمینان قلب مستور ہو گی اور ان حلوں کو پہنوں گی پھر ایک فرشتہ زوقائیل نور کا ایک شتر لے کر حاضر ہو گا جس پر رودج زریں نصب ہو گا۔ پس تم اس پر سوار ہو گی اور زوقائیل اس کی ہمارے لیکر چلیں گے ہزار ہا ملک اور توریں تمھاری چلو میں ہوں گی۔ حضرت مریم بنت عمران مادر عیسیٰ تمھارا استقبال کریں گی۔ پھر تمھاری والدہ جناب خدیجہ بنت خویلد شہزاد فرشتوں کو لے کر تم سے ملاقات کریں گی پھر حضرت خواجہ آسیہ بنت مزاحم تمھارا استقبال کر کے تمھارے ہمراہ ہوں گی اور جب تمھاری سواری اُس جگہ پہنچے گی جہاں اہل حشر

فاطمہ زہرا
احمد بن
داہام
داہام
علامہ
اپر لکھا
میں
کھلتے
ہوں
رادینے
اور
مسجد
شہزاد
نا علی
داخل
سے

جمع ہوں گے تو ایک منادی پکارے گا اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو کہ فاطمہ بنت محمد تمھارے درمیان سے گزرتی ہیں۔ اس وقت تمھاری جانب بجز حضرت ابراہیم اور علی ابن ابی طالب کے کوئی نہ دیکھے گا۔ بعد اس کے نور کا ایک منبر نصب کیا جائے گا جس کے سات پایہ ہوں گے اور اُس کے اطراف میں لاکھ اور توریں کھڑی ہوں گی۔ تم اُس منبر پر چلوں کر دو گی۔ اُس کے بعد جبریلؑ کہیں گے کہ اے سیدہ! خدا سے اپنی حاجت عرض کر۔ اُس وقت تم کہو گی اے میرے پالنے والے مجھے حسن اور حسین کو دکھلا دے۔ پس تمھارے دونوں فرزند حاضر ہوں گے اس حالت میں کہ حسین کے گلے سے خون جاری ہو گا۔ یہ حالت دیکھ کر تم فریاد کر دو گی کہ لے خداوند! ظالموں سے میرا انتقام لے تمھاری آواز سن کر خدا نے تبار غضبناک ہو گا اور اُس کے حکم سے تمھارے اور تمھاری اولاد کے دشمنوں کو جہنم اپنی طرف کھینچ لے گا۔ اس کے بعد جبریلؑ پھر کہیں گے کہ لے سیدہ! اور جو بھی عاقبت ہو خدا سے طلب کر۔ اس وقت تم کہو گی کہ لے میرے پروردگار

میرے اور میری اولاد کے دستوں پر رحم فرما اور ان کے گناہوں کو بخش دے۔ پس خدا نے تمام تمھاری دعا کو قبول فرمائے گا اور وہ سب مغفورین تمھارے ہمراہ جنت کی طرف روانہ ہوں گے اور جب تم در جنت پہنچو گی تو بارہ ہزار توریں تمھارا استقبال کریں گی اور جب تم جنت میں داخل ہو گی تو حضرت آدم صلی اللہ اور دوسرے انبیاء تمھاری زیارت کو آئیں گے۔

جناب فاطمہ زہرا
ہے گندہ
بنی مرثدہ کا
پچوالد
اہلنت
فی مشہد
اس
ز جناب
تو دیکھا
رے حزا
نے عرض
ذو لوگ
اور ہر شخص
فرمایا کہ
ہو کہ خدا

تیسرا باب

جناب فاطمہ زہرا کی ولادت باسعادت کچھ حال

۷۔ عالم اہلسنت سید علی ابن شہاب ہمدانی نے اپنی کتاب مودۃ القربی میں کتاب سیدہ طاہرہ کے معنی پر بڑیل ذکر جناب فاطمہ زہرا لکھا ہے کہ حضرت رسول کی بعثت کے پانچویں سال ۶۰ھ جمادی الثانی بروز جمعہ صبح صادق کے وقت پیدا ہوئیں حضرت زہرا نے اپنے پارہ جگر کا نام "فاطمہ" رکھا اور فرمایا کہ چونکہ میری مٹی فاطمہ نوع انسان میں جو ہے اس لئے اس کا نام فاطمہ رکھا گیا ہے۔ اور چونکہ خدا نے اس کو اور اس کے دستوں کو آتش دوزخ سے نجات بخشی ہے اس لئے بھی اس کا نام فاطمہ رکھا گیا ہے۔

۸۔ عالی جناب مولیٰ الزوار اللہ صاحب حنفی حیدرآبادی نے اپنی کتاب افادۃ الافہام حصہ دوم میں پیغمبر خدا کی معراج جسمانی کے نبوت میں بحوالہ تفسیر درمنثور المومنین عائشہ بنت ابوبکر سے یہ روایت لکھی ہے کہ جب پیغمبر خدا معراج میں بالائے

آسمان تشریف لے گئے تو جب بہشت میں پہنچے تو جبرئیل امین نے حکم خدا ایک سیب (بہشتی) پیش کیا کہ آپ اس کو کھائیں اور اپنے اس کو نوش جان کیا اور معراج سے آنے کے بعد اس پھل کے ذریعہ سے ام المومنین خدیجہ کبریٰ کے نطفہ قرار پایا جو فاطمہ زہراؑ کا نطفہ تھا۔

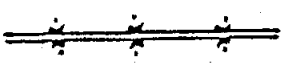
۳۲ علماء اہلسنت وجماعت میں سے محمد ابن خاندن شاہ نے اپنی کتاب رد وقتہ الصدقا میں جناب جمال الدین محدث نے اپنی کتاب رد وقتہ الاحیاب میں اور مولوی حسین اعنفی فرنگی محلی لکھنوی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں بذیل تذکرہ جناب فاطمہ زہراؑ لکھا ہے کہ حضور سرور عالم جناب فاطمہ زہراؑ کو اکثر سو گھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس خاتون جنت سے بہشت کی خوشبو آتی ہے کیونکہ یہ اس بیوہ جنت سے پیدا ہوئی ہے جو جہنم کو شب معراج جبرئیل نے کھلایا تھا۔

۳۳ عالم اہلسنت جناب شیخ سلیمان اعنفی نے اپنی کتاب نیایح المودۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ زمانہ حمل میں جناب خدیجہ کبریٰ اپنے پیٹ کے بچے یعنی فاطمہ زہراؑ سے تسبیح و تہلیل

کی آوازیں سنا کرتی تھیں جس کے سبب سے ان کا تنہائی میں دل بہلتا تھا۔ ایک روز جناب رسول خدا گھر میں تشریف لائے تو ام المومنین کو کسی سے بات کرنے سنا لیکن وہاں کسی کو موجود نہ پایا تو آپ نے پوچھا کہ اے خدیجہ! تم کس سے باتیں کر رہی تھیں تو انھوں نے جواب دیا کہ بیکے جو میرے پیٹ میں ہے اکثر مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ میں اُسی سے باتیں کر رہی تھی۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے خدیجہ! تمھارے شکم میں ایک پاک مطہرہ بیٹی ہے کہ جس کے نسل سے خداوند عالم اناموں کو پیدا کرے گا جو میرے بعد تمام دنیا کے یکے بعد دیگرے پیشوا ہوں گے۔ جب ام المومنین جناب خدیجہ نے یہ بشارت سنی تو خوش ہو گئیں اور خدا کا شکر بجالائیں۔

۵۵ جناب شیخ سلیمان اعنفی نے اپنی کتاب نیایح المودۃ میں اور جناب مولوی محمد حسین اعنفی فرنگی محلی لکھنوی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حمل کی مدت ختم ہوئی اور وضع حمل کے آثار ظاہر ہوئے تو ام المومنین جناب خدیجہ

پر گواہی دی۔ اُس کے بعد ان چاروں بیویوں کا نام لے لے کر سلام کیا۔ اس کے بعد دس گوریں بہشت سے طشت و ابرق (نہلانے کا سامان) لے کر حاضر ہوئیں اور اس پاک دبا کیزہ دختر کو آپ کو ترسے غسل دیا اور ایک سفید اور معطر کپڑے میں لپیٹ کر اور ایک پاکیزہ کپڑے کا مقنعہ سر پر ڈال کر ام المومنین جناب خدیجہ کے گود میں دیا اور کہا کہ لیجئے آپ کو مبارک ہو اس لئے کہ یہ بیٹی پاک دبا کیزہ اور مبارک نسل والی ہے۔ جناب ام المومنین نے گود میں لے کر اپنا دودھ پلایا اس کے بعد وہ سب بیبیاں اور گوریں جو جنت سے آئی تھیں مبارکباد دیتی ہوئی رخصت ہو کر واپس گئیں۔



نے زمان قریش میں سے بعض کو بلا بھیجا لیکن انھوں نے بوجہ ان کے اسلام قبول کرنے کے ان کی مدد کرنے اور ان کے پاس آنے سے قطعی انکار کر دیا۔ جناب ام المومنین کچھ فکر مند ہوئیں تھیں کہ ان کے پاس چار بیبیاں آئیں اور بعد سلام کے کہا کہ آپ فکر مند نہ ہوں ہم کو خداوند عالم نے آپ کی خدمت کیلئے بھیجا ہے اور ہم آپ کی بہنیں ہیں۔ ایک نے ان میں سے تہلابا کہ میں سادہ زودجر ابلا ایم خلیل اللہوں اور دوسری آسیہ بنت مزاحم زودجر فرعون ہیں اور یہ تیسری مریم بنت عمران حضرت عیسیٰ روح اللہ کی والدہ ہیں اور یہ چوتھی کفنوم حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی بہن ہیں۔

۳۴ تاریخ التواریخ میں لکھا ہے کہ جب ان چاروں بیبیوں نے قابلہ کا کام انجام دیا اور ۲۰ جمادی الثانی بروز جمعہ صبح صادق کے وقت جناب فاطمہ زہراؑ پیدا ہوئیں تو اُس وقت ایک نور ایسا چمکا کہ مکہ کے تمام مکان روشن ہو گئے۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا اور کلمہ پاک زبانِ باری فرمایا اور خدا کی وحدانیت۔ رسول کی رسالت اور علیؑ کی ولایت

ذکر
ب
لے
وجود
تھیں
سے
نمایا
ہیں
بے
بین
شکر
وہ
باب
دلی
بچ

چوتھا باب

جناب فاطمہ زہراؑ کی پرورش اور انکی خداداد صلاحیتیں

اس کتاب سیدہ طاہرہ کے صفحہ ۱۲ الغایت ۷۱ جو کچھ لکھا ہے اس کا اقتباس و خلاصہ حسب ذیل ہے۔

جناب فاطمہ زہراؑ خدا کے یہاں سے ہر کام میں ایسی سیکھی سکھائی ہوئی آئی تھیں کہ اس دنیا میں اگر ان کو اپنے پرورش کے زمانہ میں بھی کسی سے اسورخانہ داری کا سلیقہ یا آداب مجلس یا اخلاقی تعلیم حاصل کرنے کی قطعی ضرورت نہ تھی۔ اور جس طرح حضرت رسولؐ یا حضرت علیؑ تمام علوم ضروری کو ساتھ لے کر آئے تھے اسی طرح یہ بھی مثل حضرت رسولؐ یا حضرت علیؑ کے اس دنیا میں لوگوں کو تعلیم ہی دینے کیلئے بھیجی گئی تھیں نہ کہ تعلیم حاصل کرنے کیلئے۔ اگر حضرت رسولؐ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام مردوں کیلئے نمونہ عمل تھے تو جناب فاطمہ زہراؑ عورتوں کیلئے۔ پس ایسی کامل اور سیکھی سکھائی بی بی کو اس دنیا میں

کون تعلیم دے سکتا تھا۔ اگر ان کیلئے دنیا میں کوئی نمونہ عمل تھا تو وہ حضرت رسولؐ تھے اور اگر ان کے کمال کو اس دنیا میں کوئی تکمیل پر پہنچانے والا تھا تو وہ حضرت رسولؐ کی ذات کے علاوہ کوئی دوسری ذات نہ تھی۔

اب رہ گیا ظاہری کلمات سے ان کی پرورش کا سامان تو وہ جب تک جناب خدیجہؑ ان کی والدہ زندہ رہیں ان سے متعلق تھا اور حضرت رسولؐ خود بھی نگرانی فرماتے تھے پس جبکہ خود کوئی اتنے کمال پر ہو کر ماں کے شکم کے اندر سے گھٹگو کر کے اپنی ماں کا دل بہلائے اور ان کی تنہائی کا سانس ہو اور جن کی ماں بھی اس درجہ کی ہوں کہ جن کو خدا کی طرف سے بشارتیں دی جاتی ہوں اور جن کا باپ بھی ایسا اکمل ترین انسان ہو کہ جن سے بڑھ کر موجودات عالم میں کوئی بھی نہ ہو تو پھر اس کی نسبت کون خیال کر سکتا ہے کہ ایسے صدف سے نکلا ہوا موتی کس اور کمال پر ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ جناب سیدہ کے بچنے میں بھی کم کی عورتیں جب سیدہ سے ملتیں اور گھٹگو کرتیں تو وہ حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے کا منہ تلکے لگتیں۔ اس لئے کہ

انت
ایک
کا
سے
بڑھ
ب
بڑھ
کر
ت

وہ سیدہ کی تعلیم اور ان کے اخلاق وغیرہ کو اپنے سے (بڑھا ہوا) انتہائی کمال پر پائی تھیں۔

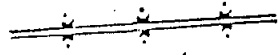
جناب خدیجہؑ کی وفات کے بعد جبکہ جناب فاطمہ زہراؑ کی عمر پانچ سال کی تھی ان کی پرورش اور دیکھ بھال کرنے کا شرف جناب فاطمہ بنت اسد کو ملا جنھوں نے حضرت رسولؐ اور حضرت علیؑ دونوں کو بالاتھا۔

غرض جب تک فاطمہ بنت اسد زندہ رہیں جناب فاطمہ زہراؑ فاطمہ بنت اسد کی آغوش میں پرورش پائی رہیں اور بعد ہجرت جب ان بی بی کا انتقال ہو گیا تو حضرت رسولؐ نے ام المومنین جناب ام سلمہؑ سے عقد کر کے یہ خدمت ان کے سپرد کی۔ چنانچہ اس کی نسبت کتاب جلاء البیون صفحہ ۸۹ پر جناب ام سلمہؑ کا یہ قول لکھا ہے۔ جناب ام سلمہؑ ناقل ہیں کہ ہجرت کے بعد جب حضرت رسولؐ نے مجھ سے عقد کیا تو جناب فاطمہ کو میری سپردگی میں دیا تاکہ میں ان کی خدمت میں مشغول اور تربیت میں مصروف ہوں لیکن خدا کی قسم لکھا کہ کبھی ہوں کہ میں انھیں بجائے آداب کھانے کے خود ان سے

آداب سکھتی تھی اور میں نے محسوس کیا کہ آپ کو کسی بات کے کھلانے کی قطعی ضرورت نہیں ہے اور وہ تمام باتوں کو بدرجہ اتم خود جانتی ہیں! جناب ام سلمہؑ کے علاوہ جناب ام ایمن جو کہ اس گھر کی پرانی خادیم تھیں اور حضرت رسولؐ کو اپنے پروردگار سے درانتائی تھیں۔ اور جناب برک جوام المومنین جناب خدیجہؑ کی کینر خاص تھیں وہ بھی پرورش جناب فاطمہ زہراؑ میں جناب ام سلمہؑ کی خصوصی طور پر مدد فرمایا کرتی تھیں۔

ان کے علاوہ خاندان کی اور بھی کئی عورتیں تھیں جو جناب سیدہؑ کی پرورش کے معاملہ میں کچھ سی لیتی رہتی تھیں ان میں خاص کر جناب ام الفضل حضرت عباس ابن عبدالمطلب کی زوجہ محترمہ اور جناب اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر طیار علیہ السلام۔ جناب ام ہانی دختر حضرت ابوطالب اور جناب صفیہ دختر جناب حمزہؑ بھی شامل ہیں جو برابر آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتی تھیں اور انکی تسکین و دیکھ بھال کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتی تھیں لیکن ان حضرات میں سے جن بی بی نے بھی جناب فاطمہ زہراؑ کی پرورش میں حصہ لیا وہ سب اس بات کی قائل ہیں کہ جناب فاطمہ زہراؑ قدرت کی طرف

پانچواں باب ۶۶ جناب فاطمہ زہرا کی پرورش سے خود سیکھی سکھائی ہوئی پیدا ہوئی تھیں اور ہمیں ان کو کسی بات کی تعلیم دینے کی ضرورت نہیں پڑی بلکہ ہم خود ان سے سبق حاصل کیا کرتے تھے۔



پانچواں باب جناب فاطمہ زہرا کا بچپن اور حضرت رسول کی سیاتھ کی محبت

✓ حضرت رسول صفا اپنی اس (کلوتی جینی) کو چاہتے تھے وہ دوحہ کے ان الفاظ سے ہی ظاہر ہے جو حضرت نے فرمایا کہ "فاطمہ میرے سر سے جڑ کا کڑا ہے اور جس نے اسے اذیت پہنچائی اُس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے خدا کو اذیت پہنچائی اور جس نے خدا کو اذیت پہنچائی وہ ملعون اور کافر ہے" (دیکھو کتاب مذاہب از صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ وغیرہ) اور ان کے وہ فضائل جو اس کتاب کے دوسرے بابوں میں درج ہیں صاف طریقے سے بتلاتے ہیں کہ حضرت رسول ان کو حد سے زیادہ چاہتے تھے اور وہ اس محبت کی مستحق تھے لیکن جناب فاطمہ زہرا حضرت رسول کو کتنا چاہتی تھیں اس کا اندازہ آپ اسی بات سے کر سکتے ہیں کہ جملہ مومنین اسلام نے اختلاف حضرت رسول کے ساتھ ان کی دالہاہت محبت کا ذکر کیا کہ

ہوئے صاف طور سے یہ لکھ دیا ہے کہ آپ کو اپنے والد حضرت رسول کے ساتھ ایسی محبت تھی جیسا کہ کسی باپ کو اپنے بچے کے ساتھ ہوتی ہے اور اسی لئے لوگ آپ کو "امّ ایہما" (یعنی اپنے والد کی ماں) کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ حضرت رسول کے گمراہ کے شروع تبلیغی زندگی میں کفار حضرت کے کس قدر مخالف اور دشمن جان تھے یہاں تک کہ قتل تک کے درپے تھے اور یہ دشمنی کا مظاہرہ جناب ابوطاہب اور صدیق اکبر کی وفات کے بعد تو حد کمال پر پہنچ گیا تھا۔ اور اگر خداوند عالم اپنی خصوصی قدرت کا ملہ سے ان کو محفوظ نہ رکھتا تو آپ کا زندہ رہنا ہی محال تھا۔ افسوس کہ دشمنی کی وجہ سے تبلیغ دین اسلام کے کوئی دوسری چیز نہ تھی۔ حالت یہ تھی کہ حضرت رسول تبلیغ اسلام سے باز آتے تھے اور کفار ستانے اور پریشان کرنے میں کوئی کمی نہ کرتے تھے حضرت رسول کا روزانہ مکہ کی گلیوں میں **قَوْلُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَتَمْلِكُوا لَهُ الْكِبْرِيَاءَ** کہو تاکہ نجات پاؤں کا نعرہ لگانا ضروری تھا اور کفار قریش کا حضرت پر حملہ کر کے

ان کو زخمی کرنا لازمی تھا اور اگر وہ بیشتر حضرت رسول سے ہر رنگ لبو لبان ہو کر گھر میں تشریف لاتے تھے۔ اُس وقت ہی جناب فاطمہ زہرا باوجود دایمی کسی کے آپ کے زخموں کو خون سے پاک و صاف بھی کرتی تھیں۔ ہمدردی بھی کرتی اور باپ کو تسلی و تسنی بھی دے کر ان کی ہمت افزائی بھی فرماتی تھیں کہ باپ دیکھئے تبلیغ اسلام میں کمی نہ ہونے پائے خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ ہو اس لئے کہ خدا نے آپ کو اسی کام پر مامور کیا ہے اور وہی دشمنوں سے انشاء اللہ آپ کی حفاظت بھی فرمائے گا۔

یہ تھیں جناب فاطمہ زہرا جو اپنے بچپن میں بھی حضرت رسول کی اسی صورت سے شدیداً تھیں جیسا کہ جناب رسول خود ان کے شہداء جبکہ اپنے بچپن میں بھی ان کی کمال معرفت کی یہ حالت تھی کہ حضرت رسول کی ہمدردی و خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ انکی ہمت افزائی بھی فرماتی تھیں تو خدا و رسول کے نزدیک ان کا مرتبہ کوئی بلند نہ ہوتا اور حضرت رسول آگے بڑھ کر کہوں نہ انکی تعظیم فرماتے۔ یوں تو تاریخ دیر میں جناب فاطمہ زہرا کی جناب رسول مقبول

کے ساتھ والہانہ محبت کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں مثلاً جنگ احد میں خبر شہادت حضرت رسول کی سکران کا احد کے میدان کی طرف خود یہ نفس نفس تقویٰ کی حالت میں دقت پر تشریف لے جانا جبکہ عام مسلمان ہزیمت کھا کر وہاں سے بھاگ رہے تھے جو ہمدردی اور محبت کی اپنی آپ مثال ہے وغیرہ وغیرہ جو کہ اسی کتاب کے دسویں باب حال جنگ احد میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں پر میں ان تمام متعدد واقعات میں سے قبل ہجرت کے صرف دو واقعات لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں جو جناب فاطمہ زہرا کے پینے سے تعلق رکھتے ہیں اور جنھیں علماء اہلسنت میں سے عالیجناب علامہ شبلی صاحب نے بھی اپنی کتاب سیرۃ النبی کے صفحہ ۱۸۶ اور صفحہ ۱۸۷ پر درج فرمایا ہے۔

پہلا واقعہ جو سیرۃ النبی کے صفحہ ۱۸۶ پر تحریر ہے جناب فاطمہ زہرا کی ہمدردی کا وہ واقعہ ہے جو آپ سے گھر کے اندر ظہور میں آیا اور اکثر آٹا کھا اور دوسرا واقعہ جو اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۷ پر درج ہے وہ اس ہمدردی سے تعلق ہے جو فاطمہ زہرا کے پینے میں گھر

سے باہر ظہور میں آیا۔

پہلا واقعہ گھر کے اندر حضرت رسول کی خدمت اور ہمدردی کا جو علامہ شبلی نے اپنی کتاب سیرۃ النبی کے صفحہ ۱۸۶ پر درج کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت رسول کو ایک مرتبہ کسی شعی نے گھر کے باہر راستہ میں تکلیف پہنچائی اور ان کے ساتھ بے ادبانہ سلوک کیا ان کے فرقہ باریک پرناک بھی ڈال دی اور ان کو زخمی بھی کیا اور جب آپ اس حالت سے گھر کے اندر تشریف لائے اور جناب فاطمہ زہرا نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو رونے لگیں۔ روئی جاتی تھیں اور آپ کے سر مبارک کو دھوتی بھی جاتی تھیں۔ حضرت رسول نے جب مٹی کو روئے دیکھا تو جناب ہونے سینے سے لگایا سلی دنا اور فرمایا بیٹا صبر کر خدا ناصر و مددگار ہے۔

دوسرا واقعہ جو علامہ شبلی صاحب نے جناب فاطمہ زہرا کی خدمت کا جو آنکھوں نے اپنے پینے میں حضرت رسول کے ساتھ کیا تھا اور وہ گھر کے باہر کا واقعہ ہے اور جسے علامہ موصوف نے سیرۃ النبی کے صفحہ ۱۸۷ پر درج کیا ہے یہ ہے کہ ایک دن

لہذا ہرگز نہیں
ہم محبت
کی
وہ حضرت
برے جگر
، اذیت
۔ اذیت
فر ہے۔
(۱) مہنہ
سے باہر
ہرت رسول
ق کی
اس ک
امت
تہ کہہ کر

کا ذکر ہے کہ حضرت رسول حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ وہاں پر دو سالے قریش بھی موجود تھے۔ ابو جہل نے کہا کہ کاش اس وقت کوئی جاتا اور اونٹ کی ادھڑی نجاست سمیت اٹھاتا اور جب محمد سجدہ میں جاتے تو ان کی گردن میں ڈال دیتا۔ عقبہ نے کہا کہ یہ خدمت میں انجام دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اونٹ کی ادھڑی لاکر آپ کے اوپر اس وقت ڈال دی جبکہ آپ سجدہ میں تھے۔ قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرسے پڑتے تھے اور حضرت رسول اسی حالت سجدہ میں ذکر خدا میں مہر دتے تھے۔ جب اس خبر کی اطلاع کسی نے جناب فاطمہ زہرا کو گھر کے اندر پہنچائی تو اس وقت ان کی عمر صرف ۵-۶ سال کی تھی لیکن گھر میں مٹی نہ رہ سکیں اور نہ کچھ دشمنوں کا خوف کیا اور فوراً موقع پر تشریف لائیں عقبہ کو برا بھلا کہا۔ بد دعائیں دیں اور حضرت پر سے ادھڑی ہٹائی اور جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو اپنے ساتھ لے کر گھر واپس گئیں۔

پینا

پینا
ت
فاطمہ زہرا
بھی
ان
ونے
سی
ت
کی
۷
کی
ت
ر
-

چہٹا باب

جناب فاطمہ زہرا اور ہجرت رسول اللہ ﷺ

جلد تاریخ اسلام مثلاً تاریخ طبری۔ تاریخ ابوالفدا۔ تاریخ اعظم کوئی وغیرہ وغیرہ میں جو بات لانا اختلاط درج ہے اس کا خلاصہ مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ جب جناب خدیجہ کبریٰ اور حضرت ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو کفار قریش نے باہم مشورہ کر کے مکمل ارادہ کیا کہ اب شیع رسالت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے لازمی طور سے خارج کر دیا جائے۔ اور اس کام کو پورا کرنے کیلئے ہر قوم قبیلہ سے ایک ایک آدمی کا انتخاب کیا گیا کہ سب مل کر اس کام کو انجام دیں۔ تاکہ قوم بنی ہاشم بعد میں اس خون کا قصاص کسی ایک قبیلہ سے نہ لے سکے اور اگر وہ کسی کے خلاف کچھ کوشش بھی کریں تو سب مل کر ان کا مقابلہ کریں۔ اس مشورہ کو کایا بنانے کے لئے قبیلہ بنی ہاشم میں سے بھی حضرت رسول کے ایک قیدی دشمن ابولہب کو بھی شریک کر لیا گیا جس کی خدمت میں نبی ﷺ نے

قرآن مجید میں آج بھی موجود ہے۔ (دیکھو پتہ سورہ تبت یدرا)

الغرض جب ہر طرح سے سازش مکمل ہو گئی اور ہر قوم کے نمائندوں نے مسلح ہو کر رات میں حضرت رسول کا گھر گھیر لیا اور چاہا کہ رات ہی میں گھر کے اندر گھس کر حضرت رسول کا خاتمہ کر دیں تو ابولہب کے رگ حمت میں ایک جوش پیدا ہوا اور اسے اچھا نہ معلوم ہوا کہ درگزر قوم دقبیاء کے لوگ میرے بھتیجے کے گھر کے اندر رات میں داخل ہوں اس لئے کہ عرب میں یہ بات اسوت نہایت ہی بے عزتی کی بات سمجھی جاتی تھی اور اسی لئے اُس نے اپنے شتر کا کار سے کہا کہ بھائیوں میں محمدؐ کے قتل کے بارے میں تو تمھارا شریک ہوں لیکن میں یہ بے عزتی کسی صورت سے برداشت نہ کر سکوں گا کہ ہمارے گھر کے اندر رات کے وقت گھسا جائے۔ بس مناسب ہے کہ ہم رات بھر گھر کو گھیرے ہوئے محمدؐ کی نگرانی کتے رہیں کہ وہ کہیں جانے نہ پائیں اور جب صبح ہو تو گھر میں گھس کر انھیں قتل کر دیں۔

بھوں نے ابولہب کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور

گھر کو گھیر کر صبح تک حضرتؐ کی نگرانی میں رہے۔ ادھر کفار کی یہ حالت تھی ادھر خداوند عالم نے جبرئیلؑ کو ذریعہ سے کفار کے اس مشورہ کی خبر حضرت رسولؐ کو دی اور حکم دیا کہ آج تم اپنے بستر پر حضرت علیؑ کو لانا اور تم خود چند کنکریاں لیکر اور ان پر "یا شاہت الوجوه" پڑھ کر ان کفار کی طرف پھینکتے ہوئے ان کے درمیان سے بلا خوف و خطر نکل جاؤ اس لئے کہ یہ تمھیں نہ دیکھ سکیں گے۔ چنانچہ حضرت رسولؐ نے یہی کیا اور دشمنوں کے زخے سے نکل کر چلے گئے اور دشمنوں کو کان دکاں خبر نہ ہوئی اور سر اٹھا کر حضرت علیؑ کو فرشتہ رسولؐ پر سوتا دیکھ کر یہی سمجھنے رہے کہ حضرت رسولؐ سو رہے ہیں۔

اس بات کو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے جو حیات القلوب جلد دوم حال ہجرت رسولؐ میں تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

جب کفار فریش نے شب ہجرت حضرت رسولؐ کے قتل کا ارادہ کر لیا تو خدا نے جناب جبرئیلؑ کے ذریعہ سے اپنے رسولؐ کو کفار کے ارادہ سے آگاہ کیا اور حکم دیا کہ اپنے فرشتہ پر آج کی رات علیؑ کو

لنا کہ تم بارادہ ہجرت مدینہ میں سے روانہ ہو جاؤ اور رات میں غار ثور میں بسر کرو پس حضرت رسولؐ نے حضرت امیر المؤمنین جناب علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کو طلب کیا اور صورت حال اور حکم خدا سے آگاہ کیا۔ اور دریافت کیا کہ تم اس بارہ میں کیا کہتے ہو؟ حضرت امیر المؤمنین نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر میں آپ کی جگہ آج سو ہوں تو کیا آپ کی جان بچ جائے گی؟ فرمایا ہاں اے علیؑ تمھارے سونے سے میری جان بچ جائے گی۔ یہ سن کر حضرت علیؑ شاد و خنداں ہوئے اور حضرتؐ کی سلامتی اور اپنی جان حضرتؐ پر خدا کرنے کے سبب سے سجدہ شکر ادا کیا اور یہ پہلا سجدہ شکر تھا جو اس امت میں واقع ہوا۔ اور جب سجدہ سے سر اٹھایا تو حضرت رسولؐ سے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو جس طرف جانے کا حکم دیا ہے شوق سے وہاں تشریف لے جائیے اور میں آپ پر خدا ہونے کیلئے بسر چشم تیار ہوں۔

حضرت رسولؐ نے فرمایا اے علیؑ حق تعالیٰ تمھاری صورت میری صورت کے مشابہ کر دیا گیا۔ پس تم میرے بچھونے

پر سو رو اور میری دھانی چا دو اور وہ لے لے علیؑ! آگاہی ہو کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کا امتحان ان کے ایمان اور درجوں کے موافق کرتا ہے۔ پس پیغمبروں کی بلا اور ان کا امتحان سب سے زیادہ ہے۔ بعد ان کے جو کوئی سب سے نیک اور بہتر ہے اُس کا بھی امتحان عظیم ہے۔

لے علیؑ! اس وقت خدا میرے بارے میں تمھارا امتحان اور تمھارے بارے میں میرا امتحان اسی طرح لے رہا ہے جس طرح حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اور اسمعیلؑ ذبیح اللہ کا امتحان لے چکا ہے۔ اے علیؑ! تم میری جان سے زیادہ میرے نزدیک گرہمی ہو اور مجھے اپنی جان دینا زیادہ آسان تھا نسبت اس کے کہ میں آج کی رات تمھیں دشمنوں کے زخموں میں اپنے بستر پر تاؤں اور بختی کے ساتھ تمھارا آج دشمنوں کے تیغ کے نیچے میری جان بچانے کیلئے لیٹنا اسمعیلؑ کے ذریعہ پندرہ تینے سے زیادہ کہیں نفیلت رکھتا ہے پس لے برادر صبر کرو کیونکہ خدا کی رحمت نیک کرداروں کے نزدیک ہے۔ بعد اُس کے حضرت رسولؐ نے فرما محبت سے حضرت علیؑ کو آغوش میں لے لیا اور بہت روئے پھر حضرت رسولؐ نے اُن کو خدا کے پسر کر کے اور اپنے بستر

راہِ ہجرت
التعقی
سائبر
نا کول
لکران
خطر نکل
دل سے
دوں کو
پرسونا
ملو ب
میں ذیل
کا ارادہ
ار کے
علی کو

پنجا ب ۷۸ جناب فاطمہ زہراؑ ہجرت رسول
پرنا کہ گھر سے باہر نکلنے کے ارادہ سے چلے اس وقت تمام قریش حضرت
کا مکان گھیرے ہوئے تھے۔ حضرت نے یہ آیت پڑھی وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ
أَيْدِيهِمْ سِتْرًا مِّنْ خَلْفِهِمْ سِتْرًا فَأَنشَيْنَاهُمْ فِيهِمْ
لَا يَبْصُرُونَ پھر حضرت نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر ان کے منہ کی
طرف پھینکا اور فرمایا يَا شَاهَتِ الْوُجُوهُ لَعْنِي تَهَارِي صَوْدِ تَيْبِ صَبْحِ
ہوں) اور یہ کہہ کر آپ ان لوگوں کے درمیان سے ہو کر نکل گئے اور
بقدرتِ خدا وہ لوگ بالکل مطلع نہ ہوئے اس لئے کہ خدا نے اپنی
تقدت سے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا کہ وہ حضرت کو جانے
ہوئے قطعاً نہ دیکھ سکے۔ بعد اُس کے جناب جبریلؑ نے کہا کہ یا رسول
اللہ خدا کا حکم ہے کہ غارِ ثور کی طرف تشریف لے جائیں اور رات
دیں بسر کریں۔
ادھر حضرت رسولؐ دشمنوں کے درمیان سے نکل کر غارِ ثور
کی طرف روانہ ہوئے اور ادھر حضرت علیؑ رسول کی دھانی چادر
اور دھکے بستر رسول پر سو رہے۔ اور ایسا بیخبر سوئے کہ جب تک
صبح کو دشمنوں کے ذریعہ سے جگائے نہ گئے نہ جاگے۔ اس وقت مکہ

پنجا ب ۷۹ جناب فاطمہ زہراؑ ہجرت رسول
کے مکانوں کی دیواریں بچی ہوئی تھیں اور بعض روایات کی بنا پر
دردازے بھی نہ ہوتے تھے۔ اس لئے کفار قریش حضرت امیر المومنین
کو حضرت رسولؐ کے بچھونے پر لٹایا ہوا دیکھ کر گمان کرتے تھے کہ حضرت
رسولؐ سو رہے ہیں۔
یہ اسی شب ہجرت کا واقعہ ہے کہ حضرت علیؑ کی شان میں یہ
آیت نازل ہوئی مِّنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ
مَرْضَاتِ اللَّهِ يَبِيءُ لَوْ كُنَ فِيهِ مِثْرَةٌ لَّيَكْفُرْ بِهَا كَمَا يَكْفُرُ
بِهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَئِن لَّمْ يَكْفُرْ لَبَدَأ لَّهُمْ جَهَنَّمَ
مَرْضًى كَيْسَلُ ابْنِ جَانٍ كَوَيْحٌ ذَاتَ لَبِئْسَ
چنانچہ جب صبح ہوئی اور کفار قریش قتل رسول کے ارادہ
سے گھر میں گھسے اور چاہا کہ عالم خواب میں حضرت رسولؐ کو قتل کریں
بلکہ جگا کر ان کو قتل کریں تاکہ ان کو تکلیف کا احساس ہو اور ہمارے
کمانہ ماننے کا وہ احساس بھی کریں اور جب اس ارادہ سے ان
کو جگا یا تو بجائے حضرت رسولؐ کے حضرت علیؑ بیدار ہوئے۔ وہ یہ دیکھ
کر ہجرت میں پڑ گئے اور حضرت علیؑ سے پوچھنے لگے کہ محمد کہاں
ہیں تو حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ کیا تم انھیں میرے سپرد کر گئے تھے

پنجا ب ۸۰ جناب فاطمہ زہراؑ ہجرت رسول
جو تم مجھ سے اس طرح دریافت کر رہے ہو اس بات پر کفار نے چاہا
کہ اگر محمدؐ نہیں ملے تو علیؑ ہی کو قتل کر ڈالیں اور تلواریں لے کر ان کی
طرف بڑھے اور سب سے آگے ان میں خالد بن ولید تھا جس نے
حضرت علیؑ پر بڑھ کر تلوار سے حملہ بھی کر دیا لیکن حضرت علیؑ نے جنت
کے اُس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور اُس سے زمین پر پٹک دیا اور
اور تلوار لے کر ان کفار کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے۔
جب کفار قریش نے یہ حال دیکھا تو کہنے لگے کہ علیؑ چاہتے
ہیں کہ اس طرح ہمیں اپنے ساتھ جنگ میں اچھالیں اور محمدؐ نکل
جائیں لہذا ہمیں ان سے کوئی عرض نہیں ہمیں تو محمدؐ کی تلاش
کرنا چاہئے۔ چنانچہ سب علیؑ کو چھوڑ کر گھر میں کونے کونے حضرت
رسولؐ کو تلاش کرنے لگے اور جب وہ نہیں ملے تو ان کے نقش قدم
کو پہچان کر ان کے پیچھے ان کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔
بہر حال اُس کے آگے تو سب ہی جانتے ہیں کہ کس طرح
حضرت رسولؐ روانہ ہوئے کس طرح راہ میں حضرت ابو بکرؓ ملے
اور حضرت نے انھیں ساتھ لیا اور پھر کس طرح غارِ ثور میں پوشیدہ

پنجا ب ۸۱ جناب فاطمہ زہراؑ ہجرت رسول
ہوئے اور کس طرح غارِ ثور کے ستر پر کمری نے جالاتبا وغیرہ وغیرہ کہ دشمن
وہاں تک پہنچنے کے بعد بھی حضرت رسولؐ کو نہ پاسکے اور حضرت رسولؐ
بالآخر کفار قریش کے شر سے محفوظ رہ کر عافیت کے ساتھ مدینے میں
پہنچ گئے۔ (چونکہ یہ سب باتیں جناب فاطمہ زہراؑ کی سوانحی سے
تعلق نہیں رکھتیں اس لئے اس کتاب میں درج نہیں کی گئیں۔ یہ
سب باتیں انشاء اللہ مفصل طریقہ سے میں حضرت رسولؐ کی سوانحی
میں لکھوں گا) لیکن اس سلسلہ میں یہ بات البتہ قابلِ غور ہے کہ جس
وقت یہ چالیس کفار قریش ننگی ننگی تلواریں لے کر حضرت رسولؐ کے
گھر میں گھسے ہوئے حضرت رسولؐ کو قتل کرنے کی نیت سے تلاش کر
رہے ہوں گے تو اُس وقت جناب فاطمہ زہراؑ کی عمر اُس وقت آٹھ
سال سے زائد نہ تھی ان کے دل پر کیا کچھ نہ گذر رہی ہوگی۔ اور جب
یہ معلوم ہوا ہوگا کہ یہ کفار قریش حضرت رسولؐ کو گھر میں نہ پا کر ان کے
نقش قدم پر بارادہ قتل ان کی تلاش میں گئے ہیں تو ان کے دل
کی کیا حالت ہوئی ہوگی اور حضرت رسولؐ کے مدینہ سترہ صحیح سلامت
پہنچ جانے کے بعد بھی جب تک جناب فاطمہ زہراؑ کو ان کی سلامتی

کے ساتھ وہاں پہنچ جانے کی خبر نہ ملی ہوگی اُس وقت تک اُن کے دل کی کیا کیفیت رہی ہوگی۔ یہ بات کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کے پیلوں میں محبت بھرا دل ہو اور اُن کا محبوب شدید خطرہ میں ہو اور وہ اُس کی کچھ مدد نہ کر سکتے ہوں۔

حضرت رسولؐ کو بھی حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ کی بددلی کا کم خیال نہ تھا۔ آپ اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت رسولؐ مدینہ پہنچنے کے بعد بھی اُس وقت تک مدینہ کے اندر تشریف نہ لے گئے جب تک کہ حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ اُن سے آکر ملحق نہ ہو گئے۔ اب اس بات کی تصریح آپ آگے پڑھئے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے)

علاء مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب جلد دوم ہجرت رسولؐ کے سلسلہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت رسولؐ مکہ سے ہجرت کر کے صحیح سلامت مدینہ میں تشریف لائے تو پہلے بیرون مدینہ "قبا" کے مقام قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے پاس قیام کیا۔ حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ

مدینہ میں تشریف لے چلے جہاں سب لوگ آپ کے منتظر ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جب تک میرا بھائی علیؑ ابن ابی طالب اور میری دختر فاطمہؑ آگے گی میں مدینہ میں داخل نہ ہوں گا۔ حضرت ابو بکر نے ہر چند باغداد اور مدینہ کی طرف رسولؐ نے قبول نہ فرمایا۔ پس حضرت ابو بکر حضرت رسولؐ کو قبا میں چھوڑ کر خود مدینہ میں داخل ہوئے لیکن حضرت رسولؐ وہیں ٹھہرے رہے۔

اس کے بعد حضرت رسولؐ نے ابو ذرؓ کی معرفت حضرت علیؑ کے پاس ایک خط روانہ فرمایا کہ اب تم کو مکہ میں قیام کرنے کی ضرورت نہیں ہے لہذا تم بہت جلد میری بیٹی فاطمہؑ اور اپنی والدہ فاطمہ بنت اسدؑ کو ہمراہ لے کر میرے پاس چلے آؤ۔ پس جب یہ فرمان رسولؐ حضرت علیؑ کو پہنچا تو آپ جناب فاطمہ زہراؑ اور حضرت رسولؐ اور اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد اور دختر زینبؑ ابن مطلبؑ کو جن کا نام بھی بردار تے فاطمہؑ تھیا اور دوسری رداؤں کے اعتبار سے قیام تھا ہمراہ لے کر اور اُن کو ایک اونٹ پر بٹھا کر جانب مدینہ روانہ ہو گئے۔ لیکن جب کفار تشریف

کو اُن کی روانگی کی خبر معلوم ہوئی تو انہوں نے قریش کے آٹھ مسلح سواروں کو کہ جن میں عاتق بن ابی اسد کا غلام جناح بھی تھا جو سب سے زیادہ دلیر دشمن اور بہادر تھا۔ حضرت علیؑ کے تعاقب میں روانہ کیا کہ اُن کو زبردستی واپس لے آئیں یا اُن کو وہیں جہاں مل جائیں قتل کر دیں۔

ان آٹھوں مسلح سواروں نے تعاقب کر کے حضرت علیؑ کو صحجان کے قریب آکر گھیرا اور واپس مکہ چلنے کو کہا۔ حضرت امیرؑ نے انکار کیا۔ انہوں نے حضرتؑ پر حملہ کیا۔ الغرض تلواروں پر تلواریں چلنے لگیں اور اُن آٹھ مسلح قریش کے سواروں میں جو سب سے زیادہ بہادر اور پیش پیش تھا اور جس کا نام جناح تھا جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے اس کو حضرت علیؑ نے سب سے پہلے ایک ہی دایر میں دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا اور دوسروں کی طرف یہ کہتے ہوئے مخاطب ہوئے کہ اب بھی اچھا ہے کہ واپس چلے جاؤ اور میرے مزارع نہ ہو ورنہ تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ اُن سبوں نے جب جناح کو مقتول دیکھا جس پر سبوں کو بڑا

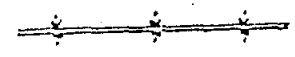
ناز تھا تو سب کی ہمت پھوٹ گئی اور پھر کوئی مقابلہ نہ آسکا بلکہ سب کہنے لگے کہ ہم تو صرف آپ کو بلانے کیلئے آئے تھے۔ خیر اگر آپ واپس چلنے پر راضی نہیں ہیں تو نہ چلئے۔ ہمیں آپ سے کوئی غرض نہیں ہے۔ آپ تشریف لے جا سکتے ہیں اور ہم واپس جاتے ہیں اور یہ کہہ کر وہ لوگ واپس مکہ چلے گئے اور مکہ پہنچ کر جو حالات گذرے تھے اُن سے اہل مکہ کو خبر ملی لیکن انہوں نے پھر کسی دوسرے کو حضرتؑ کے تعاقب میں روانہ کرنے کی ہمت نہ کی اور حضرت علیؑ اطینان کے ساتھ جناب فاطمہ زہراؑ وغیرہ کو لے کر قبا کے مقام پر حضرت رسولؐ سے لاتی ہوئے۔

حضرت رسولؐ نے جب علیؑ کو صحیح سلامت آتے دیکھا تو بڑھ کر گلے سے لپٹایا اور خدا کا بید شکر ادا کیا کہ اُس نے دوبارہ علیؑ کو اُن سے ملا دیا۔ اسی طرح باپ نے بیٹی کو اور بیٹی نے باپ کو گلے لگا کر اظہارِ خوشی کیا وغیرہ وغیرہ۔

جب حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ وغیرہ بھی سلامتی کے ساتھ مکہ سے مدینہ میں حضرت رسولؐ کے پاس آگئے تب

بہار
تو
سیری
بو بکر
پس
سہ
رفت
مقام
مرد
د۔
پہ
اور
دوسری
د ایک
نرس

جناب ۸۶ جناب نازہ بڑا اور حضرت رسول
حضرت رسول قبا سے ان بزرگواروں کے ہمراہ مدینہ کے اندر تشریف
لائے اور پہلے جناب ابوالوہاب انصاری کے مکان میں قیام فرمایا
اور پھر بعد میں آپ نے مدینہ کے اندر کچھ ٹھوڑی سی زمین خرید کر
اس میں ایک مسجد بنوائی اور مسجد کے متصل ہی آپ نے اپنا اور
علیؑ کا دینار زاداج کے مکانات بھی تعمیر کرائے اور اسی میں
بودد باش اختیار کی۔



باب ساتواں

جناب فاطمہ زہرا کی شادی

کتاب السنن معارج النبوة ونبیایح المودة ورسالة النجاة
اور روضتہ الصفا وغیرہ میں بسلا حال جناب فاطمہ زہرا لکھا ہے
جس کا اقتباس اور خلاصہ یہ ہے کہ جب جناب فاطمہ زہرا اپنے ہوئیں تو
بہت سے لوگوں نے ان کے ساتھ شادی کرنے کی تمنا ظاہر کی جن میں
حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بھی تھے لیکن حضرت رسول نے یہ کہہ کر
سب لوگوں کی بات ٹال دی کہ فاطمہ کی شادی کا اختیار مجھے نہیں ہے
بلکہ خدا کا ہے۔ الغرض جب سب لوگ مایوس ہوئے تو لوگوں نے حضرت
علیؑ کو مشورہ دیا کہ آپ کا حق دختر نبی سے شادی کرنے میں سب سے
زیادہ ہے۔ کیونکہ اہل تو آپ رسول اللہ کے چچا زاد بھائی ہیں اور
دوسرے لمحاظ اسلام کے بھی آپ کا رتبہ سب مسلمانوں سے بڑھا
ہو ہے لہذا آپ جناب فاطمہ زہرا کی خواستگاری فرمائیے ممکن
ہے یہ شرف بھی آپ ہی کیلئے مخصوص ہو۔

پہلے گئے۔ تمہرے دن جب پھر حاضر ہونے کا ارادہ کیا اور ابھی حاضر خدمت
نہ ہونے پائے تھے کہ خداوند عالم کا فرمان جبرئیل امین لیکر حاضر خدمت
رسول ہوئے اور کہا کہ خدا نے اپنی کینز خاص فاطمہ کا عقد حضرت علیؑ
مرقسی کے ساتھ آسمان پر کر دیا ہے۔ اس خوشی میں وہاں تمام آسمانوں
اور عرش کی زینت کی گئی تھی اور بیت سمور کے پاس ایک ممبر زینب
ہوا تھا اور وہیں عقد ہوا تھا اور اس خوشی میں خدا کے حکم سے زرد
جواہر نثار کئے گئے جن کو تبرک تمام لاکھ اور تور و عثمان نے لیا تھا۔
اور پھر مجھے خداوند عالم کا حکم ہوا کہ اس بچھاؤ فاطمہ میں سے کچھ بطور
تبرک میرے حبیب کے پاس لے جاؤ اور اسے یہ خوشخبری سنادو
اور کہو کہ میں نے آسمان پر عقد پڑھ دیا تم زمین پر فاطمہ کے عقد کی علیؑ
کے ساتھ تجدید کر دو۔

جس وقت جناب جبرئیل امین یہ خبر پہنچا چکے اور حضرت رسول
ابھی خوش ہی ہو رہے تھے کہ حضرت علیؑ تشریف لائے اور سلام کر کے
بدستور سابق چپ ہو کر بیٹھ گئے اور حضرت سرور کائنات نے خود فرمایا کہ
اے علیؑ ابتداء تو ہی کہ کس فردت سے آئے ہو۔ یاد رکھو کہ تمہاری سب

یہ شرف کوئی نبوی شرف تو تھا نہیں کہ جس کی تمنا حضرت علیؑ کے دل
میں نہ ہوتی لیکن محض شرم اور اپنی بے بضاعتی مان تھی۔ لیکن جب لوگوں
نے آمادہ کیا تو آپ ایک دن اس غرض سے حضور کے دلت کدہ پر حاضر
ہوئے۔ اس وقت آنحضرت ام المومنین ام سلمہ کے پاس تشریف فرما
تھے۔ حضرت علیؑ مرقسی نے زنجیر دہلائی۔ ام المومنین نے پوچھا کون ہے؟
پہنچے خدا نے فرمایا۔ اے ام سلمہ! دروازہ کھول دو کیونکہ یہ وہ شخص دروازہ
پر کھڑا ہے جس کو خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں اور جو خدا اور رسول
کو دوست رکھتا ہے۔ ام المومنین نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ
پر خدا ہوں وہ ایسا کون شخص ہے جس کی نسبت آپ یوں گواہی دے
رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ میرے ابن عم علیؑ مرقسی ہیں۔

یہ سن کر ام المومنین نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور
حضرت علیؑ اندر تشریف لائے اور سلام کر کے سر جھکا کر بیٹھ گئے
لیکن جیسا کہ اسے کچھ نہ کہہ سکے اور ٹھوڑی دیر بیٹھ کر واپس چلے
گئے۔ دوسرے دن پھر اسی ارادہ سے آئے لیکن پھر شرم و حیا کے
بارے زبان سے کچھ نہ کہہ سکے اور کچھ دیر بیٹھ کر بلا اظہار مدعا کے واپس

بہار
کننے
چلنے
ہے
کہہ
سے
سے
علی
ام پر
ما تو
بارہ
باب
متی
ب

خوشیوں سے مملو ہیں۔ بلا لحاظ جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے نہایت مودتاً انداز سے اظہارِ خواہش کیا، حضرت رسولؐ کا چہرہ خوشی سے اور بھی بتاش ہو گیا اور مسکرا کر فرمایا کہ اے علیؑ! فاطمہؑ کے ہر گے واسطے تمہارے پاس کیا ہے؟ حضرت علیؑ نے عرض کیا، حضورؐ میری دنیاوی حالت سے تجویزی دانتھ ہیں کہ میرے پاس مال دنیا میں سے صرف ایک زڑہ ہے۔ ایک تلوار ہے اور ایک اونٹ ہے۔ پیرزہ خدا نے یہ سن کر فرمایا کہ تلوار تو جہاد کیلئے از حد ضروری ہے۔ اونٹ بھی بار برداری کیلئے درکار ہے البتہ تم ایسے بہادر کیلئے زرد چننا ضروری نہیں۔ لہذا تم اس کوچہ ڈالو یہی فاطمہؑ کا مہر ہے۔ الغرض وہ زڑہ لیکر حضرت علیؑ خوش خوش فردخت کرنے گئے۔ حضرت رسولؐ فاطمہ زہراؑ کے پاس تشریف لائے اور نہایت شفقت و مہربانی کے ساتھ فرمایا کہ اے نور چشم خدا نے تمہارا عقد علیؑ ابن ابی طالبؑ سے آسمان پر کر دیا ہے اور مجھ کو حکم بھیجا ہے کہ میں زمین پر اس کی تجدید کروں۔ پس میں تمہارا نکاح اپنے عزیز ترین بھائی علیؑ رضی اللہ عنہ سے کرنا ہوں جو خدا کے دلی اور میری امت کے پسندیدہ امام ہیں۔ جناب معصومہؑ نے یہ سن کر جیسا سے سر جھکا لیا اور خاموش رہیں۔

اس کے بعد آپ نے اپنی ازدواج کو حکم دیا کہ گھر میں شادی کا انتظام کر دو اور یہ کہہ کر حضرت رسولؐ باہر تشریف لائے۔ اتنے میں زڑہ فردخت کر کے حضرت علیؑ بھی آگئے اور اُس کی قیمت پانچ سو درہم حضرت رسولؐ کی خدمت میں پیش کئے۔ سرورِ عالم نے اس میں سے ایک مٹھی درہم حضرت بلالؓ کو دیئے اور فرمایا کہ جاؤ اس کی خوشبو بول لاؤ پھر دو مٹھی درہم ابو بکرؓ کو دیئے اور فرمایا کہ عمارؓ یا سرکوساؓ کے ساتھ لے جاؤ۔ فاطمہؑ کیلئے چہیز خرید لاؤ۔ دونوں صحابی گئے اور چہیز فاطمہؑ کیلئے حسب ذیل چیزیں خرید لائے۔

تفصیل سامان چہیز جناب فاطمہ زہراؑ صلوات اللہ علیہا
 ۱۔ ایک پیراہن قیمتی سات درہم ۲۔ ایک مقننہ قیمتی چارہ درہم
 ۳۔ ایک سیاہ خیسری چادر جو کس نامی کپڑے کی بنی تھی اور دو پائت
 ۴۔ مین روایتوں میں زڑہ کی قیمت پانچ سو درہم ہے جس کی قیمت اس وقت کے لحاظ سے
 ایک سو سات یا ایک سو ساٹھ روپے ہوتی ہے۔ جناب تاجہ زہراؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت کے لحاظ سے
 کی قیمت پانچ سو درہم ہوتی ہے لہذا اس وقت کے لحاظ سے قیمت زیادہ ہوتی۔ اوتن

کی تھی اور جو خرم کی چھال سے سلی ہوئی تھی ۵۔ ایک خرم کے چھال کی چٹائی۔ ۶۔ دو دیکھو نے یعنی دو ٹیکس جو مہری کپڑے کتاں کی تھیں کہ جس میں ایک میں خرم کے چھال اور دوسرے میں بھیر کا اون بھرا ہوا تھا۔ ۷۔ چار کتے جو طائف کے بنے ہوئے تھے اور جن میں ایک خوشبودار گھاس اذ فرمایا بھری تھی ۸۔ ایک پردہ ادنی دروازہ پر لٹکانے کیلئے ۹۔ ایک چکی ۱۰۔ ایک تانبے کی لگن ۱۱۔ ایک مشک ۱۲۔ ایک پیالہ لکڑی کا ۱۳۔ ایک قرینہ یعنی گھڑا ۱۴۔ ایک لٹا ۱۵۔ چند آنکھوں سے مٹی کے۔

الغرض سیدہ کو من کا یہ متذکرہ بالا چہیز جب جناب رسول خداؐ کے سامنے رکھا گیا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھرائے اور فرمایا کہ خدا ابلیس کو برکت کرامت فرمائے۔ اس کے بعد جیسا کہ جلالہ العیون میں لکھا ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خداوند اُس گردہ کو برکت دے جس کے پاس زیادہ مٹی کے برتن ہوں۔ بعدہ آپ گھر میں تشریف لے گئے اور ازدواج سے فرمایا کہ فاطمہؑ کو دہلین بناؤ۔ اور دل ہی دل میں دعا فرمائی کہ یہ خیال کر کے آبدیدہ

ہو گئے کہ آج اگر فاطمہؑ کی ماں حضرت خدیجہ زہراؑ زندہ ہوتیں تو کیا کچھ وہ اہتمام نہ کرتیں اور ان کو کس قدر مسرت ہوتی۔ ادھر کا تو یہ حال تھا اور ادھر بلالؓ نے آپ کے حکم سے مدینہ میں منادی کرادی کہ پیغمبر خدا کی دختر طہر کا عقد ہے لوگ محفل نکاح میں شریک ہوں۔

الغرض جب سب لوگ جمع ہو چکے تو حضرت سرورِ انبیاء مہر پر تشریف لائے اور بعد حمد و ثنائے باری تعالیٰ فرمایا کہ اے مسلمانو! خدا کی طرف سے ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اُس نے مجھے خبر دی ہے کہ خداوند عالم نے لاکھ کو بیت سمور کے پاس جمع کر کے اپنی کینز خاں فاطمہ زہراؑ کا عقد اپنے خاص بندے علیؑ رضی اللہ عنہ سے کر دیا ہے اور جس دنیا اور ثلث بہشت اور زمین کے خاص چار دریا فرات، نیل، دہنہ زہروان و نہر بنی فاطمہؑ کو علیؑ کی طرف سے ہر عین عنایت کے ہیں اور جسکو حکم دیا ہے کہ میں اس کی عقد کی تجدید تم سب کے سامنے زمین پر بھی کر دوں اور پانچ سو درہم ہر مقررہ گھر دس تا کہ پیرسی امت میں سنت قرار پائے اور ہر امیر و غریب دے سکے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ سے فرمایا کہ خطبہ پڑھو۔ حضرت علیؑ نے نہایت

نصاحت اور بلاغت کے ساتھ خطبہ پڑھا حضرت رسولؐ نے سیدہ کا عقد حضرت علیؑ سے کر کے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ عنقریب فاطمہؑ کے دو فرزند ہوں گے جو انان جنت کے سردار ہوں گے۔ اسلامی تاریخوں میں تاریخ عقد جناب فاطمہ زہرا کی نسبت اختلاف ہے لیکن سن ہجری کی نسبت اختلاف نہیں ہے۔ کسی نے لکھا ہے کہ یہ عقد جمعہ کے دن ریح الاول سلسلہ میں ہوا۔ کسی نے لکھا ہے کہ یکم ذی الحجہ سلسلہ کو ہوا۔ کسی نے ماہِ رجب سلسلہ لکھا اور جلال العیون میں علامہ مجلسی نے کشف النعمۃ کے حوالے سے جناب امام جعفر صادقؑ کی سند سے لکھا کہ تزویج جناب فاطمہ زہرا ماہ رمضان المبارک میں اور رخصتی اور ماہ ذی الحجہ ۳ھ میں ہوئی (واللہ اعلم بالصواب) (دیکھو ترجمہ جلال العیون صفحہ ۱۲۲)

جب عقد ہو کر قریب ایک ہینہ کا عرصہ گزر گیا اور فاطمہ زہرا کی رخصتی نہیں ہوئی اور حضرت علیؑ بھی شرم کے مارے اس کا تذکرہ زبان پر نہ لاسکے تو ایک دن پیغمبر خدا کی بعض بی بیوں حضرت علیؑ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ تم میرا المرسلین سے فاطمہ کی رخصتی کے

بارے میں کیوں نہیں کہتے۔ اگر تم کو شرم آتی ہے تو تم سے کہو ہم آنحضرتؐ سے عرض کریں گے حضرت علیؑ نے کہا کہ بہتر ہے۔ الغرض مرضی علیؑ پاکر اہانت المؤمنین نے حضرت رسولؐ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا فاطمہ کی رخصتی کا انتظام کرو۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علیؑ کو بلا کر فرمایا کہ تم فرمادو اور روغن کا انتظام کرو اور میں گوشت روٹی کا انتظام کرتا ہوں اور جس کو چاہو دعوت دو۔

حضرت علیؑ نے کھانے کا انتظام کیا اور مسجد میں آئے اور آپ کو شہرم معلوم ہوئی کہ بعض کو دعوت دیں اور بعض کو نہ دیں پس آپ نے تمام ہاجرین و انصار کو دعوت دیدی۔ وقت مقرّرہ پر چاندی سے زائد آدمی دعوت میں آئے۔ کھانا جو تیار تھا وہ بہت کم تھا۔ جہانوں کی کثرت اور کھانے کی قلت سے آپ کو تردد ہوا۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ تم تردد نہ کرو میں خدا سے برکت کی دعا کروں گا اور وہ اپنے فضل و کرم سے اس کھانے کو سب کے لئے کافی و دانی کر دے گا۔ یہ کہہ کر حضور نے اُس کھانے کو اپنے دست مبارک سے سُس کیا اور امیر المؤمنین سے فرمایا کہ دسترخوان بچھاؤ اور

جہانوں کو کھانا کھلانا شروع کرو۔ الغرض اس میں ایسی برکت ہوئی کہ وہ کھانا بھوسوں کیلئے کافی ہو گیا اور بچ بھی رہا۔ جاہر صحابی رسولؐ نہیں ہیں کہ کھانا ایسا بہترین و نفیس تھا کہ میں نے اس سے بہتر دلیہ کبھی نہیں کھایا تھا۔

الغرض جب جہان سیر ہو چکے تو پیغمبر خدا نے کا سے بھر بھر کر ازواج کے یہاں کھانا بھیسجا اور ایک کا سہ میں دلیہ کا کھانا رکھ کر فرمایا کہ فاطمہؑ اور ان کے شوہر کیلئے ہے۔ کھانا کھاتے اور تقسیم کرتے ہوئے شام ہو گئی۔ اس وقت پیغمبر خدا حضرت علیؑ کو لے کر گھر میں آئے اور اتم سلسلہ سے فرمایا کہ فاطمہؑ کو لاؤ۔ پس وہ جناب سیدہ کو پیغمبر کے پاس لائیں۔ اس وقت وہ معظمہ سر سے پاؤں تک چادر اوڑھے ہوئے تھیں اور چادر کے پلوؤں میں چلتے وقت پاؤں اٹھتے اور شرم سے قدم لٹکھراتے تھے۔ جب وہ قریب آئیں تو جناب پیغمبر خدا نے کہا کہ خدا دنیا و آخرت میں تم کو لغزش سے دور رکھے۔ اُس کے بعد ان کے چہرہ انور سے اس طرح چادر ہٹائی کہ حضرت علیؑ کی نظر جناب سیدہ کے جمال انور پر پڑی جناب پیغمبر

نے جناب سیدہ کا ہاتھ لے کر بولا شکلات علیؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ خدام کو برکت دے یا علیؑ کیا مبارک یہ تھا۔ یہ دو لہن ہے جو خیر انصار ہے۔ اور اے فاطمہؑ کیا خوب یہ تھا۔ ان شوہر ہے جو میرے بعد خیر البشر ہے۔ اس کے بعد آپ نے جناب فاطمہ زہرا کی رخصتی کا اس طرح انتظام فرمایا کہ اپنے خاص اقدار جناب فاطمہ زہرا کو سوار فرمایا اور مسلمان فاری کو اس کی ہمار پکڑ کر چلنے کا حکم دیا کہ وہ جناب سیدہ کی سواری کے ہمراہ ان کے سسرال تک جائیں۔

پس جناب فاطمہ زہرا اس طرح رخصت ہوئیں کہ جناب فاطمہ زہرا کی سواری کے آگے آگے پیغمبر خدا کی بی بیوں دینی اہتم و ہاجرین و انصار کی عورتیں تھیں اور ان کے پیچھے سرد عالم اور حضرت حمزہؑ و عقیلؑ وغیرہ جملہ نبی اہتم تلواریں علم کے ہوئے چلے۔ ابھی چند قدم چلے تھے کہ جبرئیلؑ اور حضرت علیؑ کا بیدر پوئل خیر بشر ہونا ہمت کی اور بت سی نکالیں میں کھانے کے لئے جناب سیدہ انجمنی نے اپنی کتاب نایاب المودۃ میں بھی لکھا ہے اور بی بی ابی شیبہ نے اپنی کتاب مودۃ العقیل میں لکھی ہے کہ حضرت علیؑ بیدر پوئل خیر بشر ہیں اور جو اس سے نکلا کر نہ پاس میں تک کہ وہ کافر ہے۔ (الہدیٰ)

جناب فاطمہ زہرا کی شادی
یکایک تشریح فرمادہ فرشتے آکر حاضر ہوئے اور حمد ان جناب بھی آتی
گئیں اور وہ سب کے سب تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے دو گھنٹے کی
سواری کے گرد ہوئے۔

الغرض اس طرح تکبیر کے نعروں میں شہنشاہ انبیاء کی بیٹی جناب
فاطمہ زہرا دو پہن بنی ہوئی اپنے شوہر علیؑ ابن ابی طالبؑ کے گھر
تشریف لائیں۔ حضرت رسولؐ بھی گھر میں تشریف لے گئے اور تقویٰ بابائی
منگاکر اس میں سے ایک گھونٹ پانی منہ میں لے کر اسی پیالہ میں گئی
کی اور چلو میں وہ پانی لے کر جناب صدیقہ طاہرہ کے سرو سینہ پر اور
جناب میرے سرو پشت پر چھڑکا اور درگاہ رب العزت میں دعا کی کہ
خداوندایہ میری قرۃ العین فاطمہ تیری خاص کنیز بھکودنیامیں سب سے
زیادہ محبوب ہے اور اسی طرح میرا وقت بازو علیؑ ابن ابی طالبؑ
تیرا بندہ خاص بھکوسب سے زیادہ عزیز ہے۔ تو ان دونوں کو برکت
عطا فرما۔ میں ان دونوں سے ہوں اور یہ دونوں مجھ سے ہیں۔ بارابا
جس طرح تو نے مجھ کو نجاست اور لیدگی سے پاک و طاہر کیا ہے اسی
طرح ان دونوں کو بھی پاک و پاکیزہ رکھ اور ان کی نسل میں بھی برکت

جناب فاطمہ زہرا کی شادی
طہارت عطا فرما۔ اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خداوند ابراہیمؑ ان
کی رعایت کرے اور ان سے صلح و دوستی عمل میں لائے میں اس سے
خوش اور راضی ہوں اور جو شخص ان کو ناراض کرے اور ان سے لڑے
اور عداوت رکھے اس سے میں ناخوش اور بیزار ہوں۔ لہذا لے
میرے الگ تو ان کے دوستوں پر رحم اور ان کے دشمنوں پر غضب
نازل فرما۔ اس کے بعد دونوں حضرات کو ایک دوسرے کے حفظ
مراتب کے نسبت کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ جناب فاطمہ زہرا سے تو یہ فرمایا
کہ دیکھو علیؑ سے کوئی ایسی فرمائش نہ کرنا جس کو پورا نہ کر سکنے کے سبب
سے علیؑ کو تم سے ندامت ہو اور حضرت علیؑ سے یہ فرمایا کہ دیکھو فاطمہؑ
میرے جگر کا ایک ٹکڑا ہے اور اس کا رنج میرا رنج ہے۔ دیکھنا کہ
فاطمہؑ کو تم سے کوئی رنج نہ ہو نچنے پانے۔ اس کے بعد دونوں
کو دعائیں دے کر حضرت رسولؐ واپس تشریف لائے۔
دوسرے دن حضرت رسولؐ پھر جناب مفسومہ کے یہاں
تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ ایک کاسہ دودھ بھی لیتے گئے
اور وہ دودھ جناب امیر اور جناب فاطمہ زہرا کو نوش کر لیا۔

جناب فاطمہ زہرا کی شادی
نالماہ اہلسنت جناب معین کا شفی نے اپنی مرتبہ کتاب معارج النبوۃ
میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز جناب سیدہ نے پیغمبر خدا سے عرض
کیا کہ آپ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ میرے ہر میں آپ کے امت عاصی
کی شفاعت بھی فرما دے۔ حضور نے دعا فرمائی فوراً جبرئیلؑ ابن نازل
ہوئے اور ایک قطعہ حریر کا اپنے ساتھ لائے جس پر لکھا ہوا تھا کہ حق تعالیٰ
نے فاطمہؑ کے ہر میں اس کے باپ کی امت عاصی کی شفاعت بھی
مقرر فرمادیا۔ جب سرد کائنات نے وہ قطعہ سحر جناب فاطمہؑ کو دیا تو
جناب فاطمہؑ اسے لے کر نہایت سرور ہوئیں اور بجدہ شکر ادا کیا اور
اس تحریر کو اپنے پاس بہت حفاظت سے رکھا یہاں تک کہ رحلت
کے وقت وصیت فرمائی کہ اس تحریر کو میری قبر میں رکھ دینا تاکہ میں
اس کو لے کر قیامت کے دن اٹھوں اور اس کو حجّت فرما دیکھ
اپنے والد کے گنہگار امتیوں کی شفاعت کروں۔

جناب فاطمہ زہرا کی شادی
مناقب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ جس کے بلالؓ باقل ہیں کہ
ایک روز پیغمبر خدا نہایت شاد و فرحان ہوئے ہوتے ہمارے سلسلے
تشریف لائے۔ بعد از صلوات بن عوف نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسولؐ
آپ کے چہرے پر یہ نور کیسا ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں تو آنحضرتؐ نے
فرمایا کہ یہ نور اس مسرت خیز بشارت کی وجہ سے ہے جو اللہ کی طرف
سے میرے بھائی اور ابن عم علیؑ اور میری بیٹی فاطمہؑ کے حق میں آئی
ہے اور وہ بشارت یہ ہے کہ جب خداوند کریم نے علیؑ و فاطمہؑ کی تزویج
فرمائی تھی تو رضوان جنت کو درخت طوبیٰ کے آراستہ کرنے کا حکم دیا
تھا اور اس کو اس نے ہلایا تو اس میں سے مینا پر پچے لکھنے ہوئے
مجان اہلیت کی تعداد کے برابر ظاہر ہوئے اور اس درخت کے
نیچے اللہ نے نور سے اسی قدر فرشتے پیدا کئے اور ہر فرشتہ کو ایک
ایک پرچہ عنایت کیا کہ جب قیامت برپا ہوگی تو وہ فرشتے تمام ان
مخلوق کو امام لے کر پکاریں گے اور مجبان اہلیت میں سے کوئی
محب ایسا باقی نہ رہے گا کہ اس کو وہ پرچہ جس میں اس کی نسبت
دورخ سے آزادی لکھی ہوگی نہ ملے۔ پس میرے ابن عم علیؑ ابن

ابی طالب اور میری دختر فاطمہ زہرا میری امت کے مردوں اور عورتوں کی نیابت کے باعث ہوئے ہیں اور اس خوشخبری سے جو خدا نے مجھے بجا ہے مجھے یہ خوشی حاصل ہوئی ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

عالم اہلسنت بنا شیخ سلیمان الخفنی نے اپنی کتاب بیایع الودۃ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول کو خبر ہوئی کہ کچھ زنان قریش نے جناب فاطمہ زہرا سے کہا ہے کہ پیغمبر خدا نے تم کو ایک غریب اور غفل آدمی کے ساتھ بیاہ دیا حالانکہ ایک سے ایک رئیس لوگ تمہارے خواہاں تھے۔ یعنی یہ کہ حضرت رسول نے فاطمہ کے ساتھ انصاف سے کام نہیں لیا، پس یہ سن کر حضرت رسول فاطمہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ بیٹی میں نے یہ سنا ہے کہ کچھ زنان قریش نے تم سے ایسا کیا کہا ہے۔ فاطمہ نے عرض کی کہ ہاں بابا مجھ سے ضرور ایسا کیا گیا ہے۔ تو حضرت رسول نے فرمایا کہ اے بیٹی وہ سب جاہل اور حقیقت سے نادانف ہیں۔ اے نور چشم امیرا اور علی کا شمار فقرا میں نہیں ہو سکتا۔ زمین نے اپنے تمام دینے اور خزانے میرے اور علی کے سامنے پیش کئے لیکن میں نے اور علی دونوں نے ان کو قبول

نہیں کیا۔ اس کے علاوہ اے بیٹی! علی جو تمہارے شوہر ہیں وہ اسلام میں سب سے زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر کوئی زناہر ہے اور نہ عالم۔ اے بیٹی! خدا نے اپنی مخلوقات میں جن دو شخصوں کو کوسب سے زیادہ پسند فرمایا ان میں سے ایک تمہارا باپ یعنی میں ہوں اور دوسرا تمہارا شوہر یعنی علی ابن ابی طالب ہیں۔

کتاب شواہد النبوة میں اہلسنت کے مشہور عالم مولا جامی نے لکھا ہے کہ ایک روز جبکہ علی کسی کام سے باہر تشریف لے گئے تھے ان کی عدم موجودگی میں حضرت رسول حضرت علی کے گھر میں تشریف لائے۔ دوران گفتگو جناب صدیقہ طاہرہ نے جناب پیغمبر خدا سے عرض کیا کہ میں نے شب میں دیکھا کہ زمین علی سے باتیں کر رہی تھی پیغمبر خدا نے یہ سن کر فرمایا کہ اے فسز زہرا بڑے شکر اور خوشی کا مقام ہے کہ خداوند کریم نے تمہارے شوہر کو یہ مرتبہ عظیم کرامت فرمایا ہے کہ زمین کو حکم دیا ہے کہ جو واقعات اس پر گذریں وہ ان کو علی ابن ابی طالب سے بیان کرے چنانچہ وہ سب واقعات گذشتہ ان سے بیان کیا کرتی ہے۔ میں کہنا خاتون جنت خوش ہو گئیں۔
اللہم صل علی محمد ذال محمد

باب آٹھواں جناب فاطمہ زہرا کی ازدواجی زندگی

کتاب سیدہ طاہرہ کے صفحہ ۳۰ پر لکھا ہے کہ جب جناب فاطمہ زہرا بخت ہو کر حضرت علی کے گھر آئیں تو وہاں ایک بوریہ تھا جس پر علیؑ سو راکے تھے۔ ایک کھال تھی جس پر اونٹ دانہ کھایا کرتا تھا۔ ایک شگ تھی جس میں پانی بھرا جاتا تھا۔ ایک لکڑی کا کاسہ تھا جس سے پانی پیتے تھے اور اس کے علاوہ گھر میں دو چار مٹی کے پیالے کھانا کھانے کیلئے تھے اور بس۔ البتہ جب جناب سیدہ کا بچہ حضرت علیؑ کے گھر پہنچا تو پہلے کی بہ نسبت آپ کا گھر ذرا بھرا بھرا نظر آنے لگا۔ (دیکھو کتاب سیدہ طاہرہ صفحہ ۳۰)

جناب سیدہ چونکہ ان مخصوص عورتوں میں تھیں جو عالم کیلئے نوزین کر آئی تھیں اور جو کتب الہیہ کی تعلیم یافتہ تھیں اور اس دنیا میں آنے کے قبل ہی سے تمام ضروری چیزوں سے واقف تھیں اس لئے ان کو اور خانہ داری میں بھی ایک خاص سلیقہ حاصل تھا

اور یہی سبب تھا کہ محلہ کی عورتیں اگر جناب فاطمہ زہرا کے اور خانہ داری گھر کی صفائی اور سلیقہ بن کو دیکھتیں تو حیران رہ جاتی تھیں کیونکہ ان کو تعجب ہوتا تھا کہ جن کے گھر میں ایک چھوڑی کئی لڑکیاں کام کر رہی ہیں وہاں بھی ایسی صفائی اور سلیقہ بن نہیں پایا جاتا تھا۔

جناب فاطمہ زہرا ہر چیز کو قرینہ کے ساتھ رکھتی تھیں۔ اپنے اوقات کو کاموں کے لحاظ سے تقسیم کئے ہوئے تھیں۔ عبادت کرنے چکی پیسنے۔ کھانا پکانے۔ باپ کی خدمت میں جانے وغیرہ وغیرہ کے اوقات جدا جدا تھے۔ گھر کی صفائی اور سھرائی کا یہ عالم تھا کہ سارا گھر آئینہ نظر آتا تھا۔ کیا مجال کہ گھر میں کہیں کو ڈاکرٹ پڑا ہو۔ صبح ہوئی نماز سے فارغ ہونے کے بعد خودی سارے گھر میں بھاڑ دے دی۔ چکی پس چکیں تو اسے بھاڑ پونچھ کر صاف کر دیا۔ کھانا کھایا تو سب برتن دھو کر صفائی سے رکھ دیئے۔ گھر کے کام کاج میں اگر کپڑے میلے ہو گئے تو کھنگال ڈالے۔ یہ بات اور تھی کہ مجبوراً کپڑوں میں پیوند پر پیوند لگ جاتے تھے لیکن نہ تو میلے چکٹ ہونے پاتے تھے اور نہ پھٹا ہوا کپڑا ملاسلے ہونے یا بغیر پیوند کے رہنے پاتا تھا۔

برتن بچھونے۔ مکئی، بوریے وغیرہ جملہ سامان سب گردوغبار سے پاک و صاف اپنے اپنے مقام پر فرینے کے ساتھ رکھے رہتے تھے۔

حضرت علیؑ ان لوگوں میں نہ تھے کہ جن کو دولت جمع کرنے کی خواہش ہوتی جب انھوں نے اپنی حکومت اور بادشاہت ظاہری کے زمانے میں کبھی کبھی جمع نہ کیا تو بھلا اس وقت کیا جمع کرتے۔ انھیں تو آخرت کے سنوارنے کی پرداہ و لگن تھی اور یہ دونوں میاں بیوی گویا ایک ہی ہونے کے اور ایک ہی خواہش کے مالک تھے۔ دونوں کی نظروں میں پیش نظر جو کچھ تھا وہ رضائے الہی اور توشہٴ آخرت اور بس۔ حالت یہ تھی کہ جو کچھ مل جاتا اس میں سے صرف ایک دقت کے کھانے کا رکھ لیتے اور باقی سب راہ خدا میں سکینوں میں بیویوں اور بچوں کو تقسیم کر دیتے تھے۔ اکثر اوقات تو خود فائدے سے بڑے رہتے تھے اور اپنا کھانا اٹھا کر دوسروں کو دے دیتے تھے اور ایسا کام کرتے دقت دونوں میاں بیوی کو ایک خاص لذت محسوس ہوتی تھی اور اسی لئے انھیں یہ ظاہری تکلیف تکلیف نہیں معلوم ہوتی تھی تو بھلا ایسی حالت میں ایک دوسرے کی کیا رک ٹوک کرے۔ زہرہ قناعت۔ ایثار و

توکل چونکہ میاں بیوی دونوں میں یکساں پایا جاتا تھا اس لئے باوجود اس ایثار و سخاوت اور ظاہری تکلیف کے نہ علیؑ کو فاطمہ سے شکایت ہوتی اور نہ فاطمہ کو علیؑ سے۔ اس لئے کہ دونوں کی زندگی کا اصل مقصد خدا کی رضا مندی حاصل کرنا تھا نہ کہ تن پروری اور راحت طلبی۔

حضرت علیؑ بھی حضرت رسولؐ کی انخوشی و محبت کے پروردہ تھے اور جناب فاطمہ زہراؑ بھی۔ دونوں اپنے اپنے سہرا لٹھ سے آگاہ بھی تھے اور معصوم بھی تھے۔ دونوں مکتب الہی کے تعلیم یافتہ بھی تھے اور معلم روحانی بھی۔ دونوں تمام لوگوں کیلئے نوبہٴ عمل بننے کیلئے آئے تھے نہ کہ سیکھنے کیلئے اور دونوں ایک دوسرے کی حقیقت سے واقف بھی تھے تو بھلا ایسی صورت میں کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ ایک کو دوسرے سے کوئی شکایت کا موقع ملتا۔

✓ گھر کی حالت تو یہ ضرور تھی کہ ایثار و سخاوت و تنیم پروری وغیرہ وغیرہ کی بدولت گھر میں اکثر فائدے سے بسر ہوتی تھی۔ روزہ تو ان کے گھر کا روزہ کا زمانہ تھا اور اکثر ایسا بھی ہو جاتا تھا کہ اگر روزہ کھولنے کے وقت کوئی سائل آگیا تو پھر اکثر پانی ہی سے انظار کر کے

دوسرا روزہ رکھ لیا جاتا تھا اس لئے کہ ان کے گھر کو یہ بھی نفسہ حاصل ہے کہ کوئی سائل کبھی بھی خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹتا۔ اور ایسے حالات میں بھی جب کہ فائدہ پر فائدہ ہو جاتا تھا۔ ضرورت سنا تی تھی لیکن کیا مجال کہ اخلاق میں کچھ بھی فرق پڑے یا تیوری پر کبھی بھی بل آئے۔ ضعف سے چاہے جو کچھ بھی ہو جائے لیکن آپس میں اخلاق و محبت اور عبادت الہی وغیرہ میں ذرہ برابر بھی منسرق نہیں پڑتا تھا اور شرم و حیاء کی تو یہ حالت تھی کہ غیروں کا کیا ذکر حضرت رسولؐ خدا پر کبھی اپنی ضرورت کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔

حضرت رسولؐ خدا نے چونکہ رخصتی کے وقت حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت علیؑ دونوں کو ایک دوسرے کا لحاظ رکھنے کے لئے خاص طور سے نصیحت فرمادیا تھا۔ فاطمہ زہراؑ سے تو یہ کہہ دیا تھا کہ دیکھو کبھی علیؑ سے کوئی ایسی فرمائش نہ کرنا جس کو پورا نہ کر سکنے کی وجہ سے ان کو ندامت و پشیمانی ہو اور حضرت علیؑ سے یہ فرمادیا تھا کہ فاطمہ میرے جگر کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس کا رنج میرا رنج ہے دیکھنا کہ فاطمہ کو تم سے کوئی رنج نہ پہنچنے پائے۔ پس اس نصیحت رسولؐ

کا بھی دونوں کو پاس و لحاظ تھا۔ فاطمہ زہراؑ نے تو اس نصیحت کا اتنا پاس و لحاظ کیا کہ مرتے دم تک کبھی حضرت علیؑ سے از خود کوئی فرمائش نہیں کی۔ اور حضرت علیؑ نے حضرت رسولؐ کی نصیحت کا اتنا پاس و لحاظ رکھا کہ باوجود اس سنگدستی و ناداری و ایثار و سخاوت کے جناب فاطمہ زہراؑ کی خوشی کا ہمیشہ خیال رکھا۔

جناب فاطمہ زہراؑ کو انتظام امور خانہ داری کے ساتھ ساتھ اطاعت شہرہ کا بھی بڑا پاس و خیال تھا۔ اور یہاں تک کہ آپ اپنی بیماری کے عالم میں بھی اس کو فراموش نہیں کرتی تھیں۔ کتنا سیدہ طاہرہ کے صفحہ پہلے پر ایک واقعہ اس کی مثال میں اس طرح درج ہے کہ جس کے ناقل خود حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب سیدہ بیارہیں اور رات بڑی بے چینی کے عالم میں کاٹی۔ ان کی بے چینی کے سبب سے میں بھی آرام نہ کر سکا۔ یکایک مسجد سے صبح کی اذان کی آواز آئی۔ میں نے دیکھا کہ جناب سیدہ فوراً اٹھیں اور وضو کرنے میں مصروف ہوئیں۔ میں نے خیال کیا کہ اگر یہ اس وقت تیمم سے نماز

پڑھ لیتیں تو اچھا ہوتا لیکن میں بغیر کچھ کہے سے مسجد میں چلا گیا۔ بعد نماز جب واپس آیا تو جناب سیدہ کو حسب معمول چکی پیستے لئے پایا۔ میں نے دیکھا کہ جناب فاطمہ کا چہرہ شدت مرض کی وجہ سے تھمارا ہوا تھا۔ دل بے چین ہو گیا برداشت نہ کر سکا تو میں نے نہایت نرمی سے کہا۔ رات بھر آپ کو بخار رہا۔ ایک منٹ کے لئے آرام نہیں کیا۔ اس پر صبح ہی ٹھنڈے پانی سے وضو کر لیا اور اب چکی پیس رہی ہیں۔ کیا ان باتوں سے آپ کے مرض میں اور شدت نہ ہو جائے گی؟ جناب فاطمہ زہرا نے سر جھکا کر جواب دیا اگر میں اپنے فراتس کے انجام دینے میں مرکبھی جاؤں تو یقین کر لو کہ میں انتہا سے زیادہ خوش ہوں گی۔ میں نے وضو کیا عبادت خدا کے لئے اور چکی پیسی آپ کی اطاعت کے لئے۔ اب آپ ہی بتلائیں۔ فاطمہ کے لئے ان دونوں فریضوں سے بڑھ کر اور کیا فریضہ ہو سکتا ہے۔ (دیکھو کتاب سیدہ طاہرہ ص ۵۴)

بہر حال یہ تو اس وقت کا عالم ہے جب کہ جناب فاطمہ زہرا کے پاس کوئی کینز نہ تھی۔ ممکن ہے کہ کسی کے دل میں یہ غم خیال

آوے کہ جنگ خیبر کے بعد جب حضرت رسول خدا نے ایک کینز جس کا نام فقہہ تھا جناب فاطمہ زہرا کو عطا کر دی تھا اس وقت فاطمہ زہرا کو آرام ملتا ہو گا لیکن ایسا خیال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حضرت رسول نے فقہہ کو دیتے وقت یہ بھی فرما دیا تھا کہ دیکھو فاطمہ ایک دن گھر کا کام تم اپنے ہاتھ سے کر دو گی اور ایک دن اس کینز سے کام لو گی۔ تو پھر اس ہدایت کے بعد بھلا فاطمہ زہرا سے کیا یہ ممکن تھا کہ کبھی وہ اس کے برخلاف عمل کرتیں؟ کبھی نہیں۔ واقعات شاہد ہیں کہ فاطمہ زہرا نے حضرت رسول کی اس ہدایت پر پوری پوری طرح سے عمل کیا۔ چنانچہ ذیل کا واقعہ خود بتلائے گا کہ جناب فاطمہ زہرا نے حضرت رسول کی اس ہدایت پر کس طرح عمل کیا۔

کتاب سیدہ طاہرہ کے صفحہ ۵۴ اور کتاب جلاء العیون کے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ جناب سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن جناب سلمان فارسی چونکہ بمصر ان ارشاد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابلیت میں شامل ہیں اس لئے ان کے لئے ایک خصوصی شرافت ہے کہ وہ اکثر گھر میں آیا جاتا کرتے تھے۔ (مؤلف)

دن میں کسی ضرورت سے سیدہ کے گھر میں گیا۔ دیکھا کہ وہ چکی پیس رہی ہیں۔ محنت سے ان کے دونوں ہاتھ زخمی ہو گئے ہیں۔ چکی کی کھوٹی خون آلود ہے۔ ایک گوشہ میں حضرت امام حسینؑ جو کچھ کی شدت سے رو رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر بیتاب ہو گیا اور جناب سیدہ کی خدمت میں عرض کیا کہ فقہہ کے ہوتے ہوئے آپ اتنی مشقت کیوں اٹھا رہی ہیں۔ یہ کام ان سے کیوں نہیں لیتیں؟ فرمایا اے سلمان! فقہہ کو دیتے وقت میرے پدر بزرگوار نے مجھ سے تاکید فرمادی تھی کہ ایک دن گھر کا کام کاج میں کیا کروں اور ایک دن فقہہ۔ اس حساب سے آج میری باری کا دن ہے۔ فقہہ کا نہیں اس لئے میں فقہہ کو ناحق بھلیفت دینا نہیں چاہتی۔ سلمان کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں بے اختیار رونے لگا اور عرض کی کہ میں تو آپ کا آزاد کردہ غلام ہوں مجھے حکم دیکھئے کہ میں حسینؑ کو پہلاؤں یا چکی پیسوں۔ یہ سن کر فاطمہ زہرا نے فرمایا کہ حسینؑ میرے بغیر نہیں بہیں گے میں انھیں پہلاؤں لیتی ہوں تم جو پیس لو۔ میں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ابھی چکی ہی پیس رہا تھا کہ اتنے میں مسجد سے اذان کی آواز سنائی

دی۔ میں اجازت لے کر نماز پڑھنے چلا گیا۔ وہاں بعد نماز حضرت علیؑ سے اس واقعہ کو بیان کیا۔ آپ مسجد سے گھر میں آئے اور گھر سے فوراً ہی ہنستے ہوئے پھر مسجد میں تشریف لائے۔ میں نے ہنسنے کا سبب دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ جب میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ سیدہ تو تھک کر سو گئی ہیں اور حسینؑ آپ کے سینہ پر آرام کر رہے ہیں اور چکی آپ ہی آپ گردش کر رہی ہے۔ اس لئے میں ہنسا۔ جب یہ تذکرہ جناب رسول خدا کے گوش گزار ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے علیؑ! سیدہ تھک گئی تھیں اس لئے خدا نے ان پر نیند کو مسلط کر دیا کہ وہ آرام کر لیں اور فرشتے کو مقرر کیا کہ ان کے بجائے چکی پیسے۔

یوں تو امور خانہ داری کے تقسیم کار کی نسبت کتاب سیدہ طاہرہ کے صفحہ ۵۴ پر حضرت امام حسنؑ کی زبانی یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ گھر کے باہری کام جتنے بھی ہوتے تھے اسے حضرت امیر المؤمنین علیؑ علیہ السلام انجام دیا کرتے تھے اور گھر کے اندرونی کام جناب فاطمہ زہرا انجام دیتی تھیں لیکن دیگر کتابوں کے دیکھنے سے یہ بھی

معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی حضرت علیؑ کو موقع مل جاتا تھا وہ گھر کے اندرونی کاموں میں بھی جناب فاطمہ زہرا کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ چکی بھی پیستے تھے اور دوسرے اندرونی امور خانہ داری میں بھی جناب فاطمہ زہرا کی امداد فرماتے تھے۔

حضرت علیؑ کے ایسے واقعات جن میں انہوں نے جناب فاطمہ زہرا کے اندرون امور خانہ میں مدد کی ہے بہت سے ملتے ہیں لیکن میں ان میں سے صرف ایک واقعہ لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں جس میں خدمت عیال اور امور خانہ داری میں زوجہ کی مدد کرنے کی فضیلت اور ثوابات بھی درج ہیں۔ وہ واقعہ درج ذیل ہے۔

کتاب تحفۃ الابرار ترجمہ جامع الاخبار کے ملکہ پر لکھا ہے جسکے راوی خود حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت رسولؐ ہمارے گھر میں تشریف لائے۔ اس وقت جناب فاطمہ زہرا انڈی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور میں مسرور صاف کر رہا تھا تو یہ دیکھ کر حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ! یاد رکھو جو شخص اپنے گھر کے کاروبار میں اپنی زوجہ کی مدد کرے گا تو

خداوند عالم اس کے ہر موسمے بدن کے عوض اسے ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا کرے گا جس کے دنوں میں روزہ رکھا گیا ہو اور راتوں کو عبادت کی گئی ہو اور خدا اس کو صابریں کا ثواب بھی بخشے گا۔ اور اے علیؑ! ایک ساعت اپنے عیال کی خدمت یا اپنے گھر کا کام کرنا بہتر ہے۔ ہزار برس کی عبادت۔ ہزار حج۔ ہزار عمرہ۔ ہزار غلام آزاد کرنے۔ ہزار جہاد کرنے۔ ہزار مریضوں کی عیادت کرنے۔ ہزار جمعہ پڑھنے۔ ہزار جنازوں کی مشابہت کرنے۔ ہزار بھوکوں کو کھانا کھلانے۔ ہزار لوگوں کو لباس پہنانے۔ ہزار گھوڑے راہ خدا میں دینے۔ ہزار دینار سکین کو صدقے دینے۔ توریت دزبر اور قرآن کے پڑھنے۔ ہزار قیدی آزاد کرانے۔ ہزار اونٹ مساکین کو دینے سے اور اے علیؑ! جو شخص خدمت عیال سے شرم نہیں کرتا وہ بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب فاطمہ زہرا اور حضرت علیؑ کی زندگی اس دنیا کے لوگوں کے لئے ایک ایسی مثالی زندگی تھی جس کا اندازہ کرنا ہمارے لئے کوئی آسان بات نہیں ہے۔ آپس میں ایک دوسرے

کا انتہائی خیال کرنے کے باوجود جب بھی ان میں سے کسی ایک سے دوسرے کی نسبت اس کی غیر موجودگی میں سوال کیا جاتا تھا تب پتہ چلتا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کس قسم کا سلوک تھا اور اس سلوک کے بعد بھی جب اس کی زبان سے اس کا خود جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ اپنے مقام پر یوں معذرت کرتے ہوئے پایا جاتا ہے کہ جیسے اس سے اس کی پوری خدمت نہیں ہو سکی ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بعد وفات جناب فاطمہ زہرا جب کسی نے حضرت علیؑ سے یہ دریافت کیا کہ آپ کے ساتھ جناب فاطمہ زہرا کے معاشرتی تعلقات کیسے تھے؟ تو آپ نے یہ سن کر ایک آہ سرد کھینی اور آنکھوں میں آنسو کھلائے اور فرمایا کہ "فاطمہ زہرا جنت کا ایک خوشبودار پھول تھیں کہ جن کے مرجھانے پر کبھی اسکی خوشبو سے میرا دماغ اب تک معطر ہے فاطمہ کے معاشرتی تعلقات میرے ساتھ انتہائی بہتر تھے۔ وہ میرے ہر قسم کے آرام کو اپنے آرام سے مقدم جانتی تھیں اور مجھے کبھی بھی ان سے ذرہ برابر کبھی

شکایت کا موقع نہیں مل سکا۔ (دیکھو کتاب سیدہ طاہرہ ص ۱۰۰)

لیکن یہی فاطمہ زہرا ہیں کہ جن کی تعریف آپ نے حضرت علیؑ کی زبانی اس طرح سنی۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا اور آپ حضرت علیؑ سے وقت آخر وصیت فرمانے لگیں تو آپ نے سب سے پہلے یہی وصیت کی کہ یا ابالحسن اگر آپ کی خدمت کرنے میں مجھ سے کچھ کمی رہ گئی ہو تو آپ مہربانی فرما کر مجھے معاف فرمادیکھئے۔ جسے سن کر حضرت علیؑ سے برداشت نہ ہو سکا۔ بے اختیار ہو کر رونے لگے اور کہا کہ اے رسولؐ کی بیٹی یہ آپ کیا کہتی ہیں آپ نے تو اپنے آرام پر میرے آرام کو ہمیشہ مقدم رکھا البتہ میں آپ سے شرمندہ ہوں کہ میں آپ کو کچھ آرام نہ دے سکا۔ (دیکھو ناسخ التواتر حال جناب فاطمہ زہرا)

زندگی
ماکی
باہر
اب
تیا
رار
ماکی
سنے
نے
تے
نے
برگرا
عیال
زندگی
انڈیا
سرے

باب نواں ۱۱۸
جناب فاطمہ زہرا کی اولادیں اور ان کی
کچھ فضیلتیں

یہ بات تمام کتب تاریخ و سیر میں بلا اختلاف لکھی ہے کہ جناب فاطمہ زہرا کے کل پانچ اولادیں ہوئیں۔ تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں۔ اولادوں میں حضرت امام حسنؑ سب سے بڑے تھے اس وجہ سے حضرت علیؑ کی کنیت ابو الحسن تھی اس کے بعد حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے اس کے بعد جناب زینب سلام اللہ علیہا پیدا ہوئیں اور ان کے بعد جناب ام کلثوم اور ان کے بعد حضرت محسن کا حمل ان مصائب کی بنا پر ساقط ہوا جو سلسلہ میں وفات رسولؐ کے جناب سیدہ کو اپنے مخالفوں کے ہاتھوں اٹھانے پڑے۔ ان صاحبزادہ کا نام حضرت رسولؐ اپنی زندگی میں اس وقت "حسن" رکھ گئے تھے جب کہ یہ پیدائش ہی میں تھے

باب نواں ۱۱۹
جناب فاطمہ زہرا کی اولادیں
جناب فاطمہ زہرا کی اولاد کے لئے یہ شریعت مخصوص ہے کہ وہ حضرت رسولؐ کی اولاد کہلائیں اور حضرت رسولؐ کی نسل بھی آپ ہی کی اولاد سے پھیلی اور خدا نے بھی اپنے کلام پاک میں جناب فاطمہ زہرا کی اولاد امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہما السلام کو آیہ مباہلہ میں حضرت رسولؐ کی اولاد فرمایا۔

یہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ وہی ہیں جن کے بارے میں حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے جوازوں کے سردار ہیں اور یہ دونوں (اپنے اپنے وقت کے) امام ہیں خواہ بیٹھے رہیں خواہ کھڑے رہیں۔ (تجوید مجیدی و مہدی ص ۱۰۰)

ولادت حضرت امام حسن علیہ السلام

کتاب سیدہ طاہرہ کے صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے کہ آپ ۵ ہجری رمضان المبارک ۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ جناب فاطمہ زہرا کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ جب پیدا ہوئے تو پیغمبر خدا نے آپ کے داہنے کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی اور

باب نواں ۱۲۱
جناب فاطمہ زہرا کی اولادیں

ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام

عالم اہل سنت جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب نیایح المودۃ میں حال جناب امام حسینؑ میں تحریر کیا ہے کہ ہجرت نبوی کے چوتھے سال ماہ شعبان کی تیسری تاریخ میں حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے۔ آپ کی مدت حمل صرف چھ ماہ کی تھی۔ یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ بجز جناب یحییٰ بن زکریا اور حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے آج تک کوئی شخص ماہ بچتے پیدا ہو کر زندہ نہیں رہا۔ جس وقت حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے حضرت رسولؐ نے ان کے بھی داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور ان کا نام جناب ہارون کے دوسرے فرزند کے نام پر خدا کے حکم سے شبیر رکھا جس کا عربی ترجمہ حسینؑ ہے۔

عالم اہل سنت محمد ابن خاندن شاہ نے اپنی کتاب روضۃ العفا میں بسلسلہ حال امام حسینؑ لکھا ہے کہ اسماء بنت عمیس ناقل ہیں کہ جب امام حسینؑ کے کانوں میں پیغمبر خدا اذان و اقامت کہتے

باب نواں ۱۲۰
جناب فاطمہ زہرا کی اولادیں
فرمایا کہ جبریلؑ میرے پاس آئے تھے اور انھوں نے کہا کہ خدا نے حکم دیا ہے کہ چونکہ علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی اس لئے اس فرزند کا نام انھیں کے فرزند کے نام پر "شبیر" رکھو اور عربی میں "حسن" کہو جو شبیر کے ہم معنی ہے۔ اس لئے ان کا نام شبیر اور حسن رکھا گیا۔

اہلسنت کے مشہور عالم جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب نیایح المودۃ حال جناب امام حسنؑ میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اس کو لازم ہے کہ حسنؑ ابن علیؑ سے بھی محبت رکھے۔ اور یہ فرما کر حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص حاضر ہے اس کو چاہئے کہ یہ میرا حکم اس شخص کو پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہے۔

عالم اہلسنت علامہ ابن سعد کا تب الواقدی نے اپنی طبقات میں بسلسلہ تغائل اہلبیت لکھا ہے کہ عمران ابن سلیمان نے بیان کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ کے نام اہل جنت کے ناموں میں سے ہیں اور عرب میں قبل اسلام یہ نام کسی نے نہیں رکھا۔

زندگی
ضرورت
سب
نہا
مدت
ہو
بے
پاکیا
م رکھا
سے

باب نمبر ۱۲۲ جناب فاطمہ زہرا کی اولاد میں
 قرآن کو گود میں لے کر رونے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
 یہ تو خوشی کا وقت ہے آپ رونے کیوں ہیں تو حضور نے فرمایا کہ
 اس مولود کے حال پر روتا ہوں کہ میرے بعد اس کو میری امت
 کے اشقیانہایت ہی ظلم و ستم کے ساتھ شہید کریں گے اور وہ
 ملائین میری شفاعت سے محروم رہیں گے۔

✓ کتب اہلسنت روضۃ الصفا اور بیابج المودۃ میں یہ
 بھی لکھا ہے کہ ایک روز پیغمبر خدا حضرت امام حسینؑ کو اپنے
 داہنے زانو پر اور اپنے صلیبی فرزند ابراہیمؑ کو بائیں زانو پر
 بٹھلائے ہوئے دونوں کو پیار فرما رہے تھے کہ جب ریل امین نازل
 ہوئے اور کہا کہ خداوند عالم بعد تحفہ درود و سلام کے فرمانا
 ہے کہ میری مصلحت نہیں ہے کہ یہ دونوں صاحبزادے زندہ
 رہیں پس ان دونوں میں سے آپ ایک کو اختیار کیجئے اور
 دوسرے سے ہاتھ اٹھائیے۔ حضرت رسولؐ نے یہ سن کر امام حسینؑ
 کو اختیار فرمایا اور اپنے صلیبی فرزند ابراہیمؑ کی موت گوارا فرمائی۔
 پس اس واقعہ کے تیسرے دن حضرت ابراہیمؑ انتقال کر گئے۔

باب نمبر ۱۲۳ جناب فاطمہ زہرا کی اولاد میں
 اس کے بعد سے حضور کا یہ طریقہ تھا کہ جب حسینؑ کو آتے دیکھتے
 تو فرماتے اھلاً ومرحبا بن فدیۃ ابنی ابراہیم یعنی آ۔ آ۔ اے
 میرے وہ فرزند کہ جس پر میں نے اپنے صلیبی فرزند ابراہیمؑ کو بخار
 کر دیا۔

جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب بیابج المودۃ میں
 یہ بھی لکھا ہے کہ ایک روز حضورؐ سرد عالم ام المومنین عائشہ
 کے مکان سے نکل کر جناب صدیقہ طاہرہ کے دروازے پر
 سے گزرے۔ وہاں حضرت امام حسینؑ کے رونے کی آواز سنی
 تو آنحضرتؐ فوراً گھر میں تشریف لے گئے اور جناب فاطمہ زہراؑ
 سے فرمایا کہ اے فاطمہ! کیا تم کو نہیں معلوم کہ حسینؑ کے رونے
 سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ جلد حسینؑ کو خاموش کر دو۔

عالم اہلسنت جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنی
 کتاب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ ترمذی اور عبد اللہ بن
 احمد نے زوائد المسند میں سادات اشراف سے سلسلہ وار یہ
 حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہؐ نے حسنؑ اور حسینؑ کا ہاتھ پکڑ

باب نمبر ۱۲۴ جناب فاطمہ زہرا کی اولاد میں
 کہ فرمایا کہ جو شخص مجھ سے اور ان دونوں سے اور ان دونوں
 کے باپ اور ماں سے محبت رکھے گا وہ بروزی امت میرے
 ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

✓ ولادت جناب زینب سلام اللہ علیہا

یہ بات ہر تاریخ و سیر کی کتابوں میں بلا اختلاف لکھی
 ہے کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا ۳۳ھ میں پیدا ہوئیں۔
 کتاب ثمرۃ النبوة المعروف بہ الزہرا کے صلا و مکتبہ پر
 لکھا ہے کہ جب جناب زینب پیدا ہوئیں تو اس وقت جناب
 ختمی مرتبت مدینہ منورہ میں تشریف نہیں رکھتے تھے بلکہ کسی
 سفر میں گئے ہوئے تھے۔ جناب سیدہ نے حضرت علیؑ سے
 عرض کیا کہ بابا جان تشریف نہیں رکھتے (اگر مناسب سمجھتے تو)
 آپ ہی اس کا کوئی نام تجویز فرمائیے تو حضرت علیؑ نے جواب
 دیا کہ تمہارے والد پر میں سبقت نہیں کر سکتا۔ عنقریب
 وہ آنے والے ہیں اس وقت تک صبر کرنا چاہئے تین روز

باب نمبر ۱۲۵ جناب فاطمہ زہرا کی اولاد میں
 کے بعد حضرت رسولؐ سفر سے واپس تشریف لائے اور حسب
 معمول سب سے پہلے فاطمہ زہرا کے یہاں تشریف لائے۔
 حضرت علیؑ نے بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی اور کوئی نام تجویز
 کرنے کی استدعا کی تو آپ نے فرمایا کہ اگرچہ فاطمہ کی اولاد
 میری اولاد ہے لیکن میں خدا پر سبقت نہیں کر سکتا کہ اتنے
 میں جبریل امین نازل ہوئے اور کہا کہ خدا بعد تحفہ درود و
 سلام کے فرماتا ہے کہ آپ اس دختر کا نام زینب رکھئے۔
 اس کے بعد آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جبریل کے چہرہ
 پر حزن و ملال کے آثار ظاہر ہوئے۔ پیغمبر خدا نے اس کا
 سبب دریافت کیا تو جبریل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ
 آپ کی دختر تمام عمر معائب میں مبتلا رہے گی۔ یہ سن کر حضرت
 رونے لگے۔ اس کے بعد حضرت خاتون جنت کے پاس تشریف
 لائے۔ جناب سیدہ نے جناب زینب کو آپ کی گود میں دیا۔
 آپ نے اس دختر کو لے کر سینہ سے لگایا اور کہا کہ اس کا نام
 زینب ہے۔ میں اپنی امت کے حاضر و غائب کو وصیت کرتا

اولاد میں
دیکھتے
اے
م کو شاد
ہ میں
عائشہ
بے پر
دارستی
لمہ زہرا
روشنے
نا اپنی
نرا بن
لمہ دار
تھکے پڑ
لا دیں
سبب
تجربہ
ولاد
تنے
دو
یا
برہ
کا
ریت
حضرت
ریف
یا
مام
رتا

باب نواں ۱۲۶ جناب فاطمہ زہرا کی اولادیں
ہوں کہ اس میری دختر کا پاس و لحاظ رکھیں۔ یہ میری بچی
خدیجہ کبریٰ سے بہت مشابہ ہے۔ یہ کہہ کر حضرت رسول پھر
رودنے لگے۔ جناب سیدہ نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ملے
میری بارہ جگر اس دفتر پر بڑے بڑے ظلم کئے جائیں گے اور
یہ سب جفائیں اس پر میری است ناکار کے ہاتھوں واقع
ہونگی۔ جناب معصومہ بھی یہ سن کر رونے لگیں اور پوچھا کہ لے
بابا جان اس دختر کے مصائب پر حزن و گمہ کا کیا ثواب
ہے جنور نے فرمایا کہ اسے قرۃ العین اس کے مصائب پر
رودنے کا وہی ثواب ہے جو اس کے بھائیوں کی مصیبت پر
رودنے کا ثواب ہے۔

ولادت حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا

کتاب سیدہ طاہرہ کے منہ پر تحریر ہے کہ جناب زینب
سلام اللہ علیہا کے بعد جناب ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ جناب زینب
کی شادی ان کے چچا زاد بھائی جناب عبداللہ بن جعفر طیار
کے ساتھ ہوئی۔

باب نواں ۱۲۷ جناب فاطمہ زہرا کی اولادیں
کے ساتھ ہوئی اور جناب ام کلثوم کی شادی جناب مہدی بن
کے دوسرے بھائی محمد بن جعفر طیار سے ہوئی۔ جناب ام کلثوم
کتاب سیدہ طاہرہ کے منہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ اس
وقت ام کلثوم نامی کئی عورتیں تھیں امدان میں سے ایک ام کلثوم
بنت راہب کے ساتھ حضرت عمر نے شادی بھی کی تھی اس لئے
اکثر مورخین کو اس معاملہ میں اشتباہ پیدا ہو گیا ہے اور انہوں
نے غلطی سے لکھ دیا ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت علی کے ساتھ حضرت عمر
نے شادی کی تھی لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ یہاں تک
علمائے اہل سنت میں سے ابن ماجہ اور ابن دینر نے بھی
اپنی اپنی سنن میں لکھا ہے کہ ام کلثوم دو تھیں۔ ایک ام کلثوم بنت
راہب اور دوسرے ام کلثوم بنت علی۔ ام کلثوم بنت علی کا نکاح
محمد بن جعفر طیار سے ہوا۔ اور ام کلثوم بنت راہب کا نکاح
حضرت عمر ابن خطاب سے ہوا۔

کتاب سیدہ طاہرہ کے منہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ ان متذکرہ
دو ام کلثوم کے علاوہ ایک اور ام کلثوم بنت جردل خزاعی بھی

باب نواں ۱۲۸ جناب فاطمہ زہرا کی اولادیں
تھیں اور وہ بھی حضرت عمر کے نکاح میں تھیں۔ انہیں سے زید۔
اصغر اور عبداللہ پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے ان کو طلاق دیدی
تھی اور زید و اس کی ماں نے معاویہ کے عہد حکومت میں ایک ہی
وقت میں انتقال کیا تھا۔
کتاب سیدہ طاہرہ کے منہ پر کوالہ عالم اہلسنت جناب
علامہ شہاب الدین حنفی دولت آبادی لکھا ہے کہ ام کلثوم بنت علی کا
نکاح خلیفہ عمر سے ہونا کسی طرح قیاس ہی میں نہیں آسکتا اس لئے
کہ عہد عمر میں ام کلثوم بنت فاطمہ نہایت ہی صغیر السن تھیں انکی
عمر اس وقت صرف چار سال کی تھی اور حضرت عمر کی عمر اس وقت
ساتھ سال کی تھی۔ بھلا ساٹھ سال کا آدمی اتنی صغیر السن صاحبزادی
سے کیونکر شادی کر سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے نے یا تو
دھوکہ کھا یا ہے کہ کسی دوسری ام کلثوم کے بجائے ام کلثوم بنت علی
لکھ دیا ہے اور یا کسی بر نفس نے عمداً دہلیفہ اسلام کو بدنام کرنے
کے لئے ایسا فرضی واقعہ لکھ دیا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)
بعض کتابوں کے دیکھنے سے ایک ام کلثوم کا اور بھی پتہ چلتا

باب نواں ۱۲۹ جناب فاطمہ زہرا کی اولادیں
ہے جسے جناب سید علی انہر صاحب نے اپنی کتاب کنز مشکوٰۃ فی
حل عقدا م کلثوم میں بحوالہ الاستیعاب فی معرفتہ اصحاب و تاریخ
طبری اور تاریخ کامل لکھا ہے کہ وہ ام کلثوم بنت ابوبکر تھیں
جو اسماء بنت عیس کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں اور محمد بن ابوبکر
کی بہن تھیں اور جب حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد ان کی
بیوہ اسماء بنت عیس حضرت علی کی زوجیت میں آئیں تو وہ ام
کلثوم اپنی والدہ اور اپنے بھائی محمد بن ابوبکر کے ہمراہ حضرت
علی کے پاس آگئیں تھیں اور حسب تحقیق سید علی انہر صاحب
مذکورہ وہی ام کلثوم بنت ابوبکر ہیں جن کی خواستگاری حضرت
عمر نے کی تھی اور انہیں اپنے خبالہ نکاح میں بھی لائے تھے اور
مورخین نے اس معاملہ میں دھوکہ کھا یا ہے اور ام کلثوم بنت
ابوبکر کے بجائے ام کلثوم بنت علی لکھ گئے ہیں۔

بہر حال جو واقعہ بھی ہو لیکن یہ تصدیق ہے کہ وہ ام کلثوم
بنت علی نہ تھیں کیونکہ ان کی شادی ان کے چچا زاد بھائی محمد
بن جعفر طیار سے ہوئی تھی اور وہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں
اتنی کم سن تھیں کہ ان کی شادی کا خیال بھی نہیں لایا جاسکتا۔

دسواں باب

جناب فاطمہ زہرا اور جنگ احد

چونکہ جناب فاطمہ زہرا کی ذات خاص کو اس جنگ سے ایک خاص تعلق ہے کہ کس طرح اور کس نازک موقع پر انہوں نے حضرت رسول کے ساتھ اپنی سچی محبت کا ثبوت دیا ہے اور عبادہ بویں حضرت علی کی بھی مخصوص بہادری کا تذکرہ ہے جو اسلام کے باقی رہنے کا سبب بنا ہے اس لئے موقع کی نزاکت کو سمجھانے کے لئے کچھ مختصر حال اس جنگ کا بھی اس کتاب میں مجھے لکھنا پڑ گیا تاکہ کڑی سے کڑی مل سکے۔

یہ جنگ ماہ شوال ۳ھ میں واقع ہوئی ہے جب کہ کفار مکہ نے جنگ بدر کی شکست کے بعد مقتولین بدر کا بدلہ لینے کے لئے کافی انتظام اور اہتمام کر کے مدینہ پر حملہ کیا تھا۔ اس جنگ میں کفار کی تعداد تین ہزار کی تھی جن میں سے ایک ہزار توزرہ پوش سوار تھے اور مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو تھی اور

جن کے پاس مکمل طور سے اسلحے بھی نہ تھے۔ جب حضرت رسول کو کفار کے چڑھائی کرنے کا حال معلوم ہوا تو آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ مدینہ میں ٹہر کر ان کا مقابلہ کیا جائے اس لئے ان کے مدینہ آنے کے قبل آپ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ کے باہر احد کے مقام پر ان کا مقابلہ کیا اب آپ پہلے اس جنگ کا کچھ مختصر حال سنئے تاکہ واقعہ کی اہمیت سے آگاہ ہونے کے بعد جناب فاطمہ زہرا کی ہمت اور حضرت رسول کے ساتھ ان کی سچی محبت سمجھ میں آسکے اور اس کی وقعت ہو۔

یہ بات اسلام کی جلد تاریخ مثلاً تاریخ ابرالذات تاریخ ابن خلدون و تاریخ کامل و تاریخ طبری وغیرہ میں بسلسلہ جنگ احد بلا اختلاف لکھی ہے کہ حضرت رسول نے احد پر پہنچنے کے بعد اور جنگ شروع ہونے کے قبل ایک پہاڑ کے درہ پر کہ جس طرف سے دشمن کے عقب کی طرف سے آکر حملہ کرنے کا خطرہ تھا اس پر عبداللہ ابن جبر کو بچاؤں ساتھی دے کر اس ہدایت کے ساتھ تعینات کیا کہ جنگ کا خواہ کچھ بھی کیوں نتیجہ ہو

خواہ میں انھیں بھگا کر مکہ تک ان کا تعاقب کروں یا لشکر اسلام شکست کھا کر مدینہ چلا جائے لیکن تم لوگ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ جب دونوں فوجیں مقابل ہوئیں تو پہلے عرب کے طرفدار جنگ کے مطابق آپس میں مبارز طلبی شروع ہوئی۔ یعنی جو اپنے کو بہادر سمجھتے تھے وہ اپنے مقابلہ کے لئے دوسرے لشکر سے کسی کو مقابلہ کرنے کے لئے بلاتے تھے۔ پہلے لشکر کفار سے مبارز طلبی کی ابتدا ہوئی۔ حضرت علیؑ مقابلہ کے لئے پہنچے اور جو بھی ان کے مقابلہ پر آیا اس کو تہ تیغ کرنا شروع کیا اور مسلمانوں کے لشکر میں سے کسی دوسرے کو جانے کا موقع ہی نہ ملا اس لئے کہ حضرت علیؑ مقتول ہوتے یا واپس آتے تو کسی کو جانے کا موقع ملتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو جو بھی لشکر کفار میں اپنے کو بہادر سمجھتا تھا وہ باری باری آتا رہا اور حضرت علیؑ اسے جہنم میں پہنچاتے رہے۔ اور جب کثیر تعداد پہلوانان کفار کی حضرت علیؑ کے ہاتھ سے ماری جا چکی تو پھر مقابلہ میں آنے کی کسی کو ہمت ہی نہ پڑی۔ حضرت علیؑ دیر تک انتظار کرتے رہے اور لوگوں کو شرم دلانے

رہے کہ اب بھی کوئی نکلے لیکن کوئی بھی نہ نکلا اس لئے کہ کفار کی ہمت چھوٹ گئی تھی اور کوئی شخص تنہا حضرت علیؑ کے مقابلہ پر آنے کی ہمت نہ کر سکا بلکہ اپنی شرم کو مٹانے کے لئے اور حضرت علیؑ کو قتل کرنے کے لئے سارے لشکر نے ایک بارگی حملہ کر دیا۔ پھر کیا تھا حضرت علیؑ کا بھی حملہ شروع ہو گیا۔ مسلمان جو اس منظر کو دیکھ رہے تھے انہوں نے بھی حملہ کر دیا پھر تو گھسان کی رٹائی چھڑ گئی۔

حضرت علیؑ نے اس کے بعد یہ طریقہ کار اختیار کیا کہ حملہ کر کے اس مقام پر پہنچ گئے جہاں پر ان کا علمدار لشکر علم لئے ہوئے تھا اور علمداران لشکر کفار کو قتل کرنا شروع کیا کہ جس نے بھی بڑھ کر علم کو بلند کیا حضرت علیؑ نے بڑھ کر وہیں اسے تہ تیغ کیا اور علم کو گرا دیا چنانچہ اس سلسلے میں بھی جو کچھ اپنے کو بہادر سمجھتے رہے وہ بڑھ بڑھ کر علم اٹھاتے رہے اور علیؑ کی تیغ سے دو ہو کر جہنم میں پہنچتے رہے یہاں تک کہ اب کسی مرد میں یہ ہمت نہ رہی کہ وہ علم کو بلند کرتا۔ علم دیر تک

زمین پر پڑا رہا اور سب منہ تکتے رہے اور کسی کی ہمت علم کو بلند کرنے کی نہ ہوئی۔ بالآخر ایک عورت کو غیرت آئی اور اس نے بڑھ کر علم کو بلند کیا۔ اس کا علم بلند کرنا تھا کہ علیؑ یہ کہتے ہوئے اس مقام سے پہلے کہ علیؑ کی تلوار عورتوں پر نہیں بلند ہوتی۔

اس کے بعد علیؑ نے لشکر پر حملہ کر دیا۔ مسلمان جن کے دل بڑھ چکے تھے انہوں نے بھی حملے پر حملہ شروع کر دیئے۔ کفار جن کے دل ٹوٹ چکے تھے ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ اور غضب یہ ہوا کہ عبداللہ بن جبیر کے ساتھیوں نے بھی مال غنیمت کی طمع میں حضرت رسولؐ کی ہدایت کو بھلا دیا اور اپنے درہ کو چھوڑ کر مال غنیمت کو لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ بیچارہ عبداللہ بن جبیر لاکھ منہ کرتا رہا لیکن ان لاپٹی مسلمانوں نے ایک نہ سنی اور درہ چھوڑ دیا۔

خالد بن ولید جو کفار کے ایک رسالہ کا سپہ سالار تھا اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے رسالہ کو لے کر اس درہ

پر حملہ کر دیا جہاں عبداللہ بن جبیر صرف چند ساتھیوں کے ساتھ باقی رہ گئے تھے۔ وہ اس حملہ کی تاب نہ لائے اور خالد بن ولید کے ہاتھوں سے شہید ہوئے اور خالد بن ولید نے اس درہ سے نکل کر عقب سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان جو بالکل بے نگر ہو چکے تھے اور مال لوٹنے میں منہمک تھے اس اچانک حملہ کی تاب نہ لائے اور گھبرا گئے اور ایسے پریشان ہوئے کہ بھاگنے لگے۔ مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر بھاگتے ہوئے کفار بھی واپس آ گئے۔ پھر کیا تھا۔ لڑائی کا نقشہ ہی بدل گیا۔ فتح شکست میں تبدیل ہو گئی اور مسلمان بدحواس ہو کر بھاگنے لگے اور حضرت رسولؐ کے آواز دینے پر بھی نہ پلٹے نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے حضرت علیؑ اور چند کامل الایمان مومنین کے کوئی بھی حضرت رسولؐ کی خدمت میں باقی نہ رہا۔

یہ وہی جنگ ہے جس میں جناب حمزہؑ کی شہادت واقع ہوئی۔ حضرت رسولؐ زخمی ہو کر ایک گڑھے میں گر کر بہوش ہو گئے تھے۔ شیطان نے آواز بلند کر دی تھی کہ محمد مارے گئے۔ حضرت

رسولؐ کے دندان مبارک اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ اور یہ حضرت علیؑ ہی کی ذات تھی کہ جن کی بدولت یہ جنگ بھی آفریں فتح ہو کر رہی ورنہ اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے تو اسلام اور بانی اسلام دونوں کا اسی جنگ میں خاتمہ ہو گیا تھا۔

خداوند عالم نے اس جنگ میں مسلمانوں کی شکست کی مٹی دجہ سورہ آل عمران آیت ۱۳۰ و ۱۴۱ میں بتلائی ہے جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ اے رسولؐ یہ جو اس جنگ میں تمہیں کچھ دیر کے لئے شکست کا سامنا کرنا پڑا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ خدا جانتا تھا کہ اس جنگ میں کھوٹے اور کھرے مسلمانوں کو علیہہ علیہہ دیکھ لے (یعنی سبھوں کو دکھلا دے کہ مسلمانوں میں کتنے کامل ایمان اور کتنے ناقص الاسلام ہیں) اور یہ بھی مقصد تھا کہ تم میں سے کچھ لوگوں کو درجہ شہادت پر فائز کرے۔

اس جنگ میں کیسے کیسے اکابر صحابائے کرام نے راہ فرار اختیار کی ہے اس کا تذکرہ ان کے نام کے ساتھ کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے لیکن کیا کیا جائے جب کہ ایک شرمناک

واقعہ ہو گیا تو اس کو کوئی شخص کیسے چھپا سکتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صحابائے کرام کتنے ہی بزرگ مرتبہ کیوں نہ ہوں لیکن محفوظ عن الخطایا معصوم ہرگز نہیں ہیں اور یہ محفوظ عن الخطایا معصوم ہونے کی سند تو صرف سوائے اہلبیت رسولؐ کے کسی دوسرے کو حاصل ہی نہیں ہوئی تو پھر یہ غلطی اور گناہ سے محفوظ کیسے رہ سکتے تھے اور جہاد سے بھاگنا بھی ایک غلطی اور گناہ کبیرہ ہے جو بہر حال ان سے سرزد ہو گیا جس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہے اور بلا اختلاف تاریخوں میں بھی ہے تو پھر اسے چھپا کون سکتا ہے۔ ہاں مسلمانوں کے لئے یہ ایک افسوس ناک بات ضرور ہے کیونکہ خداوند عالم نے مسلمانوں پر جہاد واجب کرنے کے پہلے ہی انہیں اچھے طریقہ پر سمجھا دیا تھا کہ دیکھو اگر تم جہاد سے فرار اختیار کر دو گے تو پھر تم خدا کے غضب میں آ جاؤ گے۔ اور بہتہ میں جلنا پڑے گا جس کا تذکرہ قرآن پاک ۳ سورہ انفاء آیت ۱۶ و ۱۵ میں بالتقریح موجود ہے لیکن اس تاکید کے بعد بھی جنگ احد میں کچھ ایسا ہی برا وقت آ گیا تھا کہ مسلمان میدان

باب دسواں ۱۳۸ جناب فاطمہ زہرا اور جنگ احد میں نہ ٹھہر سکے اور حضرت رسولؐ کے پکارنے اور خدا کے تہدید پر کبھی کوئی توجہ نہ کی۔ اب سنئے کہ اس جنگ میں کیسے کیسے بزرگ اصحاب رسولؐ نے راہ فرار اختیار کیا ہے۔

علاء السنت میں سے جناب عبدالمحق صاحب دہلوی نے اپنی مرتبہ کتاب مدارج النبوة جلد دوم ص ۱۵۱ پر اور عالیجناب تلامعین کاشفی نے اپنی کتاب مدارج النبوة فصل دوم باب ششم میں لکھا اور عالیجناب جمال الدین محدث نے اپنی کتاب روضتہ الاحباب (حال جنگ احد) میں لکھا اور علامہ حسین دیار بکری نے اپنی مرتبہ تاریخ تاریخ تھیس کے جلد ۱ ص ۲۱۸ و ۲۱۹ پر اور علامہ ابن حجر مکی نے فتح الباری ج ۱ ص ۱۰۰ پر اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے تاریخ الامم والملوک الجزر الرابع ص ۱۰۰ پر اور علامہ علی ابن برہان حلبی نے سیرۃ الملکیۃ الجزر الثالث ص ۱۰۰ پر اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۱۵۱ پر تفسیر آل عمران کے سلسلہ میں اور علامہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا فصل ۶ مقصد دوم ص ۱۰۰ پر

باب دسواں ۱۳۹ جناب فاطمہ زہرا اور جنگ احد اور علامہ ملا شیخ علی متقی صاحب نے اپنی کتاب کنز العمال جلد اول ص ۱۱۱ و ۱۱۲ حال غزوہ احد کے سلسلہ میں اور علامہ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۸ کے ص ۱۰۰ پر اور علامہ شبلی نے اپنی کتاب الفاروق کے ص ۱۰۰ پر و نیز علامہ محمد بن خاندن شاہ نے اپنی کتاب روضتہ الصفا میں اور علامہ علامہ زمری نے اپنی کتاب ربیع الاربعین اور علامہ ابواسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر ثعلبی میں اور علامہ امام نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری نے اپنی تفسیر تفسیر نیشاپوری میں اور علامہ القاری شروح بخاری حال جنگ احد میں اور علامہ امام بخاری نے خود بخاری ص ۱۰۰ پر صاف تحریر فرمایا ہے اور اعتراض کیا ہے کہ جنگ احد کا دن ایسا ہولناک دن تھا کہ اس روز دوسرے صحابہ کا کیا ذکر ہے حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی حضرت رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور انکے فرار کی ذیل کی کتابیں ہی گواہ ہیں۔

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱، ۲۔ حسیب السیر ج ۲ ص ۱۱۱، ۳۔ سنن امام احمد بن حنبل حال جنگ احد ص ۱۰۰ روضتہ الاحباب حال غزوہ احد ص ۱۰۰ تفسیر طبری جلد ۸ ص ۱۰۰

باب دسواں ۱۴۰ جناب فاطمہ زہرا اور جنگ احد امام اہلسنت امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں سلسلہ حال جنگ احد لکھا ہے کہ جب حضرت عمر جنگ احد سے بھاگ جانے کے بعد واپس آئے تو دہشتہ تھے اور حضرت علیؑ سے کہا کہ یا علیؑ آپ میری اس خطا کو (رسولؐ سے) معاف کر دیجئے۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے عمر! یہ کیسا ایمان ہے کہ ایک تو تم اس جنگ سے بھاگ گئے اور دوسرے تم نے کہا کہ اے لوگو! محمدؐ قتل ہو گئے، چلا اپنے پہلے دین کی طرف پلٹ چلیں۔ تو حضرت عمر نے کہا کہ یا علیؑ یہ کلمہ میں نے نہیں کہا تھا بلکہ ابو بکر نے کہا تھا۔ کتب اہلسنت والجماعت تفسیر درمنثور جلد ۲ ص ۱۰۰ اور تفسیر طبری جلد ۲ ص ۱۰۰ اور کنز العمال جلد ۱ ص ۱۱۱ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے جمعہ کے دن خطبہ میں آل عمران پڑھا اور جب آیت ان الذین توذوا منکم یعنی اس مقام پر پہنچے جہاں پر خداوند عالم نے حال فرار اصحاب رسولؐ جنگ احد میں دکھلایا ہے تو خود کہنے لگے کہ جنگ احد میں جب ہم لوگوں نے ہزیت اٹھائی تو میں نے بھی فرار اختیار کیا یہاں تک کہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ وہاں میں نے اپنے کو دیکھا

باب دسواں ۱۴۱ جناب فاطمہ زہرا اور جنگ احد کہ اس طرح اچکتا پھرتا تھا کہ گویا ایک پہاڑی بکری ہوں۔ ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۱۰۰ و ۱۰۱ پر اور تاریخ الخلفاء کے ص ۱۱۱ پر اور تاریخ تھیس جلد ۱ ص ۱۰۰ پر اس طرح لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر فرماتے تھے کہ جنگ احد میں ہم صحابہ حضرت رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو سب سے پہلے میں ہی پلٹ کر آیا تھا۔

مشہور کتاب اہلسنت حسیب السیر جلد ۲ ص ۱۱۱ پر ہے کہ ایک مرتبہ زید بن دہب نے عبد اللہ بن مسعود سے دریافت کیا کہ میں نے ایسا سنا ہے کہ جنگ احد کے دن سوائے حضرت علیؑ، ابو دجانہ اور سہل ابن حنیف کے حضرت رسولؐ کی خدمت میں کوئی باقی نہ رہ گیا تھا۔ کیا یہ خبر صحیح ہے؟ تو عبد اللہ بن مسعود نے جواب دیا کہ شروع میں تو جب مسلمانوں نے بھاگنا شروع کیا تو سوائے حضرت علیؑ کے حضرت کے نزدیک ایک شخص بھی نہ رہ گیا تھا۔ لیکن ایک ساعت کے بعد عامر بن ثابت و ابو دجانہ و سہل بن حنیف و طلحہ ابن عبد اللہ بھی حضرت کے پاس آ گئے تھے۔

اول
زل
رین
اپنی
اپنی
ب
ر
نفسیر
نے اپنی
سوح
ماری
س احمد
فکیا
رسول
ہیں
نابین
۵

باب دسواں ۱۲۲ جناب فاطمہ زہرا اور جنگ احد
زید نے عبدالشرا بن مسعود سے پھر دریافت کیا کہ ابوبکر و عمر کہاں
تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ اور جب
عثمان کے نسبت دریافت کیا تو جواب دیا کہ وہ بھی حضرت
رسول کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر گئے تھے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں تفسیر سورہ
آل عمران کے سلسلہ میں و محمد بن جریر الطبری نے تاریخ الامم و
اللوک جلد ۳ ص ۱۲ پر علامہ غیاث الدین ہرندی نے اپنی تاریخ
حبیب السیر جلد اول جز سوم ص ۲۳ پر تو یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت
عثمان تو اتنی دور بھاگ گئے تھے کہ تین دن کے بعد تشریف
لائے تھے۔

تفسیر درنشر جلد ۲ ص ۱۵۵ و تفسیر طبری جلد ۴ ص ۵۹ و کنز العمال
جلد ۱ ص ۲۳۵ پر لکھا ہے کہ جب جنگ احد میں مسلمان
حضرت رسول کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تو حضرت رسول کو بہت
غصہ آیا اور پریشانی سے پسینہ جاری ہوا اور جب اپنے دیکھا
کہ حضرت علیؑ آپ کے قریب ہی کھڑے ہیں تو آپ نے دریافت

باب دسواں ۱۲۳ جناب فاطمہ زہرا اور جنگ احد
فرمایا کہ اے علیؑ! تم نے بھی میرا ساتھ چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ
بھاگتے میں کیوں نہ دیا تو حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ!
کیا میں بھی ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاتا ہوں؟

المتمتع جب مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوئی اور
لوگ بھاگ بھاگ کر مدینہ پہنچے اور حضرت رسول کے مارے
جانے کی خبر عام ہوئی تو مدینہ میں ایک کہرام مچ گیا۔ جناب
فاطمہ زہرا نے جب اس خبر کو سنا تو غم سے بے چین ہو گئیں اور
واحد آہ کے نعرے بلند کرتی ہوئی اس وقت میدان جنگ
کی طرف روانہ ہوئیں جبکہ لوگ وہاں سے بھاگ بھاگ کر
واپس آ رہے تھے۔

جب لوگوں نے جناب فاطمہ زہرا کو میدان جنگ کی طرف
جاتے دیکھا تو روکنے کی کوشش کی لیکن جب آپ نے دیکھا
کہ کامل الایمان بی بیایاں آپ کے ساتھ ہو گئیں کہ جو رسول کی بیٹی
کا حشر ہو گا وہ ہمارا بھی۔ جناب فاطمہ زہرا میدان جنگ میں اس
وقت پہنچیں جبکہ حضرت علیؑ حملہ آوروں کو بھگا چکے تھے اور

باب دسواں ۱۲۵ جناب فاطمہ زہرا اور جنگ احد
ہے جگہ جگہ ہے اور دگر دگر ہے۔ اور یہ واقعہ فاطمہ زہرا
کی حضرت رسول کے ساتھ سچی محبت کی ایسی مثال ہے جس
کا جواب ملنا ناممکن ہے۔

باب دسواں ۱۲۴ جناب فاطمہ زہرا اور جنگ احد
حضرت رسول کو بھی غار سے باہر لپکے تھے اور اس وقت
حضرت رسول بھی ہوش میں آپکے تھے۔ (اس لئے کہ غار میں
گرنے اور زخمی ہونے کے بعد حضرت رسول بیہوش ہو گئے تھے)
کتاب سیدہ طاہرہ کے ص ۲۵ پر بحوالہ روضتہ الاحباب
لکھا ہے کہ جب جناب فاطمہ زہرا نے باپ کو زندہ پایا تو خدا کا
شکر ادا کیا اور جب ان کے زخموں کو دیکھا تو زار و قطار رینے
لگیں اس لئے کہ اس وقت تک حضرت رسول کے زخموں سے
خون جاری تھا۔ حضرت علیؑ فوراً ہی پاس کے چشمے سے پانی
لائے۔ آپ پانی ڈالتے جاتے تھے اور جناب فاطمہ زہرا زخموں
کو دھلاتی جاتی تھیں۔ زخم میں بریہ یا رشیم کا کھڑا اجلا کر بھرا
گیا تب خون رکا۔

یہ تھی جناب فاطمہ زہرا کی محبت حضرت رسول کے ساتھ
کہ جس جگہ سے مسلمان بھاگ رہے تھے۔ دشمنوں کا ملنا تھا حضرت
رسول کی شہادت کی خبر آپکی تھی وہاں جناب فاطمہ زہرا ایسے
خطرناک موقع پر بھی اپنی جان پر کھیل کر تشریف لے گئیں۔ سچ

باب گیارہواں

جناب فاطمہ زہرا اور جنگ خندق

چونکہ جنگ خندق کو بھی جناب فاطمہ زہرا کی ذات سے کچھ تعلق ہو گیا ہے اور اس میں بھی جناب فاطمہ زہرا کی حضرت رسول کے ساتھ سچی محبت اور ایثار کا ایک واقعہ ہے اور علاوہ بریں اس میں بھی حضرت علی کی کچھ مخصوص بہادری کا ذکر ہے اس لئے مختصراً کچھ اس جنگ کا بھی حال میں نے معتبر کتب اہلسنت والجماعت ہی سے لکھ دیا ہے ملاحظہ فرمایا جائے۔ یہ جنگ کفر و اسلام کی ذہبی جنگ ہے جس میں مسلمانوں کو ایک نکتہ ختم کرنے کے لئے اور بائی اسلام اور اس کے ہمدردوں کو صفحہ ہستی سے یکدم مٹانے کے لئے کوشش کی گئی تھی۔ اس جنگ کا بھی بائی کفار کی طرف سے ابوسفیان بن حرب (معاویہ کا باپ) ہی تھا جو جنگ احد میں بھی پیش پیش تھا۔ جنگ احد میں اپنے مقصد میں ناکامیاب اور آخریں شکست اٹھانے

کے بعد اس نے مدینہ پر حملہ کرنے اور بائی اسلام کا خاتمہ کرنے کی نیت سے ابھی مرتبہ بہت بڑے پیمانہ پر حملہ کی تیاری کی۔ اس نے مسلمانوں میں سے منافقوں سے بھی خفیہ ساز باز کر کے انھیں اپنے سے ملا لیا تھا۔ ان یہودیوں کو بھی اپنی رائے میں شامل کر لیا تھا جو حضرت رسول کے ساتھ ان سے نہ جنگ کرنے اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کرنے کا معاہدہ کر چکے تھے۔ اس جنگ میں ابوسفیان نے اتنا بڑا لشکر فراہم کیا تھا کہ عرب کی تاریخ میں کسی جنگ میں اتنا بڑا لشکر اس وقت تک کبھی جمع ہی نہیں ہوا تھا یعنی تقریباً چوبیس ہزار کا مسلح لشکر۔ یہ جنگ ۵ھ میں لڑی گئی ہے اور یہ وہی جنگ ہے جس میں کفار کی طرف سے عرب کا مشہور و معروف پہلوان عمر ابن عبدود بھی آیا تھا جو تنہا ایک ہزار مسلح فوج کے برابر سمجھا جاتا تھا اور جس کی ہیبت سے سارا عرب کانپتا تھا۔ حضرت رسول کو جب کفار کے اس طرح کی تیاری کے ساتھ حملہ کرنے کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے موقع کی نزاکت اور

مسلمانوں کی قلت کا خیال کر کے ان سے جنگ بدر و احد کی طرح سرکھ لٹلے کو مناسب نہ سمجھا اور مسلمانوں کی رائے اور خدا کے حکم کے مطابق مدینہ کے چاروں طرف حفاظت کے خیال سے خندق کھدوایا تاکہ یکبارگی چاروں طرف سے ان پر دشمنوں کا حملہ نہ ہو سکے۔ اس خندق کو کھودانے کے سبب سے اس جنگ کو جنگ خندق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اسی جنگ کو جنگ احزاب بھی کہتے ہیں۔

یہ موسم جب کہ کفار نے مدینہ پر حملہ کیا تھا جاڑے کا موسم تھا اور اس وقت مسلمان قحط سالی میں بھی مبتلا تھے۔ قحط سالی کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کے یہاں قلت ہو رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ کفار کے اس حملے نے مسلمانوں کے رہے سہے ہوش بھی گنوا دیئے تھے۔

الغرض جب دشمنوں نے اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا تو ان کا خیال ٹھاٹھا کہ ہم چاروں طرف سے مدینہ کو گھیر کر نہایت آسانی کے ساتھ اسلام اور بائی اسلام اور

ان کے ہمدردوں کا جلد از جلد خاتمہ کر دیں گے لیکن جب انھوں نے شہر کے گرد خندق کھدی ہوئی پائی اور شہر میں داخل نہ ہو سکے تو چاروں طرف سے شہر کو گھیر لیا اور جب اس طرح شہر کے اندر جانے اور سرد رسانی کے راستے بھی بند ہو گئے تو مسلمانوں پر اور بھی زیادہ تکلیف بڑھ گئی اور فاقوں پر اور زیادہ فاقے ہونے لگے۔ دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت نے مسلمانوں کو اتنا خائف کر دیا تھا کہ وہ اپنے ہوش ہی میں نہیں رہ گئے تھے۔ مسلمانوں کی پریشانی اور سرسراہٹ کی حالت تار تار مخروں میں دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی نسبت تو یہ بھی خیال ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس میں کچھ مبالغہ سے کام لیا گیا ہو لیکن میں مسلمانوں کی اس پریشانی کی کیفیت کو جو اس حملہ کے بعد مسلمانوں میں پیدا ہوئی قرآن پاک کے الفاظ سے دکھلانا چاہتا ہوں تاکہ ناظرین کتاب ہذا کو اس جنگ کے موقع پر مسلمانوں کی ذہنیت اور ان کی پریشانی کی صحیح کیفیت معلوم ہو سکے اور اس کے بعد اس

خندق
اتہ
کی کی
ر کے
شمال
دشمنوں
جنگ
نارتیخ
ہی نہیں
ہے
بلوان
برابر
تھا۔
ی کے
ت اور

باب گیارہواں ۱۵۰
جناب فاطمہ زہرا اور جنگ خندق
شخصیت کی شجاعت اور بہادری کا کبھی کبھی احساس ہونے کے
جس نے مسلمانوں کے سر سے ایسی بلا و مصیبت کو ٹال دیا اور
کفار کی شکست کا باعث بنا۔

خداوند عالم نے قرآن پاک کے سورہ اہزاب پارہ اکیس
آیت ۹ لغایت ۳۴ میں اس جگہ کے وقت مسلمانوں کی پریشانی اور
گھبراہٹ کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس کا سلیس اور با محاورہ ترجمہ
یہ ہے:۔

”جب تم پر اے مسلمانوں (جنگ خندق میں) کافروں کا
لشکر آپڑا اور انھوں نے تم کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور جس
وقت ان کی کثرت کو دیکھ کر تمھاری آنکھیں خیرہ ہو گئی تھیں،
اور خوف سے تمھارے کلیجے منہم کو آگے تھے اور خدا کی نسبت
تم لوگ برس برس خیالات کرنے لگے تھے اور جس وقت
منافقین کہنے لگے تھے کہ خدا نے اور اس کے رسولؐ نے جو ہم
سے وعدے کئے تھے وہ بس دھوکے کی ٹٹی تھے اور تم میں سے
ایک گروہ کہنے لگا تھا کہ اے مدینہ والو اب دشمن کے مقابلہ

باب گیارہواں ۱۵۱
جناب فاطمہ زہرا اور جنگ خندق
میں تمھارا کہیں ٹھکانا نہیں ہے تو بہتر ہے کہ اب بھی پلٹ چلو۔
(یعنی اپنے پرانے آبائی مذہب کو اختیار کر لو اور اسلام کو چھوڑ
دو۔) اور ان میں سے کچھ لوگ رسولؐ سے اپنے اپنے گھر لوٹ
جانے کی اجازت مانگنے لگے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے گھر مردوں
سے بالکل خالی اور غیر محفوظ پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے
گھر خالی اور غیر محفوظ نہ تھے بلکہ وہ لوگ تو اسی بہانے سے بس
بھاگنا چاہتے تھے۔“

المختصر اس جنگ میں کفار کا مسلمانوں پر اس قدر خوف
طاری تھا کہ بڑے بڑے اصحاب معمولی معمولی باتوں میں بھی حضرت
رسولؐ کے حکم سے اغماز اور کنارہ کشی کرنے لگے تھے جس کی ایک
مثال جسے اہل سنت کے مشہور عالم علامہ جلال الدین سیوطی
نے اپنی تفسیر درمنثور کے جلد ۲۵ پر اس طرح لکھا ہے
کہ ”دورانِ حصارہ ایک رات حضرت رسولؐ نے اپنے اصحاب
سے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اس وقت جائے اور دشمنوں
کی خبر میرے پاس لائے جس کے عوض میں خدا اس کو بہشت

خندق
سے
ہیں
اس
ند
دل
ت
ہیں
جو
کی
کچھ
مانی
دنی
تاب
ناکی
س

باب گیارہواں ۱۵۲
جناب فاطمہ زہرا اور جنگ خندق
میں میرا رفیق کرے۔ مگر جب حضرت رسولؐ کے تین مرتبہ ایسا
کہنے پر کبھی کسی نے جواب نہیں دیا تو آپؐ نے مخصوص طور پر حضرت
ابوبکرؓ کا نام لے کر اور انھیں مخاطب کر کے کہا کہ اے ابوبکرؓ تم
اس کام کو کرو تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں اللہ و رسولؐ سے اس کام
کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت نے حضرت عمرؓ کی طرف
مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عمرؓ اس کام کو کرو تو انھوں نے
بھی عرض کیا کہ میں بھی اللہ و رسولؐ سے اس کام کے لئے معافی
چاہتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت نے حدیث کا نام لے کر ان سے
فرمائش کی اور انھوں نے تعمیل حکم کی اور جا کر دشمنوں کی خبر
لائے۔

یہی متذکرہ بالا بات بہ تفسیر الفاظ دیگر کتب اہلسنت میں
بھی درج ہے مثلاً سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ اور کنز العمال جلد ۵
صفحہ ۲۷۹ پر بھی لکھی ہے کہ مسلمانوں پر کفار کا اس قدر خوف طاری
تھا کہ حضرت رسولؐ کے نام بنام پکار کر کہنے پر کبھی سوائے حدیث
کے کوئی حکم رسولؐ کی تعمیل کے لئے تیار نہیں ہوا۔

باب گیارہواں ۱۵۳
جناب فاطمہ زہرا اور جنگ خندق
اسی جنگ کے سلسلہ میں عالم اہلسنت جناب ملا معین کا شفی
نے اپنی کتاب معارج النبوة رکن ۴ ص ۱۱۱ پر لکھا ہے کہ ایک دن
کفار کا مشہور و معروف پہلوان عمر ابن عبدالود اپنے چند ساتھیوں
کو لے کر خندق کے پار پھانڈ گیا اور مسلمانوں سے اپنا مقابل طلب
کرنے لگا (حالانکہ مسلمانوں کے لئے اچھا خاصہ موقع تھا کہ اگر
اس سے تہما مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو سب یکجائی طور سے ملکر کے
اس کا اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیتے کیونکہ وہ اس
وقت ان کے حصار کے اندر تھے اور دوسرے ان کے ساتھی
ان کی مدد کو آسانی کے ساتھ نہیں پہنچ سکتے تھے اس لئے
کہ ان کا لشکر خندق کے پار تھا لیکن وہ تہما ایسا دبدبہ بکتا
تھا کہ تمام مسلمان اس کے خندق کو پار کر کے آجانے ہی سے
اتنا گھبرا گئے تھے کہ اس کے مقابلہ کی سوچ ہی نہ تھی) ایسے
موقع پر حضرت رسولؐ نے اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے تین مرتبہ
ارشاد فرمایا کہ ”کوئی ہے جو اس کے مقابلہ کو جائے، مگر حضرت
رسولؐ کی فرمائش کے باوجود کوئی بھی اس کے مقابلہ پر جا

کو تیار نہیں ہوا۔ اور جب ایک خاموشی تھی جو مسلمانوں پر طاری ہوئی تو حضرت علیؑ نے اٹھ کر جواب دیا کہ لبیک یا رسول اللہ! میں اس کے مقابلہ پر جانے کو تیار ہوں۔ حضرت رسولؐ نے مصلحتاً حضرت علیؑ کو بھلا دیا اور پھر دوسروں سے یہی سوال کیا۔ پھر خاموشی رہی اور پھر حضرت علیؑ اٹھے۔ پھر حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو بھلا دیا اور تیسری مرتبہ پھر تمام مسلمانوں سے یہی سوال کیا اور جب تیسری مرتبہ بھی خاموشی رہی اور صرف حضرت علیؑ پھر اٹھے کہ انا یا رسول اللہ! میں تیار ہوں یا رسول خدا۔ اور جب حضرت رسولؐ نے دیکھ لیا کہ سوائے حضرت علیؑ کے کوئی اس کے مقابلہ پر جانے کو تیار نہیں ہے تو حضرت علیؑ کو اس کے مقابلہ پر جانے کی یہ کہہ کر اجازت دی کہ بِذَلِكَ نَقُلُ إِلَى الْكَافِرِ كُلِّ يَمْنِي آجْزَأُ كَلِّ الْيَمَانِ كُلِّ كَفْرٍ كَ مَقَابِلِهِ میں جا رہا ہوں۔ بہر حال یہ حضرت علیؑ ہی تھے کہ جنہوں نے جا کر اور عمر ابن عبدود کا مقابلہ کر کے اسے تہ تیغ کیا جس کے سہیلے سے کفار کے دل ٹوٹ گئے اور یہی واقعہ ان کی ہزیمت اور

شکست کا سبب بنا۔

یہ عمر ابن عبدود اتنا بہادر تھا کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے سوراخوں کے دل پر اس کی بہادری کا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور وہ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ جو بھی اس کے مقابلہ پر جائے گا وہ یقیناً مارا جائے گا اس لئے وہ بیمار ہے اس کے مقابلہ پر جانے کی ہمت ہی کیسے کر سکتے تھے۔ اس کی نسبت تو ملائین الدین کاشفی نے معارج النبوة میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جس وقت حضرت رسولؐ مسلمانوں سے کہہ رہے تھے کہ "کوئی ہے جو اس کے مقابلہ کو جائے؟" تو اس وقت جبکہ مسلمانوں پر ایک سکوت کا عالم طاری تھا اس وقت حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! کس کے مقابلہ پر نہیں بھیجنا چاہتے ہیں؟" میں بھلا اس کے مقابلہ کی تاب بھی ہے کہ ہم ہمت ہی کریں گے؟ ارے یہ تو فارس میل ہے۔ عرب میں یہ تنہا ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ یا رسول اللہ! یہ میری آنکھوں کا دیکھا ہوا واقعہ ہے کہ ایک دن ہم قریش کی ایک جماعت کے ساتھ

جن میں یہ بھی تھا شام کی طرف جا رہے تھے کہ دفعہ ہزار ڈاکوؤں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ اہل قافلہ جان و مال سے ہاتھ دھو بیٹھے مگر یہ بہادر کچھ بھی نہیں ڈرا اور اس نے سپر کے برسے ایک اونٹ کا بچہ اٹھا لیا اور ان ڈاکوؤں پر اس زور کا حملہ کیا کہ تن تنہا ان سب کو بھگا دیا یہی وہ جنگ ہے کہ جب حضرت علیؑ نے عمر ابن عبدود کو قتل کر کے اور اس کا سر کاٹ کر حضرت رسولؐ کے قدموں پر ڈال دیا تو حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ وَاللَّهِ لَأَجْرِي فِي يَوْمِئِذٍ كَأَجْرِ عِبَادَتِي فِي يَوْمِئِذٍ

ہے، (دیکھو معارج النبوة، معارج النبوة اور کنز العمال وغیرہ وغیرہ)

اس جنگ کے سلسلہ میں مشہور عالم اہلسنت علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب سیرۃ النبی جلد اول اور علامہ حسین دیار بکری نے اپنی کتاب تاریخ خمیس جلد اول پر قتل ابن عبدود کے بعد کا ایک واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے عمر ابن عبدود کو قتل کر دیا تو اس کے دوسرا تھی جو اس کے ہمراہ خندق کو پھانڈ کر اس پار آگئے تھے بھاگ بھگے تو حضرت علیؑ نے

تو ان بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں کیا البتہ مسلمانوں میں سے زہرا اور عمر ابن خطاب نے ان کا تعاقب کیا تو ان بھاگنے والوں میں سے فرار نامی ایک شخص کا تعاقب حضرت عمرؓ نے کیا تھا۔ جب آگے بڑھ کر مزار نے دیکھا کہ اس کا بیچھا کرنے والے حضرت عمر ابن خطاب ہیں تو وہ کھرا ہو گیا اور مطمئن ہو کر پلٹ پڑا اور اپنے نیزہ سے حضرت عمرؓ پر حملہ کر دیا لیکن جب قریب پہنچا تو کچھ سوچ کر اس نے نیزہ کو روک لیا اور کہا کہ اے عمر! لوٹ جاؤ اور میرے اس احسان کو یاد رکھنا کہ میں موقعہ پا کر بھی تمہیں چھوڑے دیتا ہوں اور حضرت عمرؓ یہ سن کر اس کا تعاقب چھوڑ کر واپس ہو گئے۔

اسی جنگ کے دوران محاصرہ جب کہ مسلمانوں پر فائدے پر فائدے ہو رہے تھے اور حضرت رسولؐ بھی اسی عالم میں بسر کر رہے تھے اس وقت کا ایک واقعہ جو اہلسنت کے مشہور عالم امام ابو جعفر محمد ابن جریر نے اپنی کتاب تاریخ طبری میں تحریر فرمایا ہے اس کو ملاحظہ فرمایا جائے تو معلوم ہو کہ اس

رجب ہند
بڑے بڑے
تھا اور
پر جانے کا
پر جانے
ال دین
وقت حضرت
کے مقابلہ
کا عالم
بن گیا کہ
ہیں ۹م
ریں گے؟
ار سوازیں
وں کا دیکھا
ت کے ساتھ

وقت مسلمان اور حضرت رسولؐ کس سختی کے ساتھ اپنے دن گذار رہے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "اپک دن حضرت رسولؐ کے اصحاب نے حضرت رسولؐ سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ کھول کھول کر دکھائے جن پر پتھر بندھے ہوئے تھے تو حضرت نے بھی اس وقت اپنا شکم مبارک کھول دیا تو دیکھا گیا کہ حضرت کے شکم مبارک پر ایک کے بجائے دو دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

اسی محاصرہ کے ایام میں ایک واقعہ جس کو انھیں امام طبری نے اپنی دوسری کتاب ذخائر العقبیٰ میں لکھا ہے جس سے جناب فاطمہ زہرا کی حضرت رسولؐ کے ساتھ انتہائی محبت اور خلوص کا پتہ چلتا ہے اور وہ واقعہ یوں لکھا ہے کہ "ایک دن جناب فاطمہ زہرا نے دو دن کے فاقے کے بعد جو کی دو روٹیاں پکائیں۔ والا لکھ یہ روٹیاں خود ان کے اور ان کے بچوں کیلئے کافی نہ تھیں لیکن پھر بھی انھوں نے اس میں سے صرف ایک روٹی میں سے خود بھی کھایا اور بچوں کو بھی کھلایا اور دوسری

ان کے شوہر علیؑ ابن ابی طالب کا اتنا زبردست احسان ہے کہ اسلام اس کے کبھی سر نہیں اٹھا سکتا۔ جناب فاطمہ زہرا کی محبت اور ایثار کا حال حضرت رسولؐ کے ساتھ جو تھا وہ آپ جانتے ہی ہیں کہ آپ حضرت رسولؐ کے ساتھ اس طور سے والہانہ محبت فرماتی تھیں جیسا کہ ماں اپنی اولاد کے ساتھ محبت کرتی ہے اور اسی لئے ان کا لقب ہی "ام ایہا" (یعنی اپنے باپ کی ماں) ہو گیا اور ان کے شوہر علیؑ ابن ابی طالب کی محبت اور خدمت رسولؐ اور خدمت اسلام کی نسبت تو اسلام کی تمام تاریخیں بلا اختلاف شاہد ہیں کہ اسلام اور بانی اسلام پر جب بھی کوئی سخت وقت آ پڑا کہ جس وقت تمام اہل اسلام اس کے دفع کرنے سے عاجز ہوئے تو اس وقت ہی حضرت علیؑ تھے جو اسلام اور بانی اسلام کے سینہ سپر ہو کر ان کی محافظت فرماتے تھے۔

جگہ ہند
میں سے
کے والوں
تھا جب
حضرت عمر
پڑا اور
وچا تو کچھ
ہاؤ لوٹ
ہے پاکر بھی
عاقب
پر فاقے
ایں بسر
شہور
طبری میں
کہ اس

روٹی بچا کر اور اسے لے کر خود خدمت رسولؐ میں میدان جنگ میں تشریف لے گئیں۔ حضرت علیؑ اس واقعہ کے ناقل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت فاطمہ زہرا وہ روٹی لے کر خدمت رسولؐ میں آئی ہیں اس وقت حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جناب فاطمہ نے وہ روٹی پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا حضرت دو روز کے فاقے کے بعد میں نے دو روٹیاں پکایا تھا۔ ایک روٹی میں میں نے خود بھی کھایا اور بچوں کو بھی کھلایا اور ایک روٹی میں آپ کے لئے لائی ہوں۔ حضرت نے وہ روٹی لے لی اور فرمایا کہ اسے بیٹی یہ پہلا طعام ہے جو تین دن کے بعد تیرے باپ کے منہ میں جا رہا ہے۔

پس اس واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ جناب فاطمہ زہرا حضرت رسولؐ کا کتنا خیال فرماتی تھیں اور شادی ہو جانے کے بعد بھی حضرت رسولؐ کی نگرہوں سے کسی وقت بھی غافل نہ ہوتی تھیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام اور بانی اسلام پر جناب ابوطالب اور جناب خدیجہ کبریٰ کے بعد جناب فاطمہ زہرا اور

بارہواں باب

جناب فاطمہ زہرا اور مباہلہ

پہ سورہ آل عمران آیت ۶۱

علماء اسلام کی تاریخ و سیر کی جملہ کتابوں میں اور بالفرض شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوة میں اور علامہ نیاث الدین ہروی نے اپنی کتاب حبیب السیر میں اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر درنثور میں اس آیت مباہلہ کے ذیل میں جو کچھ لکھا ہے اس کا اقتباس اور خلاصہ یہ ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ مباہلہ ۳ھ میں واقع پذیر ہوا۔ جبکہ فتح مکہ کے بعد حضرت رسولؐ نے اطراف عرب میں قاصدوں کو بھیج کر تمام لوگوں کو مذہب اسلام قبول کرنے کی دعوت بھیجی اور اس سلسلہ میں آپ نے بحران کے عیسائیوں کے پاس بھی اپنا قاصد بھیجا تھا۔ بحران اس وقت دنیا سے عیسائیت کا مرکز تھا اور وہاں مذہب

عیسائی کے بڑے بڑے عالم رہتے تھے اور عیسائیوں کا سب سے بڑا پادری یعنی عالم بھی وہیں رہتا تھا۔ ان کی کتابوں میں پیغمبرِ آخر الزماں کی علامتیں بھی درج تھیں اور وہ لوگ انکی آمد کے منتظر بھی تھے اور ان کا تذکرہ بھی کیا کرتے تھے۔ حضرت رسولؐ نے جب ان کے پاس اپنا قاصد بھیج کر یہ کہلوا یا کہیں ہی وہ پیغمبرِ آخر الزماں ہوں جن کا تذکرہ تمہاری کتابوں میں ہے۔ اور جن کا تم انتظار کر رہے ہو تو عیسائیوں نے اس پیغام کو پانے کے بعد آپس میں جمع ہو کر پھر سے کتابیں دکھیں اور ان کے تذکرے اور ان کے علامات کو پڑھا اور اس کے بعد آپس میں یہ طے کیا کہ یہاں سے خاص خاص لوگ مدینہ جائیں اور حضرت رسولؐ سے مل کر حقیقت حال معلوم کریں اور اس کے بعد جیسی صورت ہو اس پر عمل کیا جائے۔

یہ تو قلمی عام لوگوں کی حالت اور ان کا خیال تھا کہ اگر انہیں یقین ہو جائے کہ یہ وہی پیغمبر ہیں تو وہ اسلام قبول کر لیں لیکن عیسائیوں کے بڑے بڑے پادری اور عالم دوسرے

لیکن جب حضرت رسولؐ نے ان کے لباس اور زیورات طلائی پر نظر ڈالی جو شریعت اور حکمِ خدا کے بالکل خلاف تھا تو آپ نے ان کی طرف قہقہہ توڑی تو یہ نہیں کی بلکہ سلام کا جواب دینے کے بجائے اپنی کراہت اور ناراضگی ظاہر کرنے کے لئے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

حضرتؐ کی یہ بے توجہی کی حالت دیکھ کر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ یہ کیسا اخلاق ہے جو حضرتؐ ہم لوگوں کے ساتھ برت رہے ہیں اور طرح طرح کی پیغمگوئیاں کرنے لگے تو حضرت

لہ اس کے نسبت میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ عمار نصاریٰ ایسا لباس اور طلائی زیورات عموماً نہیں لے رہے تھے کہ حضرت رسولؐ کی خدمت میں آئے تھے کہ وہ جانتے تھے اور ان کی کتابوں میں لکھا تھا کہ پیغمبرِ آخر الزماں ایسے لباس اور طریقہ سے نفرت فرمائیں گے اور ایسے لوگوں سے کراہت کریں گے پس وہ عداوت پر طریقہ کار اختیار کر کے حضرتؐ کی خدمت میں اس لئے آئے تھے کہ جب حضرتؐ ہم سے کراہت فرمائیں گے تو ان کے اخلاق کا ظہور نہ ہو سکے گا اور ہم اپنے عوام اور ساتھیوں کو آسانی کے ساتھ بارہ کرانگیں گے کہ وہ پیغمبرِ ہرگز نہیں ہیں کیونکہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کا خلق عظیم ہوگا اور ان کی یہ حالت ہے کہ جو اخلاق کے سرسبز نخلان ہے تو پھر یہ پیغمبر کیسے ہو سکتے ہیں۔ مؤلف

خیال میں تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر یہ وہی پیغمبر بھی ہوں جن کا تذکرہ ہماری کتابوں میں ہے تو ان سے بھی انکار کر دیا جائے کیونکہ اگر لوگوں نے عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا تو ہمارا دتار اور ہماری حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لئے وہ ان فکروں میں ہوئے کہ اگر یہ وہی پیغمبر ہوں تب بھی عوام کو یہی باور کر لیا جائے کہ یہ وہی پیغمبر نہیں ہیں۔

بہر حال جب یہ لوگ مدینہ آئے جن میں عمار کے علاوہ کچھ عوام بھی تھے۔ اس کے بعد جب ان لوگوں نے حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنی روز مرہ حالت کے خلاف ریشمی کپڑے اور طلائی زیورات زیب بدن کئے اور اپنے ساتھیوں کو بھی ایسا ہی لباس اور طلائی زیورات پہنایا اور تب حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ مسجد میں صحابہ کے درمیان بیٹھے تھے۔ نصاریٰ نے اسی تذکرہ ہیئت کذاتی سے آکر حضرت رسولؐ کو سلام کیا لہ حاشیہ صفحہ ۱۶۲ پر ملاحظہ ہو۔ (کتاب)

علیؑ نے فرمایا کہ بھائیو! یہ تمہارے لباس وغیرہ نے حضرت رسولؐ کو ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے کیونکہ تمہارا یہ لباس شریعت اور حکمِ خدا کے خلاف ہے پس اگر تم اخلاق رسولؐ کو دیکھنا چاہتے ہو اور ان سے گفتگو کرنا چاہتے ہو تو تم اس لباس کو اتار کر معمولی سادے لباس جو تمہارے روزمرہ کے پہننے کے ہیں لے پہن کر آؤ تو خدا کے رسولؐ تم سے کلام بھی کریں گے۔ سلام کا بھی جواب دیں گے اور اس وقت تم ان کے اخلاق کا جائزہ لیتا۔ الغرض یہ سن کر وہ چلے گئے اور دوسرے دن جب وہ سادہ لباس پہن کر آئے تو حضرت رسولؐ ان سے نہایت اخلاق سے پیش آئے۔ سلام کا جواب بھی دیا۔ اپنے پاس محبت سے بٹھلایا بھی اور گفتگو بھی کی اور ان کو ہر طرح سے یقین دلایا کہ میں وہی پیغمبر ہوں جس کی خبر تمہاری کتابوں میں موجود ہے اور جن کا تم انتظار کر رہے ہو۔

الغرض جب عیسائی عالموں نے حضرتؐ کو دیکھ کر اور گفتگو کر کے یقین کر لیا کہ واقعی یہ وہی پیغمبر ہیں جن کا تذکرہ

پس آپس میں یہ طے ہونے کے بعد روز مہابہ مقررہ وقت اور موقع پر حضرت رسولؐ اپنے ہمراہ اپنا ونا یعنی بیٹوں کی جگہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو اور نسا ونا یعنی عورتوں کی جگہ صرف جناب فاطمہ زہراؑ کو اور انفسنا یعنی نفسوں کی جگہ صرف حضرت علیؑ کو لے کر میدان مہابہ میں تشریف لائے۔ لیکن عیسائی مالوں نے جو پہلے سے دیگر علامات کے سبب سے یقین کر چکے تھے کہ یہ وہی پیغمبر آخر الزماں ہیں لیکن دنیا طلبی کے سبب سے انکار کر رہے تھے اب جو خطرہ کو سر پر دیکھا اور ان حضرات کے مقدس چہروں پر نظر کی تو کانپ اٹھے اور مہابہ سے انکار کر کے جزیہ دینے کی شرط پر صلح کر لی۔

الغرض یہ اسلام کی ایسی نمایاں فتح تھی کہ جس کی مثال نہیں ملتی اور یہ فتح بھی اہل بیعت رسولؐ کی وجہ سے حاصل ہوئی جس کے سرخیل حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب اور جناب فاطمہ زہراؑ ہیں اور قرآن مجید کی یہی وہ آیت ہے کہ جس کے سبب سے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ حضرت رسولؐ

کے فرزند کہلائے اور انھیں آج تک اسلام میں یا بن رسولؐ الشکر کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے اور قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔ اس آیت مہابہ میں ایک بات اور خصوصی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں "ابنا ونا" "نسا ونا" اور "انفسنا" تینوں صیغے جمع کے استعمال کئے گئے ہیں اور عربی زبان میں تینوں سے کم تعداد پر جمع کا صیغہ صادق نہیں آتا اور نہ حضرت رسولؐ "ابنا ونا" یعنی لڑکوں میں تین یا اس سے زائد کو لے گئے اور نہ "نسا ونا" یعنی عورتوں میں تین یا اس سے زائد کو ہمراہ لے گئے اور نہ "انفسنا" یعنی نفسوں میں تین یا اس سے زائد کو لے گئے بلکہ فرزندوں میں صرف دو عورتوں میں صرف ایک اور نفسوں میں صرف ایک کو لے گئے۔ پس ایسی حالت میں یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت رسولؐ نے پورے طور سے تینوں حکم خدا نہیں کی اور یا یہ ماننا پڑے گا کہ آیت میں گنجائش ضرور تھی کہ حضرت رسولؐ اور کو بھی ساتھ لے جا سکتے تھے اگر کسی میں اس کا استحقاق ہوتا لیکن چونکہ اس کا استحقاق رکھنے والوں

ہماری کتابوں میں ہے تو انکار کرنے اور عوام کو بہکانے کے لئے انھوں نے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا یعنی انھوں نے سوال کیا کہ آپ حضرت عیسیٰ کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ وہ خدا کے ایک نیک بندے اور خدا کے ایک نبی تھے۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ اب ہم میں اور آپ میں نہیں سے اختلاف شروع ہو گیا کیونکہ ہم انھیں خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور آپ اس سے انکاری ہیں۔ حضرت رسولؐ نے پوچھا کہ ان کو خدا کا بیٹا کہنے کی کیا وجہ ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ ہر نبی کے کوئی نہ کوئی باپ ہے اور ان کے کوئی باپ نہیں ہے اس لئے ہم انھیں خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا کہنے کی وجہ اگر تمہارے پاس صرف یہی ہے کہ ان کے کوئی باپ نہ تھا اور وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں تو پھر تمہیں اسی معیار کو سامنے رکھ کر حضرت آدمؑ کو بدرجہ اولیٰ خدا کا بیٹا کہنا چاہئے اس لئے کہ ان کے باپ اور ماں دونوں نہیں تھے اور تم انھیں خدا کا بیٹا نہیں کہتے لیکن عیسائی

عالموں نے حضرت رسولؐ کی اس معقول جنت کو تسلیم نہ کرتے ہوئے کٹ جتنی سے کام لینا شروع کر دیا اور جب کسی صورت سے بھی بزرگ گفتگو یہ معاملہ نہ ہو سکا تو خداوند عالم نے قرآن پاک کی آیت مہابہ اتاری جس کا ترجمہ یہ ہے "اے رسولؐ آپ (اب) ان سے فرما دیجئے کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلا تے ہیں۔ تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلا تے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو بلا تے ہیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ اور اس کے بعد ہم آپس میں مہابہ کریں اور خدا سے اس بات کی دعا کریں کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہو خدا اس پر لعنت فرمائے" (دیکھو پچ سورہ آل عمران آیت ۶)

لہ مہابہ اس طریقہ جنگ کا نام ہے کہ جب دو فریقوں میں اختلاف ہو اور کٹ مباحثے وہ معاملہ نہ ہو سکے تو پھر وہ دونوں نفس امارت ایک جگہ جمع ہو کر خدا کی طرف رجوع کر کے اس سے استغاثہ اور دعا کرتے ہیں کہ خدا دنیا ہم میں سے جو ناحق پر ہو تو اس پر لعنت فرمائیے جب ایسا کیا جاتا تھا تو جو غلط طریقہ پر ہوتا تھا خدا کی طرف سے اس پر ایسا کوئی عذاب نازل ہوتا تھا کہ لوگ سمجھ لیتے تھے کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق پر۔ مؤلف

میں ان حضرات کے علاوہ کوئی دوسرا موجود ہی نہ تھا اسلئے حضرت رسولؐ مجبوراً صرف انھیں لوگوں کو لے گئے۔ تاکہ دنیا پر روزِ ابد تک کے لئے بخوبی ثابت ہو جائے کہ ان کے مقابلہ کا اس وقت کوئی دوسرا موجود نہ تھا۔ ورنہ حضرت رسولؐ ضرور اسے بھی ساتھ لے جاتے۔

پس ان متذکرہ دونوں صورتوں میں پہلی صورت کہ حضرت رسولؐ نے پورے طور سے تمیل حکم خدا نہیں کی یہ تو ہے نا ممکن اس لئے کہ خدا کے رسولؐ سے کسی قسم کی غلطی کا ہونا محال ہے۔ پس لازماً دوسری ہی صورت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ چونکہ اس زمانہ میں کوئی دوسرا اس کا استحقاق ہی نہیں رکھتا تھا کہ وہ ان حضرات کے علاوہ حضرت کے "ابنارنا" "نسانا" یا "انفسنا" میں داخل ہو سکتا اس لئے مجبوراً حضرت رسولؐ کسی اور کو ہمراہ نہیں لے جاسکے۔

اس آیت میں ایک بات اور بھی قابلِ لحاظ ہے کہ قرآن پاک کے اندر لفظ نساء تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) زوجہ کے معنی میں (۲) لڑکی کے معنی میں (۳) ماں کے معنی میں۔ پس قدرت نے گویا لفظ نساء نا استعمال کر کے موقوف دیا تھا کہ اگر حضرت رسولؐ کے ازواج میں بھی کوئی اس پایہ کی عمدت ہو تو وہ بھی اس روحانی جنگ یعنی مہابہ کے میدان میں لجائی جاسکتی تھی۔ اگر زوجہ میں کوئی بھی عمدت اس کا استحقاق رکھتی تو حضرت رسولؐ اسے بھی ضرور اپنے ہمراہ لے جاتے یا اگر فاطمہ زہرا کے علاوہ حضرت رسولؐ کی کوئی دوسری لڑکی بھی ہوتی اور اس میں اس موقع پر ہمراہ لے جانے کا استحقاق بھی ہوتا تو رسولؐ اسے ضرور ساتھ لے جاتے لیکن حضرت رسولؐ کا کسی دوسرے کو اس موقع پر نہ لے جانا بتلا رہا ہے کہ نہ ازواج میں سے کوئی اس پایہ کی زوجہ تھی اور نہ لڑکیوں میں۔ (اگر کوئی تسلیم بھی کی جائے کہ جو فاطمہ زہرا کے مقابل ہو سکے۔ اور اسی طرح حضرت علیؑ و امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے مقابلہ کا بھی کوئی دوسرا شخص اس وقت امتِ رسولؐ میں نہ تھا اور یہ شرف انھیں بزرگواروں کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا جس سے دوسرے

محرور رہے۔

اسی متذکرہ بات کو دوسرے الفاظ میں جناب شیخ سلیمان الخفنی نے اپنی کتاب نیایح المودۃ میں حضرت رسولؐ کی زبانی اس طرح نقل فرمایا ہے جس کے راوی سعد ابن ابی وقاص ہیں کہ جو ابو ریح غلام ام المومنین ام سلمہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب آیہ مہابہ نازل ہوئی تو پینہ خدا نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ کو ایک جگہ جمع کیا اور کہا کہ خدا کے علم میں اگر دریں زمین پر کوئی بندہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ سے زیادہ برگز ہوتا تو مجھے ان کو لے کر مہابہ کرنے کا حکم دیا جاتا لیکن چونکہ تمام خلافت سے یہ افضل اور اکرم ہیں اس لئے خدا نے ان کو لے کر مجھے مہابہ کرنے کا حکم دیا ہے اور ان ہی کی وجہ سے آج نصاریٰ مغلوب ہوں گے اور اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ یاد رکھو کہ یہ ہی میرے اہلبیت ہیں۔

کتاب سیدہ طاہرہ کے ص ۶۶ و ص ۶۷ پر بھی بحوالہ مسند امام ضہیل و ترمذی اور نسائی لکھا ہے کہ جب آیہ مہابہ اتری تو

حضرت رسولؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور کہا "خداوند ایہی میرے اہلبیت ہیں" اور انھیں حضرات کو ساتھ لے کر مہابہ کرنے تشریف لے گئے۔

ان کے علاوہ علامہ اہلسنت میں سے محمد ابن خاوند شاہ نے اپنی کتاب روضۃ الصفا میں اور جناب شامہ عہد الحق صاحب دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوة میں بھی یہی تحریر فرمایا ہے کہ آیہ مہابہ اترنے کے بعد حضرت رسولؐ اپنے ہمراہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ ہی کو مہابہ کرنے کے لئے لے گئے تھے۔

تفسیر جامع البیان اور صواعق محرقة ترجمہ فارسی ص ۲۶ پر بھی درج ہے کہ مہابہ کے روز حضرت رسولؐ اپنے ساتھ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ کو لے گئے تھے۔

الغرض جب آپ میدان مہابہ میں تشریف لائے تو وہاں نصاریٰ اپنے علماء کے ساتھ پہلے سے پہنچ چکے تھے۔ جب انھوں نے ان حضرات کو آتے دیکھا تو ان کے دل لرز گئے۔ لوگوں سے پوچھا کہ محمدؐ کے ساتھ یہ کون لوگ ہیں۔ لوگوں نے انھیں

باب بارہواں ۱۴۴ جناب فاطمہ زہرا اور مباہلہ
ان حضرات کے نام اور حضرت رسول سے ان کے رشتے کی تفصیل
بیان کی تو ان کے سب سے بڑے عالم نے کہا کہ اگر محمد اپنے
دعویٰ میں سچے نہ ہوتے تو اپنے خاص عزیزوں کو ایسے خطرناک
موقعہ پر نہ لاتے۔ اس کے علاوہ ان کی شان اور علامتوں سے
بھی ظاہر ہے کہ یہ وہی پیغمبر ہیں جن کے آنے کی بشارت انجیل
میں ہے۔ ان کی نورانی شان کہہ رہی ہے کہ اگر یہ نفوس چاہیں
اور دعا کریں تو خداوند عالم پہاڑ کو بھی اس کی جگہ سے اکھاڑ
دے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ حضرت
رسول وہاں پہنچ گئے اور زانوزین پر ٹیکا اور عیسائیوں سے
فرمایا آؤ مباہلہ کرو۔ یہ دیکھ کر ان کے بڑے عالم نے اپنے
ساتھیوں سے پھر کہا کہ دیکھو یہ دعا کے لئے بھی اسی طرح جھکے
ہیں جس طرح انبیاء کا قاعدہ ہے۔ ان کی تمام علامتیں کہہ ہی
ہیں کہ یہ وہی خاتم النبیین ہیں کہ جن کی خبر تمام انبیاء سابق
دے گئے ہیں۔ پس ان سے مباہلہ کرنے میں ہماری خیر نہیں
ہے۔ پس جس طرح بنے ان سے صلح کرو۔

باب بارہواں ۱۴۵ جناب فاطمہ زہرا اور مباہلہ
الغرض نصاریٰ باہم یہ باتیں کر کے حضرت رسول کے
پاس آئے اور عرض کیا کہ ہم کو مباہلہ سے معاف رکھئے۔ ہم آپ
سے مباہلہ نہیں کر سکتے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اچھا اگر مباہلہ نہیں
کر سکتے۔ تو پھر اسلام قبول کرو۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم اس سے
بھی معافی چاہتے ہیں۔ ہم کو ہمارے آبائی دین پر رہنے دیجئے۔
اس کے صلہ میں ہم آپ کو جزیہ دیا کریں گے۔ حضور نے ان کی
استدعا قبول فرمائی اور آپس میں یہ طے پایا کہ دو ہزار عتقے سالانہ
حکے قیمتی چالیس درم اور ضرورت کے وقت جنگی سامان یعنی تھیار
اور گھوڑے مستعار دیا کریں گے اور اس کے عوض میں اہل
اسلام ان کے امن و امان کے ضامن رہیں گے اور دشمنوں سے
ان کی حفاظت کریں گے اور ان کے مذہبی رواجم میں ان کو
آزادی دیں گے۔ پس اس معاہدہ پر فریقین نے دستخط کئے اور
نصاریٰ اپنے وطن کو واپس آگئے۔ (دیکھئے مدارج النبوة شیخ عبدالحق
مدت دہلی مطبوعہ مطبعہ نول کشور جلد دوم صفحہ ۱۵۵ و تاریخ حبیب السیر از علی
غیاث الدین ہروی جلد اول جزو سوم ص ۷۷)

باب تیرہواں ۱۴۶ جناب فاطمہ زہرا اور آیہ تطہیر
تیرہواں باب
جناب فاطمہ زہرا اور نزول آیہ تطہیر
انہا یرید اللہ لیزہب منکم الرجس امل البیت ویزہبکم تطہیرا
(پچھ سوہ احزاب ط ۴)
کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آیہ تطہیر کا نزول
ایک مرتبہ نہیں ہوا بلکہ کئی مرتبہ اور کئی جگہ ہوا ہے۔ عالم اہلسنت
عبد الدین طبری اپنی کتاب ریاض النفرہ الجزا ثانی باب
الرابع فصل السادس ۱۸۵ پر لکھتے ہیں کہ اہلبیت کے لئے حضرت
رسول کا دعائے طہارت کرنا اور آیہ تطہیر کا تلاوت فرمانا دو
مرتبہ ہوا ہے۔ ایک مرتبہ ام سلمہ کے مکان میں اور دوسری
مرتبہ جناب فاطمہ زہرا کے مکان میں۔ لیکن میں مؤلف کتاب
بذاکہتا ہوں کہ اس سے بھی زائد مرتبہ ہوا ہے اس لئے کہ
ام المومنین جناب عائشہ بھی ناقل ہیں کہ آیہ تطہیر کا نزول شان
میں حضرات پنجتن پاک کے ان کے گھر میں بھی ہوا ہے جیسا کہ

تیرہواں باب ۱۴۴ جناب فاطمہ زہرا اور آیہ تطہیر
اس کتاب میں آگے آپ پڑھیں گے۔
(۱) ام المومنین جناب ام سلمہ کے یہاں نزول آیہ تطہیر
کی نسبت جناب محب الدین طبری نے اپنی کتاب ریاض النفرہ
الجزا ثانی باب الرابع فصل السادس ۱۸۵ پر اور امام حاکم نے
مستدرک الجزا ثالث کتاب معرفتہ الصحابہ مناقب اہلبیت رسول
ص ۱۳۶ پر و نیز علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور جلد سوم ۱۹۱
پر بذیل تفسیر آیہ تطہیر لکھا ہے کہ ایک دن حضرت رسول جبکہ وہ
اپنی زوجہ ام المومنین ام سلمہ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے ،
جبریل امین آیہ تطہیر "انما یرید اللہ لیزہب عنکم الرجس امل البیت
ویزہبکم تطہیرا" لے کر نازل ہوئے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے
اہلبیت! اللہ کا بس یہ ارادہ ہے کہ تم کو ہر قسم کے جس و کثافت
سے پاک و پاکیزہ رکھے۔ (دیکھو پچھ سوہ احزاب۔ آیت ۳۲)
اس وقت حضرت رسول نے حضرت علی و فاطمہ زہرا و امام
حسن اور امام حسین کو اپنے پاس طلب کیا اور امیر المومنین کو
اپنے زائر کے پاس اور خاتون جنت کو پشت کی طرف بٹھایا اور

دونوں نرسوں کو گود میں لے لیا اور ایک چادر اس طرح اوڑھی کہ پانچوں بزرگ اس کے اندر آگئے اور ہاتھ اٹھا کر آپ نے آیہ تطہیر کی تلاوت فرمائی اور مناجات کی کہ اے خالق آسمان وزمین یہی لوگ میرے اہلبیت ہیں جن کو تو نے ظاہر و مہر فرمایا۔ اور ہر گناہ و برائی سے پاک و مبرا کیا اور انھیں اپنے خاص بندوں میں شامل کیا۔ پس میں تیرے اس لطف بے پایاں کا شکر نہیں ادا کر سکتا اور جو شخص ان سے لڑے میں اس سے لڑنے والا ہوں اور جو شخص ان سے صلح کرے میں اس سے صلح اور دوستی کرنے والا ہوں۔ مناجات کر کے حضرت نے سداہل بیت کے سجدہ شکر ادا کیا۔ بی بی ام سلمہ نے جو یہ شرف دیکھا تو اس چادر کا گوشہ پکڑ کر چاہا کہ خود بھی اس میں داخل ہو جائیں تو حضرت نے فرمایا کہ تم اس میں نہیں آسکتیں اس لئے کہ یہ شرف مخصوص ہے۔ البتہ تمھیں یہ خوشخبری دیئے دیتا ہوں کہ تم خیر پر ہو۔

دیگر علماء اہلسنت علامہ دولابی بیہقی و ابن مسعود

طبرانی نے بھی اس روایت کی تصدیق کی ہے اور امام احمد بن حنبل نے بھی اپنی سند میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور جناب شیخ سلیمان الحنفی نے بھی اپنی کتاب نیا بیح المودۃ میں تحریر کیا ہے کہ آیہ تطہیر پنجتن پاک حضرت رسول - حضرت علی - جناب فاطمہ زہرا - جناب امام حسن اور جناب امام حسین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ✓ (۲) اس آیت کے جناب فاطمہ زہرا کے گھر کے اندر نازل ہونے کی سند تو خود حدیث کساو ہے جس کی بیان کرنے والی خود عدلیقہ ظاہرہ جناب فاطمہ زہرا ہیں جس کا مختصر خلاصہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ جناب فاطمہ زہرا کے گھر میں یہ حضرات پنجتن پاک یعنی حضرت رسول - حضرت علی - جناب فاطمہ زہرا - حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام ایک چادر کے نیچے جمع ہوئے حضرت رسول نے دعا فرمائی کہ خداوند ایہ میرے اہلبیت ہیں " جبریل امین فوراً آیہ تطہیر لے کر نازل ہوئے وغیرہ وغیرہ۔ ✓ (۳) اور تیسری مرتبہ آیہ تطہیر نازل ہونے کی ناسل ام المؤمنین جناب عائشہ ہیں جس کو امامان اہلسنت امام احمد

بن حنبل و امام مسلم و امام ترمذی و ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن ابی حاتم و امام حاکم و علامہ سیوطی وغیرہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ ایک روز جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سیاہ کلمی اوڑھے ہوئے آئے۔ ان کے بعد امام حسن آئے اور آنحضرت نے ان کو کلمی میں لے لیا۔ پھر امام حسین آئے حضرت نے ان کو بھی کلمی کے اندر داخل کر لیا۔ پھر سیدہ آئیں ان کو بھی آپ نے کلمی کے اندر کر لیا۔ پھر حضرت علی آئے آپ نے ان کو بھی کلمی کے اندر لے لیا۔ پھر حضور نے آیہ تطہیر کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ خداوند ایہ میرے اہلبیت ہیں۔ (دیکھئے صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل اہلبیت النبوی الجزء السابع ص ۱۲۰ و ۱۲۱۔ و صحیح ابن الصمیمین از علامہ حمیری حدیث ص ۱۲۱)

✓ علامہ اہلسنت میں سے شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے مدارج النبوة میں و شیخ سلیمان الحنفی نے نیا بیح المودۃ میں و محمد ابن خاوند شاہ نے روضۃ العقاب میں و مولوی محمد عین اللغنی

فرنگی عملی لکھنوی نے وسیلۃ النجات میں و شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ازالۃ الغما میں و محی السنۃ محمد حسین بنوری شافعی نے معالم التنزیل میں و امام بیضاوی نے تفسیر بیضاوی میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر سیوطی میں و نیز ابوداؤد۔ ترمذی و موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ جس روز سے یہ آیہ تطہیر نازل ہوئی اس روز سے پیغمبر خدا نے یہ معمول کر لیا تھا کہ ہر صبح کی نماز کے وقت جناب فاطمہ زہرا کے دروازہ پر آکر یہ فرماتے تھے کہ "السلام علیکم یا اہل البیت النبوة و رعمۃ اللہ وبرکاتہ" اور اس کے بعد آپ آیہ تطہیر کی تلاوت فرماتے تھے۔ حضرت کی یہ آواز سن کر حضرت علی گھر سے نکلتے۔ جواب سلام دیکر سید المرسلین کے ہمراہ مسجد تشریف لے جاتے تھے۔ (دیکھئے تفسیر درنثور از علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۵ ص ۱۲۵۔ و سند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲۸۵۔ و صحیح ترمذی تفسیر سورۃ احزاب و باب مناقب و کتاب مطالب الرسول از محمد طلحۃ الشافعی ص ۵ و نیا بیح المودۃ از شیخ سلیمان الحنفی مطبوعہ اسلامبول الباب الخامس و التیسین ص ۱۶۷)

در وقتہ النبویہ از علامہ محمد ابن اسمعیل صلی

کتاب سیرۃ النبی اکرمیہ اور جامع ترمذی میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ آیت مبارکہ کے نزول کے بعد چھ مہینہ اور برداشتے نو مہینہ تک پیغمبر خدا غافل از خبر کے وقت برابر جناب معصومہ کے دروازے پر آکر ان کو یہ کہہ کر سلام فرماتے رہے کہ "السلام علیکم یا اہلبیت النبوتہ" اور پھر اس کے بعد حضرت آیتہ تطہیر کی بھی تلاوت فرماتے تھے۔

عالیجناب شاہ عبدالقادر صاحب جو کہ محدث دہلوی شاہ ولی اللہ صاحب کے صاحبزادے ہیں اور اہلسنت والجماعت میں ایک ماننے ہوئے محدث ہیں وہ اپنی تفسیر میں یہ سلسلہ تفسیر آیتہ تطہیر لکھتے ہیں کہ مشہور روایات میں یوں ہی ہے کہ یہ آیت اہلبیت رسول کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اہلبیت رسول سے مراد جناب فاطمہ زہرا، حضرت علی، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین ہیں۔

عالم اہلسنت علامہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب مواقع محرقہ

(فارسی) کے صفحہ ۲۵۳ اور صفحہ ۲۵۴ پر لکھا ہے کہ ایک مرتبہ صحابی رسول زید بن ارقم سے لوگوں نے پوچھا کہ آیا اہلبیت رسول میں ازواج بھی شامل ہیں تو زید نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ازواج طلاق دیئے جانے کے بعد اپنے ماں باپ سے ملتی ہو جاتی ہیں اور اہلبیت صرف وہ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے اور وہ حضرات جناب محمد مصطفیٰ جناب فاطمہ زہرا، جناب علی مرتضیٰ اور امام حسن اور امام حسین ہیں۔ اہلسنت والجماعت کی دوسری کتابیں مثلاً فضائل نسائی، مناقب ابن مغازی، تفسیر کشاف، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک، تفسیر بیضاوی، معجم کبیر طبرانی، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی داؤد اور مفتاح الجنان میں بھی ہے کہ آیتہ تطہیر رسول پاک، فاطمہ زہرا، حضرت علی، امام حسن اور امام حسین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے در نشور جلد اول ص ۱۰۷ پر تحریر کیا ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ علی، فاطمہ، حسن

اور حسین کے واسطے سے خدا نے حضرت آدم کی تہ بہ تہی کی تھی۔

ارجح المطالب کے ص ۲۸ پر ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جس نے میرے اہلبیت میں سے کسی ایک سے بھی دشمنی کی اس پر میری شفاعت حرام ہے۔

ترمذی جلد دوم ص ۲۲ اور مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہلبیت النبی فصل اول ص ۵۶ پر ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن دوسرے میرے اہلبیت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر جمع ہوں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس سلسلہ میں اس بات کو بھی واضح کر دوں کہ زمانہ حال میں کچھ مسلمان ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں جو آیتہ تطہیر میں ازواج رسول کو بھی شامل بتلانے لگے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ دراصل ایسا ہی ہے۔ تو ان کی رد میں اول تو یہی بات کافی ہے کہ اہلسنت

کے علماء متقدمین جن کے اسمائے گرامی میں اس کے قبل اسی باب میں درج کر آیا ہوں وہ سب ان لوگوں کی بات رد کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن مجید کی آیتیں بھی واضح کرتی ہیں کہ ازواج رسول معصوم نہ تھیں اور ان سے غلطیاں بھی ہوتی تھیں۔ اب آپ ان تمام باتوں کو اختصار کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے اور خود فیصلہ کیجئے کہ ان میں سے کون سی بات صحیح ہے۔ آیا ازواج رسول معصوم تھیں اور آیتہ تطہیر میں شامل ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

(۱) یہ کہ کسی حدیث یا واقعہ سے ثابت نہیں ہے کہ ازواج رسول میں سے کسی نے کبھی بھی یہ دعویٰ کیا ہو کہ ہم معصوم ہیں یا ہم بھی آیتہ تطہیر میں شامل ہیں۔ اور جب ایسا نہیں ہے تو پھر کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ خواہ مخواہ ان کی نسبت ایسا عقیدہ قائم کرے جس بات کی وہ خود مدعی نہیں ہیں۔

(۲) یہ کہ جب حضرت رسول کی بہت سی ازواج کی نسبت یہ بات ثابت ہے اور اس سے انکار ہی نہیں کیا جاسکتا

کہ ان میں سے کچھ ازدواج زوجیت رسول میں آنے سے پہلے
کافرہ تھیں اور بعد میں مسلمان ہوئی ہیں تو پھر وہ کیسے معصوم
مانی جاسکتی ہیں اور کس طرح ان کا شمار آیہ تطہیر میں کیا جاسکتا
۹۴

✓ (۳) یہ کہ اگر نمبر ۲ کے جواب میں یہ کہا جائے کہ بیشک
دو پہلے کافرہ تھیں لیکن آیہ تطہیر اترنے کے بعد وہ پاک ہو گئی
تھیں اور اس کے بعد ان سے غلطیاں نہیں ہوئیں تو یہ بات
بھی وہ نہ تو واقعات سے ثابت کر سکتے ہیں اور نہ قرآن مجید
ان کی اس بات کی تصدیق کرتا ہے اس لئے کہ تمام علماء اہلسنت
والجماعت متفق ہو کر یہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید سورہ تحریم رکوع
۱ میں جو آیت "ان تنزلنا آئی اللہ فقد صدقت قلوبنا" ہے۔ جس کا
ترجمہ یوں ہے کہ "تم دونوں خدا سے توبہ کرو تو بہتر ہے اس لئے
کہ تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں" ان دونوں سے مراد
ازدواج رسول میں سے ام المومنین جناب عائشہ بنت ابوبکر
اور جناب حفصہ بنت عمر ہیں۔ (دیکھئے مسند امام احمد بن حنبل جلد

۳۳ و کنز العمال ملا علی ستی جلد ۱ ص ۲۶۹ تا ۲۷۱ و تفسیر کشف از
علامہ زعزعی جلد ۲ تفسیر سورہ تحریم میں ص ۲۶۹ تا ۲۷۱ اور طبقات
ابن سعد جلد ۸ ص ۱۳ وغیرہ وغیرہ)

پس جب ازدواج رسول میں سے ام المومنین جناب
عائشہ و جناب حفصہ کے متعلق قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے
کہ ان دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے تھے اور خدا نے ان کو توبہ
کرنے کی ہدایت کی تھی تو ان باتوں سے واضح ہو گیا کہ ان سے
ضرور کچھ غلطیاں بھی ہوئی تھیں اور جب ان سے غلطیاں
ہوئی تھیں تو وہ معصوم نہیں کہلائی جاسکتیں اور جب وہ معصوم
نہیں کہلائی جاسکتیں تو وہ آیہ تطہیر میں بھی شامل نہیں ہو سکتیں۔
اب رہا یہ امر کہ ان دونوں ازدواج رسول سے کیا غلطیاں
ہوئی تھیں تو وہ ان کی غلطیاں بھی کتب تفسیر میں بالتفصیل درج
ہیں جن کو میں نے اس کتاب میں بخوف طوالت درج نہیں کیا۔
لیکن اگر کوئی شخص تفسیر کی کتابوں سے درگزر کر کے صرف
قرآن مجید کے ظاہری الفاظ ہی پر غور کرے جو اس کے آگے

لکھی ہیں تو بخوبی اس کی سمجھ میں آجائے گا کہ ان دونوں متذکرہ
ازدواج رسول نے ضرور حضرت رسول کے خلافت کوئی ایسی
سازش کی تھی جو قدرت کو ناگوار معلوم ہوئی اور اس نے
اپنی ناراضگی ان دونوں ازدواج رسول سے قرآن پاک میں جن
الفاظ کے ساتھ کی ہے اسکا باقاعدہ ترجمہ یہ ہے کہ "اگر تم دونوں اپنی حرکت
سے باز نہ آؤ گی اور میرے رسول کے خلافت ایک دوسرے کی
مدد کرتی رہو گی تو پھر یاد رکھو کہ میرا رسول تمہا نہیں ہے۔ خود
میں (یعنی اللہ) اور جبرئیل امین اور نیک بندوں میں سے
ایک صالح مرد اس کا مددگار ہے اور ان کے علاوہ ملائکہ بھی
اس کے مددگار ہیں" اس کے بعد خدا نے اسی پر بس نہیں کی
بلکہ ان الفاظ کے ساتھ بھی نہایت سختی سے ان کی
تنبیہ کی کہ "اگر خدا کا رسول تم لوگوں کو طلاق دے دیگا تو
اس کا خدا سے تم سے اچھی بیویاں عطا کرے گا جو فرما بندگان
بھی ہوں گی۔ مومنہ بھی ہوں گی وغیرہ وغیرہ۔ (پہلا سورہ تحریم
ع ۱) تو کیا ان آیات سے ثابت نہیں ہے کہ ازدواج رسول معصوم

نہ تھیں بلکہ ان سے بھی خطا میں ہوتی تھیں؟

بہر حال یہ تو جناب عائشہ کی وہ غلطیاں ہیں جو انھوں
نے حیات رسول میں کیں۔ اب بعد رسول بھی ان کی ایک غلطی کو
سن لیجئے جو تمام تاریخ دسیر کی کتابوں میں بلا اختلاف درج ہے۔
کہ وہ معطلہ خلیفہ وقت نفس رسول کہ جن کی نسبت حضرت رسول
یہ فرماتے تھے کہ جس نے علی سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی
(دیکھئے نیاسج المودۃ اور مودۃ القرینی باب مناقب اہلبیت النبی)
ان کے مقابلہ میں جنگ کرنے کو نہی پڑیں اور جنگ بھی کی جو
تمام تاریخوں میں جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے کہ جس میں ہر
دوطرف کے ہزاروں مسلمان بھی قتل ہوئے اور جس کی
نسبت طرفداران جناب عائشہ بھی یہ نہ کہہ سکے کہ ان کی غلطی
نہ تھی۔ ہاں پردہ پوشی کے خیال سے اسے جناب عائشہ کی خطا
اجتہادی قرار دے دی۔ بہر حال وہ ان کی خطا اجتہادی
ہمراہ غیر اجتہادی خطا تو ثابت ہو ہی گئی اور وہ معصوم تو
ثابت نہ ہو سکیں اور جب معصوم ثابت نہ ہو سکیں تو آیہ تطہیر

میں کیسے شامل ہو سکتی ہیں۔

پس ثابت ہو گیا کہ آیہ تطہیر میں ازواج رسول شامل نہ تھیں اور جو اس وقت ان کی نسبت کچھ لوگ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ازواج رسول بھی آیہ تطہیر میں شامل ہیں تو اس کی اصلیت کچھ بھی نہیں ہے۔

چودھواں باب

جناب فاطمہ زہرا اور رسول پاک ﷺ

سورہ دہر جسے سورہ ہنئی بھی کہتے ہیں اور جو سترآن پاک کے پڑا میں ہے اس کی نسبت جملہ علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ یہ سورہ جناب فاطمہ زہرا۔ حضرت علی۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا ہے۔ جس میں خوش قسمتی سے ان حضرات کی پیروی کرنے کے سبب سے جناب فاطمہ بھی شامل ہیں۔

✓ مشہور تفاسیر اہلسنت مثلاً تفسیر کشاف از علامہ زنجیزی مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۵۰ و ۱۵۱ اور جلد ۳ ص ۲۳۹ و نیز تفسیر بیضاوی (سلسلہ تفسیر سورہ دہر) اور راجح المطالب از عبد الشکر ترمذی باب دوم مشہور درج ہے جسے واحدی نے اسباب النزول میں اور آغا سلطان مرزا نے کتاب البلاغ المبین کے ص ۶۷ و ۶۸ پر بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین

بیمار ہوئے تو حضرت رسول کچھ لوگوں کے ہمراہ عیادت کو تشریف لے گئے اور جناب امیر سے فرمایا کہ بہتر ہوتا کہ تم ان بچوں کی صحت کے واسطے کچھ نذر کرتے۔ یہ سنتے ہی جناب امیر۔ فاطمہ زہرا اور فاطمہ نے تین تین روزوں کی نیت کی اور جناب امام حسن اور امام حسین نے بھی گز پھینا تھا تین تین روزوں کی نیت کر لی۔

الغرض جب دونوں صاحبزادے صحتیاب ہوئے اور نذر کے پورا کرنے کا وقت آیا تو گھر میں کچھ نہ تھا۔ جناب امیر نے شمعون یہودی کے یہاں سے تین صاع جو اس شرط پر قرض لے کر جناب فاطمہ زہرا اس کے عوض میں اُون کات دیں گی اور اس کے بعد حضرت علی تین صاع خواہ کچھ اُون لے کر گھر میں آئے چنانچہ سمعون نے روزہ رکھا۔ جناب فاطمہ زہرا نے اس اُون کے تین حصے کئے اور ایک حصہ اُون کاتا۔ اور اسی طرح سے جو کے بھی تین حصے کئے اور ایک حصہ جو کو پیا اور اس کی پانچ روٹیاں پکائیں۔ شام کو جب روزہ افطار کرنے کا وقت آیا تو ایک سائل نے آواز دی کہ اے اہلبیت محمد میں ایک مسکین

مسلمان ہوں اور کھوکھوں مجھے کھانا دو۔ خدا تمہیں جنت کے خوان عطا کرے گا۔ یہ سنتے ہی سب نے اپنے اپنے آگے کی روٹیاں اٹھا کر اس سائل کو دے دیں اور فقط پانی پی کر سو رہے۔ دوسرے دن پھر روزہ رکھتے گئے اور دن میں جناب فاطمہ نے پھر دوسرا حصہ اُون کاتا اور دوسرا حصہ جو لے کر اسے پیا اور پھر اس کی پانچ روٹیاں تیار کیں اور جس وقت روزہ افطار کرنے کا وقت آیا اور چاہتے تھے کہ روزہ افطار کریں تو ایک یتیم نے آواز دی اور پھر سب نے اپنی اپنی روٹیاں اسے اٹھا کر دیدیں اور پھر پانی پی کر سو رہے اور تیسرے دن پھر اسی طرح تیسرا حصہ اُون جناب فاطمہ زہرا نے کاتا اور بقیہ جو کو پیا اور اس کی بھی پانچ روٹیاں تیار کیں اور جس وقت افطار صوم کا وقت آیا اور چاہتے تھے کہ روزہ افطار کریں کہ ایک قیدی نے آکر آواز دی اور پھر سب نے اپنے اپنے آگے کی روٹیاں اٹھا کر دیدیں اور اس روز بھی صوم پانی سے افطار کر کے سو رہے۔ دوسرے دن حضرت رسول فاطمہ کے گھر میں آئے اور دیکھا کہ

فاطمہ خراب عبادت میں ہیں ان کی آنکھیں دھنس گئی ہیں اور ان کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی ہے۔ بچوں کو دیکھا کہ بھوک کی شدت سے کانپ رہے ہیں۔ حضرت کو ان کی یہ حالت دیکھ کر بہت رنج ہوا کہ حضرت جبریلؑ این سورہ دہر لے کر حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ مبارک ہو کہ یہ پورا سورہ آپ کے اہلبیت کی شان میں نازل ہوا ہے۔

یہ وہی سورہ دہر (یا اہل آتی) ہے جو قرآن پاک کے ۱۹ میں ہے۔ جس میں خداوند عالم نے اہلبیت رسولؐ کی مدح و ثنا کے پل باندھ دیئے ہیں۔ پہلے ان کی معرفت کرائی ہے پھر ان کے دوستوں کو جنت کی خوشخبری اور ان کے مخالفین اور دشمنوں کے لئے جہنم کے دردناک مذاہب کی خبر دی ہے اور پھر خود ان کے لئے بوجہ ایفائے نذر اور اپنی محبت میں سکین و تہیم اور اسیر کو کھانا کھلانے کے عوض میں فرمایا ہے کہ میں نے ان عنقریب کو قیامت کے روز کے شر سے بالکل محفوظ کر دیا۔ اور وہ اس روز ہر طرح سے آرام ہی آرام میں رہیں گے

اور ان کو اس کے عوض میں خدا کی طرف سے جنت میں ملک کبیر عطا کیا جائے گا۔ اس فرمانے کے بعد خداوند عالم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ سب چیزیں تو ان کے صبر کرنے کے عوض میں ان کو ملیں گی لیکن اس کے علاوہ جو انھوں نے رضائے الہی حاصل کرنے کے لئے یا دین کے معاملہ میں سعی و کوشش فرمائی ہے اس کا میں ان حضرات کا خود شکر گزار ہوں۔ اور پھر ان حضرات علیہم السلام کی مدح سرائی فرماتے ہوئے اس نے آخر میں ان کی شان میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ وَمَا تَشَاءُونَ اِلَّا اَنْ يُّشَاءَ اللهُ يَعْنِي لَمْ اِهْلَيْتُ رَسُوْلًا تَمَّ تُوْدُهُ هَسْتِيَاں ہُو کہ جب تک کہ کوئی چیز خدا نہیں چاہتا تم بھی نہیں چاہتے۔

پندرہواں باب

جناب فاطمہ زہرا اور آیہ مودت

پہلا سورہ شوریٰ آیت ۲۳

مشہور و معروف علماء اہلسنت والجماعت میں سے جناب امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اور علامہ زعفرانی نے اپنی تفسیر کشاف میں اور امام بیضاوی نے اپنی تفسیر بیضاوی میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر اکھیل میں اور علامہ حسن بن محمد نیشاپوری نے اپنی تفسیر نیشاپوری میں یہ سلسلہ تفسیر آیہ مودت سعید ابن جبیر صحابی رسولؐ سے روایت کی ہے کہ جب آیہ مودت "قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَنْجُزًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰنِ" نازل ہوئی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے رسولؐ آپ اپنی امت سے فرمادیتے ہیں کہ میں اپنی رسالت کا اجر (یعنی مزدوری) تم لوگوں سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔ تو مسلمانوں نے پوچھا کہ حضورؐ کے وہ کون قرابت دار

ہیں جن کی محبت تمام مسلمانوں پر واجب کی گئی ہے اور جسے آپ کی رسالت کی مزدوری قرار دی گئی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ وہ علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے فرزند ان ہیں۔ اور کوئی شک نہیں کہ یہ شرف علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے فرزندوں کے لئے بہت بڑا شرف ہے۔

متذکرہ بالا تفاسیر اہلسنت کے علاوہ اہلسنت والجماعت کے امام احمد بن حنبل داہن ابی حاتم و امام طبرانی و امام بخاری و شعبی و حاکم و دیلمی و طبری وغیرہ نے بھی اپنی اپنی تفاسیر و سنن و مسانید میں اس آیت کے نزول کے بابت یہی لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کے جن عزیز قریب کی محبت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے ان سے کون مراد ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ وہ علیؑ۔ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

اہلسنت کے مشہور عالم جناب مولوی محمد مبین الحنفی نے اپنی عملی لکھنوی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں اس آیت مودت

کی نسبت یہی لکھا ہے اور اس سے مراد حضرت علیؑ - فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ ہی کو بتلایا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی محبت تمام مسلمانوں پر واجب ہے اور اس کے بعد وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپؑ کو یہ "ذوقہم انہم مسئولون" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قیامت کے روز خداوند عالم کچھ لوگوں کی نسبت حکم دے گا کہ "ان لوگوں کو روکو اس لئے کہ ان سے ابھی کچھ پوچھنا ہے" اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بردز قیامت تمام مسلمانوں سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے اہلبیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور آیا تم نے ان کے ساتھ محبت کے حقوق کا تحفظ ادا کیا یا نہیں؟ اور ان کی محبت و اطاعت و فرمانبرداری کا جو حکم پینڈر نے دیا تھا اس کی تعمیل کی یا نہیں؟ پس جو لوگ حکم رسولؐ کے مطابق ان کی اطاعت و محبت بجالائے ہوں گے وہ داخل جنت ہوں گے اور جنہوں نے ان سے انحراف کیا ہوگا وہ عذاب و دوزخ میں مبتلا کئے جائیں گے۔

آیت دَقُّوْهُمْ اِنْهُمْ مُّسُوْلون کی نسبت جو آیت سورہ

صافیات رکوع ۲ پر ہے علامہ اہلسنت میں سے امام ذہبی نے فردوس الاخبار میں اور خواجہ عبید اللہ امرتسری نے ارجح المطالب کے باب دوم صفحہ ۱۰۱ پر اور علامہ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامت کے باب دوم صفحہ ۱۰۱ پر بھی یہی لکھا ہے کہ اس سے مراد ولایت علیؑ ابن ابی طالب ہے جس کے متعلق قیامت کے روز ضرور پوچھا جائے گا پس جس نے قبول کیا ہوگا وہی نجات پانے والا ہوگا۔ (دیکھئے البلاغ المبین کتاب اول صفحہ ۶۶)

امام اہلسنت امام حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت رسولؐ سے یہ روایت لکھی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ تم میں بہتر وہ شخص ہے جو میرے بعد میرے اہلبیت کے حق میں بہتر ہو۔

اہلسنت کے دوسرے عالم امام ابوالاسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر ثعلبی میں اسناد معتبر کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جنت اس شخص پر حرام کر دی گئی ہے جس نے میرے اہلبیت پر ظلم کیا اور مجھ کو میری عترت اور اہلبیت کے بارے میں اذیت دی۔

سولہواں باب

جناب فاطمہ زہرا اور حجۃ الوداع

معتبر و مستند کتب اہلسنت والجماعت مثلاً تفسیر درمنثور علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ و ریاض النضرہ عبد الدین طبری الجزا ثانی باب الرابع الفصل التاسع فی فضائل علی ابن ابی طالب ۱۶۹ و مسند ابوداؤد طیالسی ۱۱۰ و مسند امام احمد بن حنبل الجز الرابع ۲۵ و مسند العالمین امام غزالی مطبوعہ مہدی ص ۹ و المستدرک امام حاکم الجز الثالث ۱۱۰ و مسند و قرآۃ العینین شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی صفحہ ۲ و کنز العمال ملا علی قلی الجز السادس ۳۹ و حبیب السیر فارسی علامہ غیاث الدین ہروی الجز سیوم ۱۰۰ و تذکرہ خواص الامت علامہ سبط ابن جوزی الباب الثانی ۱۰۱ و تفسیر علامہ امام فخر الدین رازی و تفسیر نیشاپوری امام نظام الدین حسن ابن محمد نیشاپوری و تفسیر مردویہ علامہ ابن مردودہ زیر تفسیر

عالم اہلسنت خواجہ عبید اللہ امرتسری نے ارجح المطالب کے صفحہ ۱۰۱ پر لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو بھی میرے اہلبیت میں سے کسی ایک سے بھی بغض رکھے گا اس پر میری شفاعت حرام ہے۔

✓ شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے بھی اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں متذکرہ بالا حدیث ورجح کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جنت اس شخص پر حرام کر دی گئی ہے جس نے میرے اہلبیت پر ظلم کیا اور اس کے بعد انہوں نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے اہلبیت سے مراد علیؑ - فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

آیہ "یا ایہا النبی ذل یبلغ ما أنزل إلیک من ربک وإن لم یفعل فما بأعتت رسالتنا" (پہلے سورہ مائدہ آیت ۶۷) جو کچھ لکھا ہے اس کا اقتباس اور خلاصہ حسب ذیل ہے :-

جب عرب میں اسلام پھیل چکا اور حضرت رسول کی وفات کا زمانہ قریب آگیا تو آپ نے صلہ میں خدا کے حکم سے تمام قبائل عرب کے پاس آدمی بھیج کر ان کو مطلع کیا کہ میں ابکی سال حج کے لئے جا رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ مسلمانوں میں سے زیادہ سے زیادہ آدمی اس حج میں شرکت کریں اس لئے کہ ارکان حج بتلانے کے علاوہ کچھ خاص باتیں بھی مسلمانوں کو بتلانی جائیں گی۔ حضرت کے اس پیغام کا یہ اثر ہوا کہ رسول کے اس آخری حج میں مسلمانوں کا اتنا بڑا مجمع ہو گیا جو اس کے قبل کبھی نہیں ہوا تھا۔ بقول جسٹس امیر علی جو انہوں نے اسپرٹ آف اسلام کے مطالعہ پر لکھا ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں کی تعداد کم سے کم نوے ہزار اور زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ چالیس ہزار رکھتی۔ چونکہ یہ حضرت رسول کا آخری حج تھا اس وجہ سے کتابوں میں

اس حج کو حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اس سفر میں حضرت رسول نے خاص طور سے اپنے تمام عزیز و اقارب و جملہ ازواج اور خاندان کی دوسری عورتوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ جناب سیدہ بھی اس حج میں حضرت رسول کے ہمراہ تشریف لے گئی تھیں۔ جناب فاطمہ زہرا نے اپنی تمام عمر میں صرف دو ہی سفر کئے تھے۔ پہلا سفر ۷ یا ۸ سال کے سن میں مکہ منظرہ سے مدینہ منورہ کی طرف یعنی ہجرت کے وقت اور دوسرا سفر یہ تھا جو حضرت رسول کے ہمراہ ان کے آخری حج میں کیا۔

یہ وہی حج ہے کہ جب آپ مکہ پہنچ گئے تھے تو جبریل امین آپ کی خدمت میں یہ آیت لائے "فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَانصَبْ" (پہلے سورہ الم نشرح) جس کا ترجمہ جو تفسیر علی ابن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق کی زبانی لکھا ہے یہ ہے کہ "اے رسول آپ (حج سے) فارغ ہو جائیں تو (علیؑ کو اپنی جانشینی کے لئے) نصب کر دیں۔ اور پھر اپنے پروردگار کی طرف

رجوع کریں۔

اہلسنت والجماعت کی تفسیر تفسیر درمنثور میں علامہ جلال الدین سیوطی نے تذکرہ بالا آیت کی تفسیر میں درج فرمایا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول کو (علیؑ کی جانشینی کے اعلان کرنے کی نسبت) یہ خوف ہوا کہ ہمیں قوم میری اس رسالت کو بھی حکم مودت کی طرح میرے نفس کی طرف نہ منسوب کرے۔ تاہم آپ نے وہی حج میں بروز عرفہ ناقہ قصوی پر سوار ہو کر قوم کی طرف خطاب کر کے یہ ارشاد فرمایا کہ "ایہا الناس۔ اب میرا زمانہ رحلت قریب آگیا ہے لیکن میں تمہاری ہدایت اور رہبری سے غافل نہیں ہوں۔ میں تمہاری رہبری اور ہدایت کے لئے تم میں دو گرہ انقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر میرے بعد تم ان کو اپنا ہادی اور رہبر بناؤ گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اور وہ دو چیزیں ایک کتاب خدا ہے اور دوسری میری عترت اور اہلبیت ہیں۔ ان دونوں چیزوں میں کبھی جدا نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ یہ دونوں چیزیں مجھ سے حوض کوثر پر

میں۔ پس تم لوگ ان دونوں چیزوں کا لحاظ رکھنا اور خیال رکھنا کہ میرے بعد تم ان سے کس طرح سلوک کرتے ہو۔ (صحیح ترمذی جلد دوم ص ۲۱۷)

اس کے بعد علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں کہ اتنا فرمانے کے بعد حضرت رسول نے ارادہ فرمایا تھا کہ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد علیؑ کی خلافت کا باقاعدہ اعلان کر دوں گا۔ لیکن جب حج سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت رسول مدینہ منورہ کو واپس ہو رہے تھے اور جب آپ کی سواری ۸ رزی الحجۃ منطبق ۲۱ مارچ ۶۳۲ء بروز پنجشنبہ خم عذیر کے مقام پر پہنچی کہ جہاں تک حضرت کے ہمراہ پرانے تھے (اس لئے کہ یہاں تک سبھوں کی واپسی کے لئے ایک ہی راستہ تھا اور یہیں سے مختلف راستے مختلف سمتوں کو جاتے تھے اور اس مقام سے لوگ حضرت رسول سے جدا ہونے والے تھے) تو جبریل امین یہ آیت لائے جو پہلے سورہ مائدہ رکوع ۱۰ پر ہے "یا ایہا النبی ذل یبلغ ما أنزل إلیک من ربک وإن لم یفعل فما بأعتت رسالتنا" (پہلے سورہ مائدہ آیت ۶۷) جو کچھ لکھا ہے اس کا اقتباس اور خلاصہ حسب ذیل ہے :-

فَمَا بَلَّغْتُ رَسُولَهُ وَاللَّهِ يُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ مَا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝۶۰ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے رسول جو حکم آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ نہ کیجئے۔ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو (گویا) آپ نے کوئی کار رسالت ہی انجام نہیں دیا۔ اللہ آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ خدا کا فرسوں کی ہدایت نہیں فرماتا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے وہیں اسی مقام پر قیام کر دیا حالانکہ وہ مقام کسی قافلہ کے ٹہرنے کا نہ تھا۔ اور نہ وہ وقت ٹہرنے کا کوئی وقت تھا۔ عین دوپہر کے وقت یہ حکم حضرت رسول کو ملا تھا۔ حضرت کے ٹہرنے اور ان کے حکم سے تمام ان کے ساتھی بھی وہیں اتر پڑے۔ اس وقت دھوپ کی شدت اور گرمی کی حدت کا یہ عالم تھا کہ لوگ پالانوں، چادروں اور عبادوں پر کھڑے تھے اور اونٹ کے سایہ میں پناہ لے رہے تھے۔
الغرض حضرت کے حکم سے غدیرہ سیدان صاف کیا گیا۔

بہرے کی جھاڑیاں کاٹی گئیں۔ ایک کشادہ خیمہ نصب کیا گیا۔ اور پالان شتر کا ایک نہایت بلند و بالا شتر زینہ کا ممبر بنایا گیا۔ جتنی علی خیراہل کی آواز دلو کر لوگوں کو قریب جمع کیا گیا۔ جو لوگ آگے بڑھ گئے تھے ان کو واپس لوٹایا گیا اور جڑتیکے رہ گئے تھے ان کا انتظار کیا گیا۔ پہلے نماز باجماعت ادا کی گئی بعدہ حضرت رسول حضرت علی کو لے کر منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ نہایت نفع و بلیغ ارشاد فرمایا جس میں حمد باری تعالیٰ کرنے کے بعد پہلے اپنی وفات کی خبر دی کہ میری وفات کا زمانہ اب قریب آگیا ہے۔ اس کے بعد اپنے اہلبیت طاہرین کے فضائل و مناقب کا اظہار کیا اور ان کی اطاعت و تابعداری پر تمام امت کو تاکید فرمائی۔ پھر آیات قرآنی کی تلاوت فرما کر حضرت علی کے دلی خدا ہونے، نماز کے قائم کرنے حالت رکوع میں خیرات دینے اور ہر جنگ اور مشکل میں رسول اور اسلام کی فداکارانہ مدد کرنے کی یاد دلا کر حکم فدا سنایا کہ خدا نے حضرت علی کو میرا وصی اور امت کا امام مقرر فرمایا ہے اور حضرت علی کی اطاعت

کے ساتھ دعا فرمائی کہ خداوند اقدس تو دوست رکھ اس کو جو دوست رکھے علی کو اور دشمن رکھ اس کو جو دشمن رکھے علی کو۔ شاہ عبدالرحمن صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوة حصہ دوم میں اس واقعہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ حضرت رسول نے متذکرہ بالا الفاظ کے بعد یہ بھی فرمایا کہ خداوند اقدس تو حق کو اس طرف موزن جس طرف علی ملیں۔

بعد اس کے حضرت رسول نے امت کو حکم دیا کہ حاضرین کا یہ فرض ہے کہ اس خبر کو غائبین تک پہنچائیں اور ہر باپ اپنے بیٹے کو قیامت تک یہ خبر پہنچاتے رہیں۔ سارے مجمع نے آواز دی کہ یا رسول اللہ ہم نے آپ کا ارشاد سنا اور ہم امر خدا اور رسول کے دل و جان سے فرمانبردار ہیں۔ تمام مسلمانوں نے حضرت علی کو مبارکباد پیش کی اور حضرت عمر نے جن الفاظ میں مبارکباد دی وہ آج تک کتب اسلامی میں درج ہے۔
بِحَجْرَةِ لَدَيْكَ يَا بَنِي أَبِي طَالِبٍ أَصْحَابَتْ مُؤَلَّدِي دَمِي لَكُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ
یعنی "مبارک ہو مبارک ہو اے ابوطالب کے فرزند کہ آج آپ

ہر مسلمان پر واجب کی ہے اور فرمایا ہے کہ میں تم لوگوں کو خبر کر دوں کہ جو مسلمان ان کی امامت کا قائل ہوگا اور ان سے محبت رکھے گا خداوند عالم اسی پر رحم فرمائے گا اور اسی کو نکستے گا اور جہان کی امامت سے انکار کرے گا اور ان سے بیوفائی کرے گا یقینی طور سے وہ عذاب کیا جائے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔

بعد اس کے حضرت رسول نے پورے مجمع سے سوال کیا کہ آیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ حاکم اور اولی بالآخرت ہوں یا نہیں؟ اور اس سوال کو حضرت نے تین مرتبہ تکرار کر کے پوچھا اور جب سب نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا کہ بیشک آپ ہمارے نفسوں پر ہم سے زیادہ حاکم اور اولی بالآخرت ہیں تو حضرت رسول نے حضرت علی کو دونوں ہاتھوں کے ذریعہ اتنا بلند فرمایا کہ حضرت کی پسیدی زیر بغل نمایاں ہوئی اور فرمایا کہ "مَنْ كُنْتُ مُؤَلَّدًا لَهُ فَمَا أَعْلَىٰ مُؤَلَّدُهُ" یعنی "جس کا میں مولا ہوں یہ علی اس کے مولا ہیں۔ پھر خدا سے ان الفاظ

نے اس حالت میں صبح کی کہ آپ میرے اور تمام مومنین و مومنات کے مولا بن گئے۔ (دیکھئے ریاض النضرہ محب الدین طبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۹ دسر العالین امام غزالی مطبوعہ ممبئی ص ۵ وغیرہ وغیرہ) امام اہلسنت امام احمد بن حنبل سنہ اپنی مسند جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ و علامہ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامتہ الباب الثانی صفحہ ۲۰۷ پر و ملا علی قلی نے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹ پر و علی ابن برہان الدین حلبی نے سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۳۲ پر و شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے قرۃ العینین صفحہ ۲ پر و علامہ غیاث الدین ہروی نے حبیب السیر مطبوعہ قدیمی چھاپ ممبئی جلد اول جزئیہ صفحہ ۷۵ پر اور جناب سید شہاب الدین احمد صاحب نے اپنی کتاب ترویج الدلائل علی ترجیح الفضائل باب مناقب علی ابن ابی طالب میں اس مندرجہ بالا واقعہ کو لکھنے کے بعد مختصر یا تفصیل کے ساتھ اس خطبہ کو بھی لکھا ہے جو حضرت رسولؐ نے خم غدیر کے میدان میں ارشاد فرمایا تھا جسے عالیجناب محمد زکی صاحب قرلباش نے اپنی کتاب "خم غدیر" کے صفحہ ۳۵ تا ۳۷ پر اور علامہ

سپر کا شافی صاحب نے اپنی تاسخ التواریخ کے جلد ۱ کے صفحہ ۱۰ پر بھی پوری تفصیل کے ساتھ درج فرمایا ہے جس کا اقتباس اور خلاصہ میں آپ حضرات کے سامنے ذیل میں پیش کر رہا ہوں۔

خلاصہ خطبہ غدیر

حضرت رسولؐ نے محمد و ثنائے الہی کے بعد پہلے اپنی موت کی خبر پہنچائی کہ اب میری زندگی میں زیادہ دن باقی نہیں رہے۔ میں اب بہت جلد تم لوگوں سے رخصت ہونے والا ہوں۔ تم لوگوں کو اس جگہ روکنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جبرئیلؑ امین میرے پاس خدا کا ایک بہت اہم اور تاکید دہی حکم لے کر آئے ہیں کہ اگر میں اس حکم کو تم لوگوں کو اسی مقام پر نہ پہنچاؤں تو ایسا ہے کہ گویا میں نے کوئی تبلیغ رسالت ہی انجام نہیں دیا۔ اور جبرئیلؑ امین جو آیت لے کر آئے ہیں وہ یہ ہے: "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا تَكُنْ مِنْ رُسُلِهِ ۗ وَاللَّهُ يُعَذِّبُ مَنِ اتَّخَذَ

لَا يُجِدُ الْفُلُوفَ الْكَافِرِينَ (پت سورہ مائدہ آیت ۶۷) جس کا ترجمہ یوں ہے کہ "اے رسولؐ جو حکم آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی اب تبلیغ کر دیجئے۔ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے کوئی کار رسالت ہی انجام نہیں دیا۔ اللہ آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ خدا کا فریضہ کی ہدایت نہیں فرماتا" تو پس میں اس کے عتاب سے خوفزدہ ہوں اور صرف اس کے اس حکم کو پہنچانے کیلئے تم لوگوں کو اس مقام پر روکا ہے۔ اور اے لوگو میں جانتا ہوں کہ تم لوگوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو علیؑ سے بغض رکھتے ہیں اور میں جو ان کے کچھ فضائل بیان کرتا ہوں تو وہ آپس میں اس کی رد کرتے ہیں اور مجھ پر اہتمام رکھتے ہیں کہ میں علیؑ کے فضائل اپنی طرف سے بیان کر دیا کرتا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ان پر یہ حکم بہت ہی ناگوار گزرے گا اور اس مقام پر (یعنی دوران سفر) اس حکم الہی کے اعلان کرنے پر مجھے ان کی ذات سے فطوہ بھی تھا اس لئے میں نے ارادہ کیا تھا کہ مدینہ پہنچ کر اطمینان

کے ساتھ اس حکم الہی کا اعلان کروں گا لیکن خدا کا مجھے تاکید فرمان اسی مقام پر پہنچ گیا ہے کہ میں یہیں وہ حکم تم سبھوں کو پہنچاؤں۔ اور خدا نے دشمنوں سے میری محافظت کرنے کی بھی اس آیت میں ضمانت لے لی ہے۔ پس سو کہ وہ حکم الہی یہ ہے کہ "یہ علیؑ جو اس وقت میرے پاس کھڑے ہیں جو دین و دنیا دونوں جگہ میرے بھائی ہیں اور جن کو مجھ سے ایسی ہی نسبت ہے جیسی ہارونؑ کو موسیٰؑ کے ساتھ تھی اور جن کی شان میں خداوند عالم نے "اِنَّ مَا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ وَاللَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ لَا كُفُوْنَ" بھی نازل فرمایا ہے (جس کا ترجمہ یوں ہے کہ) "تحقیق نہیں ہے تمہارا حکم سوائے اللہ کے اور اس کے رسولؐ اور ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نماز کو قائم کیا اور خیرات اس حالت میں دی جبکہ وہ رکوع میں تھے۔" (دیکھیو پت۔ سورہ مائدہ ۸۰)۔ پس اے لوگو یاد رکھو کہ یہ علیؑ ابن ابی طالب ہی ہیں جنہوں نے نماز کو قائم کیا اور خیرات رکوع کی حالت

عزت اور ان کے عقائد کا اقتباس رہا ہوں۔ اپنی موت تو نہیں نے والا جبرئیلؑ علم لے کر م پرنہ ست ہی ہیں وہ۔ خدانے کہہ دیا اِنَّ اللہ

یہاں باب ۲۱۴ جناب فاطمہ زہرا اور حجۃ الوداع
 میں دی۔ بس یہی میرے بعد تمہارے ولی اور حاکم ہیں
 دیکھی میرے دھی میرے خلیفہ اور میرے بعد امت کے امام
 ہی ہیں۔ اور انھیں کی اطاعت خدا نے میرے بعد تمام امت
 پر واجب فرمائی ہے۔ بس یاد رکھو جس نے ان کی اطاعت کی
 ہی کے واسطے رحمت ہے اور جس نے ان کی مخالفت کی اس
 کو خدا کا عذاب ہوگا اور وہ پیش خدا رسول ملعون ہے۔
 ”اے لوگو جو کچھ خدا نے مجھے علم دیا ہے وہ سب میں نے
 علیؑ کو تعلیم کر دیا ہے۔ بس علم سے جو مجھے معلوم ہے کچھ باقی نہیں
 ہے جو میں نے علیؑ کو نہ سکھا دیا ہو۔ یہ وہی امام مبین ہیں جن کا
 ذکر خداوند عالم نے سورہ یسین میں کیا ہے کہ کُلُّ شَيْءٍ اَخْبَيْنَا لَكَ
 امام مبینؑ یعنی ہم نے ہر چیز کا علم امام مبین کو دیدیا ہے۔
 ”اے لوگو۔ یہ بھی یاد رکھو کہ یہ علیؑ تم سب سے بڑھ کر
 ہمیشہ میرے مددگار و ناصر بھی رہے ہیں۔ اور میرے پاس
 ان کا حق تم سب سے زیادہ ہے۔ اور تم سب سے زیادہ یہ میرے
 عزیز و قریب بھی ہیں اور قرآن مجید میں کوئی رضا کی آیت

سورہاں باب ۲۱۵ جناب فاطمہ زہرا اور حجۃ الوداع
 نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ علیؑ اس میں داخل ہیں۔ اور اللہ
 نے کسی ایمان لانے والے کی تعریف نہیں کی مگر یہ کہ علیؑ اس
 میں شریک ہیں اور انھیں کی شان میں سورہ بل اتی بھی نازل
 ہوا ہے۔ اور اس بات کو بھی یاد رکھو کہ ہر نبی کی ذریت
 اس کی پشت سے پیدا کی گئی ہے۔ اور میری ذریت علیؑ کے
 صلب سے پیدا ہوگی۔ پس جو لوگ اسے اور اس کے جانشینوں
 کو میری اولاد سے جو اس کی پشت سے ہوں گے قیامت تک
 امام نہ مانیں گے تو ان کے اعمال ضبط کر لئے جائیں گے اور
 وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ نہ انھیں ہمت دی جائے
 گی اور نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔
 ”اے لوگو اس بات سے بھی آگاہ ہو جاؤ کہ علیؑ سے کوئی
 بغض نہ رکھے گا مگر شقی اور علیؑ سے کوئی محبت نہ کرے گا مگر پیروز
 گار اور شقی۔ اور علیؑ ہی سب سے پہلے وہ شخص ہیں جو مجھ پر ایمان
 لائے اور علیؑ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنے کو مجھ پر سے خدا کر
 دیا ہے۔ (غالباً شب ہجرت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے) پس

ان ایک س نے ی د ی ن ن ل م ب س ہ با ت

سورہاں باب ۲۱۶ جناب فاطمہ زہرا اور حجۃ الوداع
 اے لوگو جو خدا نے ان کو فضیلت بخشی ہے اسے قبول کرو اور
 ان سے ضد نہ کرنا اور نہ تمہارے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے
 اور جو ان کی ولایت اور امامت سے انکار کرے گا وہ بلا شک
 جہنم میں جائے گا۔
 ”اور اے لوگو علیؑ میرے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں
 اور پھر کہتا ہوں کہ جبرئیلؑ نے مجھے اللہ کی جانب سے خبر دی ہے
 کہ جس نے علیؑ سے عداوت کی اور ان سے محبت نہ رکھی اس پر
 اللہ کی لعنت ہے اور اس پر خدا کا ضرر و غضب نازل ہوگا۔
 بس علیؑ سے مخالفت کرنے میں خدا سے ڈرنا اس لئے کہ علیؑ
 جنب اللہ ہے جس کی نسبت قرآن پاک میں آیت آئی ہے کہ
 ”يَا عَشْرَةَ تَعَالَى مَا أَفْرَطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ“ یعنی انوس ہے ان
 لوگوں کی حالتوں پر جو جنب اللہ کے متعلق تفریط کریں گے۔
 ”اور اے لوگو علیؑ اور ان کی اولاد ہی میرے اہلبیت
 ہیں اور اس بات کو بھی یاد رکھو کہ میں دو عظیم المرتبت چیزیں
 تم میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک کتاب خدا ہے اور دوسرے

سورہاں باب ۲۱۷ جناب فاطمہ زہرا اور حجۃ الوداع
 میرے اہلبیت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے
 یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں۔
 ”اور اس بات کو بھی مت بھولنا کہ یہی میرے اہلبیت خدا
 کی مخلوق میں میرے بعد خدا کے امین ہیں اور زمین پر اس کی
 طرف سے حاکم ہیں پھر تین بار فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے
 خدا کے حکم کو پہنچا دیا۔ اور یاد رکھو اس وقت مخلوق خدا
 میں سوائے میرے اور میرے بھائی علیؑ کے کوئی امیر المؤمنین
 نہیں ہے اور میرے بعد سوائے علیؑ کے کسی کا امیر المؤمنین بننا
 حلال و جائز نہیں ہے۔
 اس کے بعد پھر تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے ان سے
 تین مرتبہ سوال کیا کہ اچھا اب یہ بتلاؤ کہ کیا میں تمہارے نفسوں
 پر تم سے زیادہ ادنیٰ بالتصرف نہیں ہوں؟ اور جب تینوں مرتبہ
 سب نے اقرار کیا کہ بیشک آپ ہم سے زیادہ ہمارے نفسوں
 پر ادنیٰ بالتصرف ہیں۔ تب حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کے
 بازو کو تھام کر اتنا بلند کیا کہ ان کے پاؤں رسول اللہ کے

گھنٹوں تک پہنچ گئے۔ پھر فرمایا: "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَهَذَا
عَمَّ مَوْلَاَهُ يَعْنِي جِسْمًا مَوْلَاَهُمْ اس کے معنی مولا ہیں پھر
خدا سے دعا فرمائی کہ "خداوند! تو دست رکھ اس کو جو علی کو
دوست رکھے اور دشمن رکھے اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔ اس
کے بعد فرمایا کہ اسے لوگوں کو پھر ایسی طرح سے سمجھ لو کہ میرے بعد
قیامت تک کے لئے خدا نے امامت اور وراثت کو علی اور
اولاد علی کے سپرد کیا ہے اور یہی لوگ میرے وصی اور جانشین
اور خلیفہ ہوں گے۔ پس چاہئے کہ ہر حاضر غائب کو اور ہر باپ
اپنے بیٹے کو قیامت تک یہ میری تسلیخ پہنچاتا رہے اور اس
میں قصور نہ کرے۔"

پھر فرمایا کہ اسے لوگوں سے بھی آگاہ ہو جاؤ کہ
قریب ہے کہ کچھ لوگ علی اور میرے اہلبیت سے مخالفت کریں
گے اور میری اس وصایت کو غصبا اپنی ملک بنا لیں گے پس
آگاہ ہو جاؤ کہ غاصبین پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان کے
انصار اور ان کے تابعین بھی دوزخ کے اسفل مقام میں رہیں

گے۔ پس تم ان سے بچنا اور علی ہی سے متمسک رہنا اس لئے
کہ فلاح و بہبودی علی ہی کے دوستوں کے لئے ہے اور آخرت
کی ہر طرح کی برائی علی ہی کے دشمنوں کے لئے ہے۔

یہ فرما کر حضرت نے فرمایا کہ دیکھو جو کچھ مجھے کہنا تھا کہ چکا
پس اب تم یہ بتلاؤ کہ جو کچھ میں نے کہا تم نے اس کو سنایا نہیں؟
اور تم اس کا اقرار کرتے ہو یا نہیں؟ پس اگر اقرار کرتے ہو تو
زبان سے کہو کہ ہم نے سنا اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم اس کی
اطاعت کرتے ہیں اور کریں گے۔ پس تمام مجمع نے کہا کہ یا رسول
اللہ! جو کچھ آپ نے فرمایا بیشک ہم نے اس کو سنا اور ہم اقرار
کرتے ہیں کہ اطاعت کریں گے۔

✓ خطبہ ختم کرنے کے بعد آپ نے حضرت علی سے فرمایا کہ خیمہ
میں بیٹھ جائیں اور سب کو حکم دیا کہ گروہ گروہ خیمہ میں جا کر حضرت
علی کو امیر المؤمنین کہہ کر سلام کریں اور ان کو مبارکباد دیں۔
پس سبھوں نے حکم رسول کی اطاعت کی اور اس کا سلسلہ تین
روز تک جاری رہا۔ اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان

دغیرہ وغیرہ سبھوں نے حضرت علی کو امیر المؤمنین کہہ کر سلام کیا
اور انھیں مبارکباد دی۔ عام لوگوں کی مبارکباد ختم ہونے کے
بعد حضرت رسول نے اہبات المؤمنین کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی جا کر
حضرت علی کو مبارکباد دیں اور انھیں امیر المؤمنین کہہ کر سلام
کریں اور سبھوں نے تمیل حکم کی اور حضرت علی کو خیمہ کے اندر
جا کر مبارکباد دیتی گئیں۔

اس سلسلہ میں اہلسنت کے ایک مشہور عالم سید علی ہمدانی
نے اپنی کتاب مودۃ القرینی طبع مطبع ممبئی ص ۱۱۱ پر حضرت عمر کے
مستقل ایک واقعہ اس طرح نقل کیا ہے جس کے ناقل خود حضرت
عمر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت رسول حضرت علی کو
اپنے دونوں ہاتھوں پر بلند فرما کر یہ اعلان کر رہے تھے کہ جس کا
میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں۔ اس وقت میری نعل میں
ایک خوبصورت اور خوشبودار جوان تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ لے
عمر! اس وقت حضرت رسول نے علی کی ولایت اور وصایت کی نسبت
ایک ایسی خبر طرہ بانہ دی ہے جس کو وہی شخص کھولے گا جو سناتا

ہو گا۔ پس لے عمر تم ڈر دو کہ کہیں تم ہی اس گروہ کے کھولنے والے
نہ ہو۔ (حضرت عمر کہتے ہیں کہ) یہ سن کر جب میں حضرت رسول کی
خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے امین جو ان کے قول کو نقل کیا
جو اس نے مجھ سے کہا تھا۔ تو یہ سن کر حضرت رسول نے فرمایا کہ اسے
عمر وہ کوئی آدمی تھا بلکہ خبر سبیل امین تھے۔ انھوں نے چاہا کہ میں
نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کی تم ہے تاکہ تم کہہ دین۔

شاہ عبدالرحمن صاحب دہلوی نے بھی اپنی کتاب تاریخ النبوة
میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی کا شان میں نم غدیر و انی حدیث
"مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَهَذَا اَعْلَىٰ مَوْلَاَهُ" بالکل صحیح ہے اور اس کو
ایک جماعت علماء اہل اسلام نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔
مثلاً ترمذی، نسائی، احمد بن حنبل اور ان کے علاوہ دیگر علماء اسلام
میں سے بھی اس کو کثیر لوگوں نے روایت کی ہے۔

عالم اہلسنت جناب علامہ ابو اسحاق ثعلبی نے بھی اس واقعہ
نم غدیر اور حدیث "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَهَذَا اَعْلَىٰ مَوْلَاَهُ" کی تصدیق
کیا ہے اور اس کی تائید میں ایک واقعہ بھی درج کیا ہے جو پہلا

سرہواں باب ۲۲۲ جناب فاطمہ زہرا اور جنت الوداع
سورہ معارج کی ایک آیت "سائل سائلین بعداً اب واقع بکلفہین
لیس لہ ذائع" کی تشریح کے متعلق ہے جس آیت کا سلیس ترجمہ یہ
ہے کہ ایک سائل نے خدا سے خود سے ایسے عذاب کی خواہش کی جو
کفار کے لئے ہے۔ جس کا دفع کرنا ممکن نہیں۔

وہ واقعہ جو جناب ابواسحاق صاحب ثعلبی نے اپنی تفسیر
میں متذکرہ آیت کی تشریح اور واقعہ خم مذہب کی تائید میں لکھا
ہے وہ یہ ہے کہ جب خم مذہب کے واقعہ اور حضرت علی کی نسبت
حضرت رسول کی حدیث "من کنت تھولاً فھذا علی مؤلاً" کی
شہرت عام ہوئی اور حضرت مدینہ تشریف لائے تو عمارت بن نومان
فہری اس واقعہ اور حدیث کو سن کر بہت برم ہوا اور وہ اپنے
ناقہ پر سوار ہو کر خدمت رسول میں آیا جبکہ حضرت مسجد میں
تشریف رکھتے تھے۔ وہ اونٹ کو باہر مسجد کے باندھ کر خدمت
رسول میں آیا اور کہنے لگا کہ یا محمد آپ نے لا الہ الا اللہ کہنے کا
حکم دیا۔ ہم نے اس کی تعمیل کی لیکن آپ نے اس پر قناعت نہ
کی اور ہالا خرا آپ نے لہنے چپا کے بیٹے کے بازو کو بند کر کے اور

سرہواں باب ۲۲۳ جناب فاطمہ زہرا اور جنت الوداع
اس کو سب آدمیوں پر فضیلت دے کر حاکم بنا دیا اور فرما دیا
کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں۔ کیا بات آپ
نے اپنے دل سے کہی یا منجانب خدا کہی؟ یہ سن کر حضرت رسول
کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس
کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ یہ حکم میری طرف سے نہیں ہے بلکہ
جو کچھ میں نے کہا وہ خدا کی طرف سے ہے اور اس کے حکم سے کہا
ہے۔ اور اس بات کا حضرت نے تین مرتبہ اعادہ کیا۔

حضرت کا یہ ارشاد سن کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہوا
اپنے ناقہ کی طرف چلا کہ "اے خدا اگر محمد سچ کہتے ہیں تو آسمان
سے پتھر برساکر مجھ پر عذاب فرما" ابواسحاق ثعلبی لکھتے ہیں کہ ابھی
وہ اپنے ناقہ تک نہ پہنچا تھا کہ خدا نے آسمان سے اس پر پتھر
برساے جو اس کے سر پر گرے اور دہر کی راہ سے نکل گئے اور
وہ وہیں سب کے سامنے سر کر ڈھیر ہو گیا اور تب خدا نے آیت
نازل فرمائی "سائل سائلین بعداً اب واقع بکلفہین لیس لہ ذائع"
علامہ اہلسنت میں سے علامہ سیبواہن جوڑی نے تذکرہ خواص

سرہواں باب ۲۲۴ جناب فاطمہ زہرا اور جنت الوداع
الاسترا باب الثانی مشا وروا پر و محبوب عالم صاحب نے اپنی
تفسیر شاہی میں اور علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں بھی یہ ذیل
تفسیر آیت مذکورہ سال سائل ۱۰۱۰ اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے
جیسا کہ علامہ ابواسحاق ثعلبی نے اور لکھا۔

الرض خم مذہب کا متذکرہ واقعہ اور حضرت رسول کا اس
روز حضرت علی کی شان میں یہ فرمانا کہ "جس کا میں مولا ہوں
اس کے یہ علی بھی مولا ہیں" وغیرہ وغیرہ تاریخ اسلام کا ایک
ایسا واقعہ ہے جسے متذکرہ بالا علامہ کے علاوہ کثیر علماء اہلسنت
والجماعت نے نقل فرمایا ہے۔ اور آغا محمد سلطان مرزا صاحب
نے اپنی کتاب البلاغ السین کتاب اول کے باب یازدہم میں
اس واقعہ کو ایک سو باون علامہ اہلسنت والجماعت کی کتابوں
کے حوالہ سے درج کیا ہے اور موصوف نے اپنی کتاب میں ان
کتابوں کے نام کے ساتھ ساتھ ان راویوں کے بھی نام درج کر
دیئے ہیں جنہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی ہے۔
مختصر یہ کہ جب یہ سب واقعہ جناب فاطمہ زہرا نے اپنی

سرہواں باب ۲۲۵ جناب فاطمہ زہرا اور جنت الوداع
آنکھوں سے دیکھا ہوگا تو انہیں کتنی خوشی ہوئی ہوگی۔ اور میرا
تو یقین ہے کہ وہ بھی انہیں مبارکباد دینے اور امیر المؤمنین کہہ کر
سلام کرنے کے لئے ازدواج رسول کے ساتھ خیمہ کے اندر ضرور
تشریف لے گئی ہوں گی۔ اور میرا یہ بھی خیال ہے کہ شاید پروردگار
عالم نے اپنی دیگر مسلماتوں کے ساتھ ساتھ اس مصلحت سے بھی اپنے
رسول کو حکم دیا ہو کہ آپ اپنے اس سفر میں میری کنیز خاص فاطمہ
زہرا کو بھی ساتھ لے لیں تاکہ وہ اس دنیا میں بھی کچھ (خواہ عارضی
ہی سہی) حقیقی خوشی کا لطف بھی اٹھالیں کیونکہ ان کی زندگی میں
تو شروع سے لے کر آخر تک مصائب ہی مصائب کی بھر مار ہے۔
(واللہ اعلم بالصواب)

اس مقام پر اگر میں اس بات کو بھی واضح کر دوں تو غالباً
غیر مناسب نہ ہوگا کہ مسلمانوں میں اب کچھ افراد اس خیال کے بھی
پیدا ہو گئے ہیں جو علی کے فضائل کو یا تو سن نہیں سکتے اور یا غلط
نہی میں مبتلا ہیں کہ وہ اس حدیث کے لفظ مولا کے معنی میں اختلا
پیدا کر کے خلافت علی کے متعلق شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے

سترہواں باب ۲۳۳ جناب غلام زبیر اور مرض الموت رسول
 کتاب سیرت ابن اسحاق میں اور عالیجناب جمال الدین صاحب
 محدث نے اپنی کتاب روضۃ الاحباب میں اور امام قسطلانی نے
 اپنی کتاب قسطلانی میں اور تلامی نقوب لاہوری نے اپنی کتاب
 رسالہ عقائد میں اور علامہ ابی الحدید نے شرح ابن الحدید جلد ششم
 میں اور جناب نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب
 حج الکرامہ میں اور علامہ کامل ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل جلد ۱
 منظر ۱ پر اور سید شریف علی ابن محمد نے شرح مرقاۃ آخر کتاب تذیل
 فی ذکر الفرق میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا اقتباس اور خلاصہ یہ
 ہے جسے عالیجناب احمد حسین خاں صاحب (نواب صاحب پریاواں)
 نے بھی اپنی کتاب تاریخ احمدی کے ۹۵۵ و ۹۵۶ پر درج کیا ہے۔
 خلاصہ کتب بالا :- حضرت رسول نے ماہ صفر ۱۱
 میں یعنی اپنے دصال سے صرف چند روز قبل جبکہ آپ اپنے مرض
 موت میں مبتلا ہو چکے تھے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اہل روم
 سے جنگ کرنے کے لئے حضرت کے آزاد کردہ غلام زید کے صاحبزادے
 اسامہ بن زید کی ماتحتی میں روانہ ہوں اور تاکید کی کہ جلد از جلد

سترہواں باب ۲۳۵ جناب غلام زبیر اور مرض الموت رسول
 سبھوں کی مدینہ سے روانگی ہو جائے۔ اسامہ نے تعمیل حکم میں علم
 لے کر مدینہ سے روانہ ہو کر مقام جرف میں جو مدینہ سے ۳ میل شاہ
 کی طرف ہے پہنچ کر قیام کیا تاکہ پورا لشکر وہاں جمع ہو جائے تب
 آگے بڑھیں۔ حضرت رسول نے اسامہ کی ماتحتی میں جانے کے لئے
 حضرت ابوبکر، حضرت عمر و حضرت عثمان و سعد ابن وقاص اور ابو
 عبیدہ جراح وغیرہ وغیرہ سبھوں کو حکم فرمایا تھا اور حضرت علی کو
 مخصوص طریقہ پر اپنے پاس رہنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن جب صحابہ کو
 حضرت کے اس حکم کا علم ہوا تو انہیں بجائے تعمیل حکم کرنے کے حضرت پر
 اعتراض کرنے لگے کہ حضرت نے انصاف سے کام نہیں لیا کہ اکابر
 صحابہ ہاجرین و انصار کو ایک غلام زادہ کی ماتحتی میں بھیجا ہے
 ہیں۔ الغرض جب حضرت کو اصحاب کے اس اعتراض کی خبر ہوئی
 تو آپ ان اعتراض کرنے والوں پر اس درجہ غضبناک ہوئے کہ
 باوجودیکہ حضرت بہت شدید بیمار میں مبتلا تھے اور درد سر کی شدت
 کے سبب سے سر مبارک پر عصا بھی باندھے تھے اور گھر سے باہر
 نکلنے کے بالکل تابیل نہ تھے لیکن پھر بھی حضرت اس عالم میں ہوتے

سترہواں باب ۲۳۶ جناب غلام زبیر اور مرض الموت رسول
 ہوئے بھی گھر سے باہر تشریف لائے اور منبر پر جا کر بعد حمد و شکر
 الہی فرمایا کہ ایہا الناس! یہ کیا باتیں ہیں جو تم لوگ اسامہ کے
 امیر لشکر بنائے جانے پر ظاہر کر رہے ہو۔ تم اس سے بھی اس طرح
 انحراف کرنے لگے جس طرح جنگ موتہ میں اس کے باپ زبیر بن
 حارثہ کے سردار فوج بنائے جانے پر تم نے انحراف کیا تھا۔ آخر اس کی
 کیا وجہ ہے؟ خدا کی قسم یہ بھی سرداری کا ستمی ہے اور اس کا باپ
 بھی امارت کا اہل تھا۔ لہذا تم لوگوں کو چاہئے کہ میرا حکم مانو
 اور اس کی سرداری قبول کرو اور اس کی ماتحتی میں جنگ کرنے
 کے لئے فوراً شام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔
 حضرت کے اس خطبہ کے سبب سے لوگوں میں آمادگی پیدا
 ہو گئی اور لوگ رخصت ہو کر لشکر گاہ کی طرف روانہ ہونے لگے
 لیکن حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور جو ان کے ساتھی تھے آخر دلت تک
 مدینہ نہ چھوڑتے گئے۔ یہاں تک کہ حضرت کی حالت بہت خراب
 ہو گئی اور جب اسامہ کی ماں نے اسامہ کو کہلا بھیجا کہ حضرت کی
 حالت نزع شروع ہو گئی ہے تو یہ سن کر اسامہ اور جو بھی لشکر گاہ

سترہواں باب ۲۳۷ جناب غلام زبیر اور مرض الموت رسول
 تک پہنچ گئے تھے وہ سب کے سب بھی واپس چلے آئے۔
 عالم السنن عالیجناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی
 کتاب مدارج النبوة جلد ۲ ص ۴۸ پر صاف صاف تحریر فرمایا ہے کہ
 حضرت رسول نے اسامہ کی ماتحتی میں جانے کے لئے جملہ اکابر صحابہ
 مثلاً حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان و سعد ابن وقاص و
 ابو عبیدہ جراح وغیرہ وغیرہ کو حکم دے دیا تھا البتہ حضرت علی کو مخصوص
 طریقہ پر اپنے پاس رہنے کا حکم دیا تھا۔ اور جب صحابہ نے حضرت کے
 اس حکم پر چونے لگیں اور اعتراض کیا کہ حضرت نے
 اس معاملہ میں انصاف سے کام نہیں لیا کہ اکابر صحابہ کو ایک غلام
 زادے کی ماتحتی میں بھیج رہے ہیں تو حضرت رسول یہ سن کر غضب
 ناک ہوئے اور بیماری کی حالت میں متذکرہ بالا خطبہ ارشاد
 فرما کر اسامہ کی ماتحتی میں جانے کی اصحاب کو تاکید فرمائی تو اور
 دیگر اصحاب تو رخصت ہو کر لشکر گاہ کی طرف روانہ ہو گئے لیکن
 حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ نے آخر تک مدینہ نہ چھوڑا یہاں تک
 کہ حضرت کی حالت نزع ہوئی اور اسامہ واپس مدینہ آئے اور

ان کے ساتھ وہ تمام آدمی بھی واپس آگئے جو اسامہ کے لشکر گاہ تک پہنچ گئے تھے۔

علامہ اہلسنت میں سے علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل میں سید شریف علی ابن محمد نے شرح موائفت میں اور عالی جناب جمال الدین صاحب محدث نے روضۃ الاحیاء میں اور علامہ یاقوت لاہوری نے رسالہ عقائد میں اور علامہ ابن ابی الحدید نے شرح ابن ابی الحدید جلد ششم میں اور جناب نواب صدیق حسن خان صاحب نے حج الکرامہ میں و نیز تاریخ مظفری و مرآة الاسرار حال مرض الموت رسول میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے اپنے اصحاب کو روانگی کی تاکید کے سلسلہ میں یہ بھی فرمادیا تھا کہ "فدا لعنت کرے اس پر جو لشکر اسامہ سے خوفت اختیار کرے۔"

اب اس کے آگے آپ کچھ صحابائے کرام کی اس مخالفت کو بھی سنئے جبکہ حضرت اپنے مرنے سے صرف ۳۰۳ دن قبل امت کی فلاح دہیودی کے لئے اور ان کو گمراہی سے بچانے کے لئے ایک وصیت نامہ لکھنا چاہتے ہیں اور اس غرض کے لئے اصحاب

سے قلم دوات طلب فرماتے ہیں لیکن اصحاب رسول انہیں حکم رسول کی بھی تعمیل نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ میں کسی تحریر کی ضرورت نہیں ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔

یہ ایک امر حقیقت ہے اور مرنے والے کا ایک عام حق بھی ہے کہ جسے بسببوں نے تسلیم کیا ہے اور قرآن پاک کے پہلے سورہ بقرہ ۲۲ میں خدا نے حکم بھی دیا ہے کہ مرنے والے کو چاہئے کہ جب وہ کوئی اچھی چیز چھوڑنے والا ہو تو مرنے سے پیشتر وہ وصیت کر جائے اور یہ اس مرنے والے پر ایک ضروری فرض ہے لیکن انفس تو اس بات کا ہے کہ حضرت رسول کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہونے پائی اور بعض صحابائے کرام نے فعل دستورات کے حضرت رسول کو وہ اپنی آخری وصیت بھی نہ لکھنے دی جو آپ امت کی فلاح دہیودی کے لئے اور لے

گراہی سے بچانے کے لئے لکھنا چاہتے تھے۔
غور کیجئے اور ذرا التفات سے دیکھئے کہ جب رسول اللہ نے اپنی زندگی کے آخری وقتوں میں کہ جس وقت آپ بیماری

کے ہاتھوں نقل و حرکت کرنے سے بھی مجبور و معذور ہو چکے تھے۔ اپنے صحابائے کرام کی یہ کھلی ہوئی بغاوت اور سرکشی کو دیکھا تو اگر حضرت رسول کو کس قدر رنج ہوا ہوگا اور حضرت رسول کی رنجیدگی سے جناب ناطق زہرا کے دل پر کیا گزرد رہی ہوگی۔ اس سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت رسول آرام کے ساتھ رہنے بھی نہیں پاسے بلکہ ایک بجوم غم و رنج و اندک کا اپنے ہمراہ لے گئے۔ اب آپ ان تمام باتوں کو معتبر کتب اہلسنت و الجماعت سے ملاحظہ فرمائیے۔

اہلسنت و الجماعت کی مشہور و مستند کتاب صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۱۰ طبرہ نو لکھنؤ میں ابن عباس سے ایک روایت درج ہے جو تاریخ احمدی کے ۹۵۰ و ۹۵۱ پر بھی کجستہ موجود ہے کہ جب آنحضرت کے مرض الموت میں شدت ہوئی تو جمعرات کے دن دولت کوہ نبوت میں حضرت عمر ابن خطاب اور دیگر اصحاب جمع تھے۔ رسول مقبول نے فرمایا کہ آؤ میں تمہارے لئے کچھ (بطور وصیت لکھ دوں) تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ حضرت عمر

بوسے کہ سپتیر صاحب غلبہ مرض کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں۔ (یعنی ہذیان بک رہے ہیں) ہمارے پاس قرآن موجود ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اس بات پر حضار جلسہ میں اختلاف واقع ہوا۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ کے حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہے تاکہ آنحضرت جو چاہیں تحریر فرمائیں اور بعض حضرت عمر کے ہم زبان تھے اور جب ابن بات پر بہت شور اور اختلاف ہونے لگا تو جناب رسالت مآب نے "تو مؤأعنی" (یعنی میرے پاس سے اٹھ جاؤ) کہہ کر انھیں وہاں سے اٹھوا دیا۔ پس ابن عباس فرماتے تھے کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ چیز جو لوگوں کے شور و اختلاف کی وجہ سے رسول اللہ کے ارادہ کتابت میں حاصل ہوئی اور جس کی وجہ سے آنحضرت کچھ نہ لکھ سکے۔

اہلسنت کی مستند ترین کتاب صحیح بخاری مطبوعہ بمبئی جلد بیتم مشکوٰۃ صحیح بخاری مطبوعہ نظامی کاپنور جلد دوم مشکوٰۃ صحیح بخاری باب کتابت العلم پلٹنا پر ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت کے مرض میں شدت ہوئی تو

شہزادوں باب ۲۲۲ جناب غلام زبیر اور مرض الموت رسول
اس وقت گھر میں بہت سے آدمی جمع تھے۔ ان میں عمر ابن خطاب
بھی تھے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ قلم دوات لاؤ تو میں ایسی تحریر
لکھ دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ پس حضرت عمر نے کہا کہ
نبی پر درد کا غلبہ ہے ہمیں کتاب خدا کافی ہے۔

صحیح بخاری ج ۱ کتاب المنازی باب مرض النبی ووفات
فنا و صحیح بخاری ج ۱ کتاب جواز الوفا ص ۱۱۱ پر بھی یہ روایت
ابن عباس سے اس طرح درج ہے کہ جناب ابن عباس بیان کرتے
تھے کہ "آہ جمعرات کا روز کس قیامت کا تھا کہ اس روز حضرت
رسول خدا کا مرض تیز ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس قلم
دوات لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے وہ وصیت لکھ دوں کہ جس کے
بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے تو اس پر لوگ وہاں جھگڑنے لگے۔ حالانکہ
نبی کے پاس جھگڑا کرنا مناسب نہ تھا۔ پھر لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ
مگر صحیح بخاری کے اس نسخہ میں حضرت عمر کے نام لکھنے کے بجائے "قال یوسف" لکھا ہے
جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لکھ دوں گے کہہ لیں موقوفہ نہ کروں پر لفظ یوسف کے اور لکھا ہے
"عمر ابن خطاب" یعنی دوات و قلم کے روکنے والے حضرت عمر تھے۔ (الرواف)

شہزادوں باب ۲۲۳ جناب غلام زبیر اور مرض الموت رسول
ہذیان تک رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ مجھے چھوڑ
دو اس لئے کہ میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی
طرف تم مجھے بلاتے ہو۔

عالم اہلسنت علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب مل دخل میں
لکھا ہے اور یہی بات بکنسہ تاریخ احمدی کے ص ۹۹ پر بھی درج ہے
کہ پہلا تنازع اور اختلاف جو رسول مقبول کے زمانہ مرض میں واقع
ہوا وہ تھا جس کو صحیح بخاری نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ عبد اللہ
ابن عباس سے یوں روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ کے مرض
میں زیادتی ہوئی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھے دوات اور کاغذ
دوتا کہ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ ایسا لکھ دوں کہ جس کی وجہ
سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ یہ سن کر حضرت عمر نے کہا کہ پیغمبر صلی
غلبہ مرض کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں۔ ہمارے لئے کتاب خدا کافی
ہے۔ چنانچہ جب اس بات پر شور و غل ہوا تو آنحضرت نے فرمایا کہ
میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ تم لوگوں کو لازم نہیں کہ میرے حضور
میں تنازع اور اختلاف کرو۔ اس بات کو یاد کر کے عبد اللہ ابن

شہزادوں باب ۲۲۴ جناب غلام زبیر اور مرض الموت رسول
عباس فرمایا کرتے تھے کہ مصیبت اور عظیم مصیبت تھا وہ اختلاف
جس نے ہمارے اور پیغمبر صاحب کی تحریر میں حائل ہو کر آنحضرت
کو کتابت سے باز رکھا۔

امام اہلسنت امام طبرانی نے اس قلم دوات کے واقعہ کو
درج کر کے یہ بھی لکھا ہے جو تاریخ احمدی کے ص ۹۹ و ص ۱۰۰ پر بھی بکنسہ
درج ہے کہ جب اصحاب رسول نے حکم رسول کی تعمیل نہ کی اور آپس
میں اختلاف ہونے لگا تو عذرات عصمت نے پردے کے اندر سے
اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا تم رسول اللہ کا ارشاد نہیں سنتے
ہو؟ اس پر حضرت عمر نے ان بیبیوں کو جواب دیا کہ تمہاری مثال
صداجات یوسف کی ہے کہ پیغمبر صاحب کی بیماری میں تو روتی
ہو اور بوقت صحت ان کی گردن پر سوار ہوتی ہو۔ یہ سن کر حضرت
رسول نے فرمایا کہ ان عورتوں سے مترض نہ ہو یہ تم سے پھر بھی
غیبت اور بہتر ہیں۔

امام اہلسنت امام احمد بن حنبل نے بھی اپنی مسند مطبوعہ مصر
جلد ۲ ص ۲۲۲ پر اور ذواب صاحب پر یادوں نے اپنی تاریخ احمدی

شہزادوں باب ۲۲۵ جناب غلام زبیر اور مرض الموت رسول
کے ۱۹۵ پر بروایت سعید ابن جبیر اس قلم دوات کے واقعہ کو
اس طرح لکھا ہے کہ عبد اللہ ابن عباس یہ کہہ کر کہ "پنچشنبہ کیسا دن
تھا" اتنا روئے کہ موتیوں کی لڑی کی طرح ان کے رخساروں پر
آنسو جاری ہو گئے۔ بعد ازاں کہا کہ پنچشنبہ وہ دن تھا جب حضرت
رسول نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سامان کتابت دوتا کہ میں تمہارے
لئے کچھ ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ جس سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو گے
(افسوس کہ لوگوں نے کہہ دیا کہ آنحضرت غلبہ مرض کی وجہ سے ہذیان
تک رہے ہیں۔

یہی بات اہلسنت کی مشہور اور مستند کتاب صحیح مسلم کتاب
الوصایا باب وصیۃ النبی میں بھی درج ہے کہ حضرت ابن عباس
پنچشنبہ کے دن رو دیا کرتے تھے یہاں تک کہ زمین پر پڑے ہوئے
سنگ ریزے آنسوؤں سے تر ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ
دن تمام مصیبتوں کا دن ہے کیونکہ اس دن حضرت رسول کو وصیت
لکھنے نہ دی گئی بلکہ آنحضرت کی نسبت کہا گیا کہ وہ ہذیان تک
رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس کا اس واقعہ کو اور پختہ کرنے کے دن کو یاد کر کے ردنا صحیح فارسی کتاب العلم باب کتاب العلم و کتاب النفس باب اخراٹ الیہود من جزیرۃ العرب و کتاب النوازی باب مرض البقی و کتاب الجہاد باب اہل نیستنغ الی اہل الذمہ و کتاب الاعتقاد باب کراہتہ الخلفاء میں بھی درج ہے۔

حضرت رسول کا اپنے مرض الموت کے زمانہ میں صحابہ سے قلم دوات مانگنے کا قصہ اور حضرت عمر کا مخالفت کرنا اور کہنا کہ یہ غلبہ مرض کے سبب سے ہڈیاں بک رہے ہیں ہمیں کتاب خدا کا فی ہے متذکرہ بالا کتب اہل سنت کے علاوہ اور بھی بہت سی دوسری اہلسنت ہی کی کتابوں میں بالتشریح درج ہے جن میں سے چند کتابوں کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ جس کی خوشی ہر اصل کتاب میں دیکھ کر اپنا اطمینان کر سکتا ہے۔

مزید تفصیل کتب اہل سنت جن میں واقعہ قرطاس درج ہے۔

۱۔ تاریخ نہیں از علامہ حسین دیار بکری مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۱۸۱
۲۔ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ محمدی دہلی ص ۲۵۵

۱۔ معارج النبوة از علامہ ابن کثیر مطبوعہ نول کشور رکن بہار
۲۔ ردضتہ الاحباب از جمال الدین محدث مطبوعہ تیغ بہادر لکھنؤ ص ۵۵۵۔

۳۔ الفاروق از علامہ شبلی صاحب مطبوعہ مفید عالم آگرہ حصہ اول ص ۱۔

۴۔ سر العالمین از امام غزالی مطبوعہ ممبئی ص ۱۰

۵۔ کتاب الشفا از علامہ قاضی عیاض مطبوعہ صدیقی بریلی ص ۱۲۱

۶۔ تاریخ طبری از امام ابو جعفر محمد ابن جریر طبری جلد ۳ ص ۱۹۵

۷۔ مدارج النبوة از شاہ عبدالحق صاحب دہلی ص ۱۰۰

اب رہ گیا یہ امر کہ حضرت رسول اس اپنی آخری وصیت میں امت کو گراہی سے بچانے کے لئے کیا لکھنا چاہتے تھے جنہیں لکھنے دیا گیا تو اب آپ اس کو بھی اہلسنت و الجماعت ہی کی کتابوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ امام اہلسنت امام غزالی اپنی کتاب سر العالمین مطبوعہ مصر کے ص ۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں جس کا اقتباس اور خلاصہ یہ ہے کہ

حضرت رسول اپنے اس آخری وصیت نامہ میں امر خلافت کی نسبت لکھنا چاہتے تھے کہ ان کے بعد درحقیقت کس کو ان کا خلیفہ ہونا چاہئے جس کو حضرت عمر نے لکھنے نہیں دیا۔

۱۔ یہی بات عالم اہلسنت علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی

کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری الجز ثامن باب مرض البقی و دفات ملّا پر بھی لکھا ہے کہ آنحضرت نے ارادہ کیا تھا کہ اس تحریر میں اپنے بعد کے خلفاء کے نام تحریر کر دیں تاکہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔

۲۔ یہی بات دوسرے علماء اہلسنت علامہ نوذبی نے اپنی شرح صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۰۱ پر اور علامہ شہاب الدین خفاجی شارح شفا قاضی عیاض نے اور جانظ شمس الدین محمد ابن یوسف کرمانی نے اپنی کتاب الکواکب الذوری فی شرح صحیح بخاری میں اور جناب

عبدالحق صاحب محدث دہلی نے اپنی کتاب اشعۃ الملوک کے جلد ۱ میں اور شمس العلماء ڈپٹی مولوی نذیر احمد صاحب دہلی نے اپنی کتاب امہات الامۃ مطبوعہ دہلی کے ص ۱۰ تا ص ۱۱ پر اس واقعہ

ملاحظہ فرمائیں۔ اپنی شرح بیچ البلاغ ص ۱۲ ملّا پر بھی یہی بات لکھی ہے۔ (مؤلف)

کے ذیل میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول اپنے اس وصیت نامہ میں اپنے بعد کے لئے کسی شخص کو خلافت کے لئے نامزد کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت عمر نے دخل در معقولات کر کے بہترین انتظام کی صورت کو درہم برہم کر دیا۔

۳۔ ان متذکرہ علماء کرام نے تو صرف اپنی اپنی رائے لکھنے پر اکتفا کی ہے اور کوئی بات ثبوت میں نہیں پیش کی لیکن اہلسنت کے مشہور عالم علامہ ابن ابی الحدید نے اپنی کتاب شرح بیچ البلاغ الجز ثامن ص ۱۰۱ پر ایک گفتگو جو حضرت عمر اور عبداللہ

ابن عباس کے درمیان میں ہوئی ہے اس کو نقل کر کے اس کا ثبوت بھی فراہم کر دیا ہے کہ واقعی حضرت رسول اس تحریر میں اپنے بعد کے لئے خلیفہ نامزد کرنے والے تھے اور حضرت عمر سمجھ بھی گئے تھے کہ وہ کس کو نامزد کرنا چاہتے ہیں اور اسی لئے انہوں نے دخل در معقولات کر کے حضرت رسول کو وہ

تحریر لکھنے نہیں دی اس لئے کہ حضرت عمر کی سمجھ میں حضرت رسول جن کو اپنے بعد کے لئے اپنا خلیفہ نامزد کرنا چاہتے تھے

ان کا نامزد ہونا مفاد اسلام کے خلات اور حضرت تھا۔ اسی لئے انہوں نے اس چیز میں عمدہ دخل در معقولات کر کے وہ تحریر حضرت رسول کو لکھنے نہیں دی۔

✓ اب آپ علامہ ابن ابی الحدید مذکور کی تحریر سے حضرت عمر کا وہ اقرار ملاحظہ فرمائیں جو کتاب البلاغ المبین کتاب اول کے صفحہ ۲ پر بھی درج ہے تاکہ پھر کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔ اس گفتگو کے دوران میں جو حضرت عمر اور عبد اللہ ابن عباس کے درمیان واقع ہوئی ہے اس میں حضرت عمر نے عبد اللہ ابن عباس سے بریں الفاظ خود اقرار کیا ہے کہ "بات یہ تھی کہ حضرت رسول علی کی محبت میں بعض اوقات حق سے باطل کی طرف مائل ہو جایا کرتے تھے اور اس میں بہت مبالغہ فرماتے تھے۔ اور یہ امر واقع ہے کہ حضرت رسول اپنے مرض الموت میں اپنی خلافت کے مواعظ میں علی کے نام کی تصریح کرنا چاہتے تھے۔ مگر میں نے محض اسلام کی ہمدردی کے سبب سے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔ اس لئے

کہ کعبہ کے رب کی قسم علی کے بارے میں قریش کا کبھی اجتماع نہ ہوتا۔ اگر وہ خلیفہ ہو جاتے تو عرب ہر طرف سے ان پر برسرِ سرک کر دیتے۔ پس جس طرح سے میں نے رسول اللہ کے دل کی بات کو تاڑ لیا تھا اسی صورت سے رسول اللہ میری بات کو سمجھ گئے اور اسی لئے وہ رک گئے۔

اب اس کے بعد مجھے کچھ نہیں کہنا ہے اس لئے کہ خداوند عالم تو قرآن پاک میں حضرت رسول کی نسبت فرماتا ہے کہ "وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَجْهُ يُرَىٰ" یعنی ہمارا جیب اس وقت تک کلام ہی نہیں کرتا جب تک کہ ہم اس کی جانب وحی نہیں فرماتے اور حضرت عمر کہتے ہیں کہ "حضرت رسول حضرت علی کی محبت میں بعض اوقات حق سے باطل کی طرف مائل ہو جاتے تھے اور اپنی آخری وصیت میں علی کو خلیفہ نامزد کرنے میں غلطی کر رہے تھے"

اب جس کی خوشی ہر وہ خدا کے کلام کی تصدیق کرے اور حضرت رسول کو حق پر سمجھے اور جس کی خوشی ہو حضرت عمر کے کلام ملاحظہ کیجئے پڑ سورہ المہمنا

کی تصدیق کرے اس کو اختیار ہے۔

میں تو اب اس باب کو اس جملہ کے ساتھ ختم کر کے آگے بڑھتا ہوں کہ جس واقعہ کو عبد اللہ ابن عباس اپنے مرتے دم تک یاد کر کے روایا کرتے تھے کہ ہائے پنجشنبہ کا دن ایسا دن تھا کہ حضرت رسول کو ان کی آخری وصیت نہیں لکھنے دی گئی تو جناب فاطمہ زہرا کا اس وقت کیا حال ہوا ہوگا جب کہ ان کی آنکھوں کے سامنے یہ واقعہ اور دیگر واقعات گزرے ہوں گے اور وفات رسول کے بعد بھی جب وہ ان تمام باتوں کو یاد کر لیتی ہوں گی تو ان کے دل پر کیا گذرتی ہوگی کہ ہائے افسوس عام مسلمانوں کا بھی حق حضرت رسول کو نہ دیا گیا کہ وہ اپنی آخری وصیت ہی کو ضبط تحریر میں لاسکتے۔ اور مرتے دم بھی حضرت رسول کو حسین سے مرنے نہ دیا گیا۔

اٹھارہواں باب

جناب فاطمہ زہرا اور حضرت رسول کی زندگی کے آخری لمحات

کتاب سیدہ طاہرہ کے ملاحظہ فرمائیے پڑ بخوالہ روضۃ الاحباب اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت رسول کو یقین ہو گیا کہ اب ان کی زندگی صرف چند لمحوں کے لئے ہے تو آپ نے اپنے عزیزوں کو پاس بلا کر ان سے رخصت ہونا شروع کیا۔ اور جناب فاطمہ زہرا کو اپنے سینے سے لگا کر بہت روئے اور روئے روتے جب خاموش ہو گئے اور دیر تک ان کو سینے سے لگائے آنکھیں بند کئے رہے تو بعض لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ حضرت کی روح جس مبارک سے پرواز کر گئی ہے اور جب جناب فاطمہ زہرا نے با آواز بلند رونا شروع کیا تو آنحضرت نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا کہ بیٹی مست رو اس لئے کہ تیرے رونے سے آسمان پر ملائکہ روتے ہیں۔

تبرک
تجماع
بربر
کی
ت
خدا
ساتا
ہمارا
س کی
ن رسول
طرف
سنانزو
ے اور
کلام

انصار ہواں باب ۲۵۳ جناب فاطمہ زہرا اور حضرت رسول کی زندگی کے آخری لمحات

یہ فرما کر حضرت رسول نے جناب سیدہ کے چہرہ سے خود آنسو پونچھے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ خداوند سیدہ کو میری جدائی میں صبر عطا فرما۔ اس کے بعد جناب سیدہ کو صبر و شکر کی ہدایت کی اور اس کے بعد پھر آپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ جناب فاطمہ زہرا نے پوچھا کہ بابا کیا آج آپ پر زیادہ تکلیف ہے تو حضرت نے فرمایا کہ بیٹی آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی تکلیف نہ رہے گی۔ پھر حضرت نے حسن اور حسین کو قریب بلوایا۔ اس وقت حضرت کی دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کی دھاریں بہ رہی تھیں۔ امام حسنین نے حضرت کے چہرہ پر امام حسین نے حضرت کے سینہ پر اپنا سر رکھ دیا۔ حضرت رسول نے اپنے دونوں شاہزادوں کو سینہ سے لپٹا لیا۔ ان کے بوسے لئے۔ ان کے بالوں کی خوشبو سونگھی اور ان کی محبت اور تعظیم کے متعلق حاضرین کو وصیت فرمائی۔

تاریخ احمدی کے صفحہ ۹۹ و ۱۰۰ کے حوالہ مدارج النبوة لکھا ہے کہ اس کے بعد حضرت نے حضرت علی کو قریب بلایا اور جیبا

انصار ہواں باب ۲۵۵ جناب فاطمہ زہرا اور حضرت رسول کی زندگی کے آخری لمحات

وہ حضرت کے قریب آئے تو آپ نے بستر سے اپنا سر اٹھایا اور حضرت علی کے بازو پر رکھ کر سہارا لیا۔ پھر فرمایا یا علی میں نے لشکر اسلام کی تیاری کے لئے فلاں یہودی سے اتنا روپیہ قرض لیا ہے اس کو ضرور ادا کر دینا۔ پھر اس کے بعد فرمایا اے علی! ہرگز بدتم پر بہت سے مصائب نازل ہوں گے لیکن تنگ دل نہ ہونا اور صبر سے کام لینا۔ اور جب دیکھنا کہ لوگوں نے دنیا کو اختیار کیا ہے تو تم دین کو اختیار کرنا۔ یہ کہتے کہتے حضرت کی حالت متغیر ہو گئی اور اسی حالت میں شمع رسالت ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔

(انا للشر وانا الیہ راجعون رضاً بقضائہ و تسلیماً لامرہ)

کتاب ثمرۃ النبوة المعروف بہ الزہراء کے صفحہ ۱۵۱ پر بروایت امامی عبدالشہاب بن عباس سے روایت لکھی ہے کہ حضرت کی بیماری کے زمانے میں ایک روز پیغمبر خدا اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ حاضرین نے پوچھا کہ آپ اس قدر کیوں روئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی قدرت اور اس سلوک پر روتا ہوں جو اشرار امت میرے بعد ان سے

انصار ہواں باب ۲۵۶ جناب فاطمہ زہرا اور حضرت رسول کی زندگی کے آخری لمحات

کریں گے۔ گویا کہ میں اپنی بیٹی کو دیکھ رہا ہوں کہ میرے بعد اس پر ظلم کیا جا رہا ہے اور وہ مجھے یاد کر کے بابا۔ بابا کہہ کر رو رہی ہے اور میری امت میں سے اس کی کوئی مدد نہیں کرتا۔ گویا میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس کے گھر کی حرمت ضائع کی جا رہی ہے اور اسے ذلیل کیا جا رہا ہے۔ اس کا پہلو بچر دیا گیا ہے۔ اس کا حمل ساقط ہوا ہے۔ اس کا حق منصب کر لیا گیا ہے اور وہ میری میراث سے بھی ممنوع اور محروم کر دی گئی ہے۔ حضرت کی زبان سے یہ کلمات سن کر جناب صدیقہ طاہرہ بھی رونے لگیں تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اے میری بیٹی اور اے میری پارہ جگر مت رو۔ جناب فاطمہ زہرا نے عرض کیا کہ بابا میں اپنی مصیبتوں پر نہیں روتی بلکہ آپ کی جدائی پر روتی ہوں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اے بیٹی غم نہ کھا اس لئے کہ میرے اہلبیت میں سے پہلے تم مجھ سے ملٹی تو جب فاطمہ زہرا نے حضرت سے یہ سنا تو رونا موقوف کر کے بسم فرمایا۔

عابیناب نوح صاحب بگراہی نے اپنی کتاب سراج البین

انصار ہواں باب ۲۵۷ جناب فاطمہ زہرا اور حضرت رسول کی زندگی کے آخری لمحات

میں بکوالصیح بخاری جلد ششم لکھا ہے کہ ہشام بن الس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول کو علی مرتضیٰ سے کہتے ہوئے سنا کہ تم پر میرے بعد ظلم کیا جائے گا۔ پس تم کو چاہئے کہ صبر کرنا یہاں تک کہ تجھ سے وعدہ گاہ کو شر پر ملاقات کر دو۔

کتاب اہلسنت مساجد النبوة - مدارج النبوة اور دررہ خستہ الاحباب حال وفات رسول میں لکھا ہے کہ حالت بیماری میں حضرت رسول نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی دیکھو میں نے لشکر اسرار کی تیاری کے سلسلہ میں فلاں یہودی سے روپیہ قرض لیا ہے تم نے ادا کرنا اور دیکھو کہ میرے بعد تم پر بہت سی مصیبتیں پڑیں گی لیکن تم گھبرانا نہیں بلکہ صبر سے کام لینا اور جب تم یہ دیکھنا کہ لوگوں نے دنیا کو اختیار کیا ہے تو تم دین کو اختیار کرنا۔

اہلسنت کی کتاب طبقات ابن سعد میں تحریر ہے جو تاریخ احمدی کے صفحہ ۱۰۱ پر لکھی درج ہے کہ جس وقت رسالت مآب نے وفات پائی ہے ان کا سر مبارک حضرت علی کی آغوش میں تھا۔ نیز اسی کتاب میں ابو غطفان سے یہ بھی روایت درج ہے کہ میں نے

ہی
تات
ے
ب
ن
کو
پڑ
ش
ہ
ے
نا
ہ

عبداللہ ابن عباس سے پوچھا کہ آیا آپ نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ کا سر مبارک وقت وفات کس کی آغوش میں تھا۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ جب رسول اللہ نے انتقال فرمایا تو آنحضرت کا سر مبارک علی ابن ابی طالب کے سینہ سے لگا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ عہدہ تو مجھ سے حضرت عائشہ کی یہ حدیث بیان کرتا ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے انتقال فرمایا تو آنحضرت انھیں کی گود میں تھے۔ عبداللہ ابن عباس بوسے کچھ سمجھتے بھی ہو۔ خدا کی قسم جب رسول اللہ نے وفات پائی تو وہ علی کے سینہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

تاریخ احمدی کے مشلا پر بحوالہ خالص نسائی لکھا ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ قسم خدا کی قریب ترین مردم بوقت وفات سرور کائنات علی ابن ابی طالب ہیں۔ وقت وفات حضرت رسول علی سے ہلور سرگوشی کچھ راز کی باتیں کر رہے تھے۔ پس علی ہی وہ شخص ہیں جو رسول مقبول کے آخر وقت سب سے زیادہ آنحضرت سے قریب تھے۔

تاریخ احمدی کے مشلا پر بحوالہ مستدرک امام حاکم بھی ہے

لکھا ہے کہ حضرت رسول اپنے وقت وفات تک حضرت علی سے راز کے امور ارشاد فرماتے رہے اور اس کے بعد انتقال فرمایا

انیسواں باب

وفات رسول اور سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی

تاریخ احمدی کے مشلا پر بحوالہ تاریخ اہلسنت تاریخ طبری ابن جریر لکھا ہے کہ حضرت رسول مقبول کی وفات کے وقت مدینہ میں حضرت عمر موجود تھے مگر حضرت ابو بکر حاضر نہ تھے وہ اپنی بیوی کے مکان موضع سخ میں تھے جو مدینہ شہر کے باہر تھا۔ پس جب حضرت رسول نے انتقال فرمایا تو حضرت عمر نے کہا کہ منافقین کو گمان ہے کہ حضرت رسول فوت ہو گئے مگر بخدا حضرت رسول فوت نہیں ہوئے۔ اس کے بعد اسی تاریخ احمدی کے مشلا پر بحوالہ کتاب اہلسنت ظل و ظل از علامہ شہرستانی یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت حضرت عمر نے یہ بھی فرمایا کہ جو یہ کہے گا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا ہے میں اس کو اپنی تلوار سے قتل کر دوں گا۔

اس کے بعد اسی تاریخ احمدی کے مشلا پر بحوالہ روضت الاحباب از جمال الدین محدث (سنی عالم) یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر کے اس قول کو سن کر لوگ شک میں پڑ گئے کہ آنحضرت کا انتقال ہوا ہے یا نہیں؟ اس وقت حضرت ابو بکر جو اپنے مکان واقع موضع سخ میں تھے ان کو رسول اللہ کے انتقال کی خبر دی گئی تو وہ فوراً سواری پر بکھڑے ہوئے روانہ ہوئے اور مسجد نبوی میں پہنچ کر دیکھا کہ لوگ متفرق الحال ہو رہے ہیں۔

اس کے بعد اسی تاریخ احمدی کے مشلا پر بحوالہ تاریخ اہلسنت تاریخ ابو الفداء یہ لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر نے لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر قرآن مجید کی یہ آیت "وَمَا نَحْمَدُكَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ" کی تلاوت فرمائی تو لوگ یہ سن کر متنبہ ہوئے اور ان کو رسول اللہ کی موت کا یقین ہو گیا۔

اس کے بعد مشہور کتب اہلسنت تاریخ ابو الفداء۔ تاریخ طبری۔ روضتہ الصفا۔ مدارج النبوة۔ معارج النبوة۔ تاریخ ابن خلدون وغیرہ میں حال وفات حضرت رسول میں لکھا ہے کہ حضرت

صلوات
کے
ان
فرائض

ابوبکر کے یقین دلانے پر جب لوگوں کو حضرت رسول کی موت کا یقین ہو گیا تو حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ کے درمیان کچھ آہستہ آہستہ باتیں ہوئیں اور اس کے بعد یہ حضرت ابوبکر اور دیگر اپنے ساتھیوں کے لئے کہ سیف بنی ساعدہ کی طرف چلے گئے جہاں خلافت کا مسئلہ ہونا تھا اور انصار اپنے میں سے سعد ابن عبادہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور یہ لوگ یعنی مہاجرین اپنے میں سے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور حضرت رسول کی تجہیز و تکفین کی طرف کسی نے بھی توجہ نہ کی۔

اس کے بعد تاریخ احمدی کے مشلا پر تاریخ اہلسنت تاریخ ابن خلدون کے حوالہ سے جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے سیف میں پہنچ کر انصار مہاجرین کے درمیان یہ تقریر کی کہ تم لوگ یعنی مہاجر چونکہ انصار کے مقابلہ میں جناب رسول خدا کے زیادہ رفیق و عزیز و مقرب ہیں اور ہم نے انصار کے مقابلہ میں پہلے اسلام بھی قبول کیا اور ہجرت بھی کی لہذا انصار کے مقابلہ میں ہم مہاجر خلافت بڑی کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ اس گفتگو کا یہ نتیجہ سیف بنی ساعدہ میں سے اہل کی روئی پر ایک مکان تھا جہاں اہل عرب قبل اسلام آپس میں شہو کیا کرتے تھے۔ (دیکھو نیاں اصناف)

ہوا کہ انصار کی جماعت میں دو پارٹیاں ہو گئیں ایک جماعت نے مہاجرین کی طرف میلان خاطر کیا اور دوسری جماعت نے سعد ابن عبادہ کو خلیفہ بنانا چاہا اور اس طرح مہاجرین کی طاقت زیادہ ہو گئی اور سعد ابن عبادہ کے طرفداروں کی جماعت کمزور ہو گئی۔

اس کے بعد تاریخ احمدی مشلا پر بحوالہ تاریخ طبری جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انصار کی پارٹی کمزور ہو گئی اور مہاجر کی پارٹی مضبوط ہو گئی تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ ہاتھ پھیلاؤ تاکہ میں تمہاری بیعت کروں۔ حضرت ابوبکر بولے کہ نہیں بلکہ تم اپنا ہاتھ پھیلاؤ کیونکہ تم مجھ سے ہر طرح سے قوی ہو۔ کچھ دیر تک یہ کشمکش رہی بالآخر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پھیلا کر ان کی بیعت کی اور کہا کہ تم اپنی قوت کے ساتھ میری قوت کو بھی شامل سمجھو۔

اس کے بعد تاریخ احمدی کے مشلا پر بحوالہ تاریخ کامل ابن اثیر تحریر ہے کہ حضرت عمر اور دوسرے اشخاص نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی مگر بعض انصار نے کہا کہ ہم سوائے

فرائض
و فرائض
حضرت
کا استحقاق
تجہز و تکفین
اور وہ
ی ہیں

حضرت علی کے اور کسی کی بیعت نہیں کریں گے۔

اس کے بعد تاریخ احمدی کے مشلا پر تاریخ ابوالفدا کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت دینیز بنیرو مقداد و سلمان فارسی دو بزرگ و عمار یا سردار براہ ابن عاذب وغیرہ نے حضرت علی کی طرف میلان کر کے حضرت ابوبکر کی بیعت سے کنارہ کشی اختیار کی۔

تاریخ احمدی کے مشلا پر بحوالہ تاریخ قمیس اور تاریخ کامل

طریقہ سے لکھا ہے کہ جب مقداد و سلمان و بزرگ و عمار یا سردار حضرت رسول کے وہابی میں جن کی مدد میں اعدائے رسول شہرہ دہنی دروز کی کتابوں میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ اس جگہ صرف شیروں کی کتابوں سے چند احادیث لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ وہ ترمذی اور امام عالم نے بڑے بڑے سند سے لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ خدا نے چار آدمیوں کو نبوت کرنے کا حکم دیا ہے جن میں سے فرما لیں علی ہیں اور باقی سلمان و بزرگ و مقداد ہیں۔ ما طبری میں لکھا ہے کہ حضرت رسول نے ابوذر کے نسبت فرمایا کہ ابوذر راست گو اور سچے ہیں تا روشتہ اعدائے ہیں کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں جب حضرت رسول صید ہوا ہے تھے تو حضرت عمر نے عمار یا سردار کو کہہ دیا کہ حضرت رسول نے اس بات پر حضرت عمر سے اظہار ناراضگی کر کے فرمایا کہ عمار یا سردار میری آنکھوں کے برابر ہے (المؤلف)

تاریخ
ابن
حضرت

ابن اثیر لکھا ہے کہ علی مرتضیٰ اور بنی ہاشم نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے مختلف اختیار کیا۔

کتاب استیعاب ابن عبدالبر میں ہے کہ جب ابوبکر کی بیعت کی گئی تو حضرت علی نے ان کی بیعت نہیں کی۔

سیف بنی ساعدہ کی یہی تمام مندرجہ بالا کارروائی اور واقعات لکھے گئے ہیں کہ کس طرح حضرت ابوبکر نے ہاں خلیفہ منتخب ہوئے اور بھی بہت سی اہلسنت و الجماعت کی کتابوں میں بالتفصیل درج ہے جن میں سے ایک کتاب المرتضیٰ بھی ہے جسے ایک سنی عالم حافظ عبدالرحمن صاحب نے لکھی ہے اس کے صفحہ پر بھی یہی تمام واقعات درج ہیں۔ جس کی خوشی ہر اصل کتاب دیکھ کر اپنا اطمینان کر سکتا ہے۔

بیسواں باب

حضرت رسول کی تجہیز و تکفین

اہلسنت کے مشہور عالم جناب ملا علی متقی صاحب نے اپنی کتاب ہدایت الرشید کے ص ۱۵ پر تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت روز وفات سے تین دن کے بعد دفن ہوئے۔ صحابائے کرام نے انتظامِ خلافت کو مقدم کر دیا اور کفن و دفن رسول کو موخر کر دیا۔ تاریخ احمدی کے ص ۱۱ پر بحوالہ تاریخ ابوالفدا اور تاریخ ابن اللادوی لکھا ہے کہ آنحضرت نے دو شنبہ کے دن انتقال فرمایا لیکن دفن رسول کے نسبت اختلاف ہے کہ آپ منگل کو دفن ہوئے یا بدھ کے دن لیکن بدھ کے دن والی روایت صحیح تر ہے۔

جناب علامہ حسین دیار بکری نے جو مشہور علماء اہلسنت میں سے ہیں اپنی تاریخ نہیں میں بروایت محمد ابن اسحاق تحریر فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت رسول نے دو شنبہ کو وفات پائی اور شب چہار شنبہ کو دفن ہوئے۔

اہلسنت کے مشہور عالم جناب ملا علی متقی صاحب نے اپنی کتاب کنز العمال میں بذیلِ خلافت ابوبکر جلد سوم مطبوعہ حیدرآباد ص ۱۱۱ پر تحریر فرمایا ہے کہ پیغمبر صاحب کے دفن کے وقت حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ موجود نہ تھے بلکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے مرحلہ میں مشغول تھے اور قبل اس کے کہ یہ وہاں سے نارغ ہو کر واپس آئیں حضرت رسول دفن ہو چکے تھے۔

کتاب اہلسنت مجمع البحار جلد ۲ نسبت فلتہ در وفات الاحباب ص ۲۵ و ہدایت الرشید ص ۱۵۱ و نہایت العقول مضافاً فخر الدین رازی و استیعاب جلد دوم ص ۶۶ پر درج ہے کہ ابودردیہ کہتا ہے کہ حضرت رسول کی رحلت کے بعد ہم جو مسجد نبوی میں گئے تو اسے خالی پایا۔ مکان کے اندر سے روئے کی آواز آرہی تھی۔ آنحضرت کی نعش مبارک ٹٹائی ہوئی تھی۔ صرٹ آپ کے اہل و عیال آپ کے پاس تھے۔ میں نے پوچھا کہ سلمان کہاں ہیں تو معلوم ہوا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے ہیں۔ پھر میں سقیفہ میں گیا تو وہاں میں نے حضرت ابوبکر و عمر اور ایک جماعت قریش کو

موجود پایا۔

اہلسنت کے مشہور عالم اور زمانہ حال کے محقق جناب شمس العلماء علامہ شبلی صاحب نے الفاروق میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور ان کے ساتھیوں نے عمداً حضرت رسول کے کفن و دفن پر نصبِ خلافت کو اس لئے مقدم کیا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو منافقوں سے اسلام کے لئے خطرہ تھا اور اسی لئے وہ کفن و دفن رسول میں شرکت نہیں کر سکے۔

حقیقتہ الصدیق کے ص ۱۵ پر اسی بات کی تائید میں جناب مولانا شہ روم کی شہنوی سے ایک شعر لکھا گیا ہے کہ مولانا نے روم جو کہ اہلسنت و الجماعت سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے یہ شعر لکھا کہ اس بات کی تصدیق کہ دی ہے کہ وہ بھی اس بات کے قائل تھے کہ صحابائے کرام نے کفن و دفن رسول میں شرکت نہیں فرمائی بلکہ نصبِ خلافت کے پھیر میں پڑے رہے اور انہوں نے صحابہ کے اس فعل کو پسند نہیں فرمایا بلکہ اسے حب و نیا کے لفظ سے تعبیر کیا ہے وہ شعر مولانا شہ روم کا یہ ہے جو ان کی شہنوی میں درج

ہے۔

چون صحابہ حب دنیا را شنند
مستطفے را بے کفن بگذارنند

اہلسنت کی تاریخ ابن الوروی میں لکھا ہے کہ حضرت رسول کے غسل کے متولی علیؑ و عباسؑ و فضلؑ ابن عباسؑ و قثمؑ ابن عباسؑ و اسامہ و شقران تھے۔ عباس و فضل و قثم آنحضرت کو پھیرتے تھے۔ اسامہ و شقران پانی ڈالتے تھے اور حضرت علیؑ غسل دیتے تھے۔ تاریخ ابوالفدا میں لکھا ہے کہ حضرت رسول کے کفن و دفن میں سات آدمیوں سے زیادہ نہ تھے۔ لیکن دیگر کتب اہلسنت مثلاً کنز العمال از ملا علی متقی باب غسل نبی و مستدرک از امام جاکم کتاب الجنائز و مردوزی کتاب الجنائز میں تحریر ہے کہ آنحضرت کے کفن و دفن کو صرٹ چار آدمیوں یعنی علیؑ و عباسؑ و فضلؑ ابن عباسؑ و صالح غلام آنحضرت نے کیا۔

تاریخ احمدی کے ص ۱۱ پر بحوالہ تاریخ الخمیس و طبقات ابن سعد لکھا ہوا ہے کہ آنحضرت کو غسل دیتے وقت حضرت علیؑ

کے سوا عباس و فضل وغیرہ جو حضرت کے غسل میں حضرت علی کے ہمراہ شریک تھے سبھوں کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اس لئے کہ حضرت علی نے فرمایا تھا کہ پیغمبر صاحب نے مجھ سے وصیت فرمائی ہے کہ اگر آنحضرت کو غسل دیتے وقت میرے سوا کوئی دوسرا آنحضرت کے جسد مبارک کی طرف نہ دیکھے گا تو وہ نابینا ہو جائے گا۔

ایک سو اول باب

حضرت ابو بکر کی بیعت کا مطالبہ

کتاب السنن تاریخ ابو الفدا اچھا یہ مہر صفحہ ۱۶۳ و تاریخ ابن جریر و تاریخ و اقدی و کتاب سقیفہ از علامہ ابو بکر ہری و کتاب الامت و التیامت از علامہ ابن قتیہ و بیرونی اور کتاب عقد الفرید از امام شہاب الدین احمد اندلسی وغیرہ وغیرہ میں یہ سلسلہ بیعت حضرت ابو بکر جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر لوگوں کی بیعت لینے سے فارغ ہوئے اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی نے بیعت نہیں کی اور بنی ہاشم کی ایک جماعت و انصار میں سے کچھ لوگ مسلمان فارسی دہوڈر و مقداد و عمار یاسر وغیرہ نے بیعت نہیں کی اور یہ سب حضرت علی کی طرف منہ کھلی ہوئی تو انھوں نے اس معاملے میں حضرت عمر سے مشورہ کیا تو حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ جب تک حضرت علی آپ کی بیعت نہیں کرتے آپ کی خلافت کو استحکام حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے

مناسب ہے کہ ان سے بھی کسی نہ کسی صورت سے بیعت لے لی جائے۔ پس آپس میں مشورہ کرنے کے بعد بیٹے پایا کہ اب اس معاملہ میں دیر نہ کرنا چاہئے اور اپنی پوری ذمت سے کام لے کر حضرت علی سے بھی کسی نہ کسی صورت سے ضرور بیعت لے لی جائے۔ اور اس کام کیلئے پہلے حضرت علی کو بلوایا گیا اور جب وہ تشریف نہیں لائے تو حضرت ابو بکر کے حکم سے حضرت عمر کا بیعت لیا گیا اور ان کو ہمراہ لے کر حضرت علی کو زبردستی لائے اور ان سے بیعت لینے کیلئے ان کے گھر گئے۔ حضرت عمر نے اپنے ساتھ ان کے گھر میں آگ لگانے کیلئے آگ بھی ہمراہ لے لی تھی۔

الغرض جب یہ لوگ اس طرح آمادہ ہو کر خانہ علی پر پہنچے اور انھیں آواز دی کہ باہر نکلو اور چل کر ابو بکر سے بیعت کر دو ورنہ ہم تمہارے گھر میں آگ لگا دیں گے تو حضرت علی نے یہ سن کر جواب دیا کہ یہ لوگوں کی بے عدوی ہے جو تم مجھ سے ابو بکر کی بیعت کے طالب ہو۔ اس لئے کہ حضرت رسول مجھے تمام مسلمانوں کا مالک مقرر کر گئے ہیں۔ اس وقت جناب فاطمہ زہرا پناہ اور مدد صر کر دو ورنہ اسے کے قریب آئیں اور حضرت عمر سے فرمایا کہ اسے ابن زطاب یہ تمہاری کسی زیادتی ہے کہ خلافت پر

تجربہ کرنے کے بعد اب تم میں گھر میں بھی چہن سے بیٹھے نہیں دیتے۔ کیا میرے باپ نے تم سے ہماری نسبت یہی وصیت کی تھی جو تم ان کے بعد ہمارے گھر میں آگ لگانے آئے ہو۔ عمر نے یہ سن کر جواب دیا کہ میں ان باتوں کی پروا نہیں کرتا تمام مسلمان ابو بکر کی بیعت کر چکے ہیں۔ اگر اس وقت علی چل کر ابو بکر کی بیعت نہیں کریں گے تو تم تمہارے گھر کو اور تم سب کو جو اس گھر میں ہیں جلا کر خاک سیاہ کر دیں گے۔ جناب فاطمہ زہرا نے فرمایا کہ اے قوم تم نے رسول اللہ کی نعش مقدس ہمارے آگے چھوڑ کر امر خلافت کو باہم طے کر لیا اور ہمارے حق پر نظر نہ کیا۔ (دیکھئے تاریخ احمدی ۱۰۹، نفاستہ ۱۱۳)

اس کے بعد امام السنن عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و تحلل جلد اول مطبوعہ بیروت ص ۲۵ پر لکھا ہے کہ حضرت عمر نے ناراض ہو کر فاطمہ زہرا کے گھر میں آگ لگا دی اور دروازے کو گرا دیا۔ فاطمہ زہرا کے ایسی ضرب لگائی کہ جس کے حد سے سے آپ کی پسلی ٹوٹ گئی۔ آپ کا حمل بھی ساٹھ ہو گیا اور وہ بچہ جس کا نام حضرت رسول نے اپنی زندگی میں محسن رکھا تھا وہ ضائع ہو گیا اور جناب فاطمہ زہرا

ضرب کھا کر بیوش بر گئیں حالاً کہ اس گھر میں اس وقت سوائے علیؑ تفرقی
وفاطر نہ رہا جس اور حسینؑ کے ابھی کوئی اور نہ تھا اور اس کے بعد حضرت
عمر اور ان کے ساتھیوں کے ظلم سے مجبور ہو کر حضرت علیؑ کو گھر سے باہر

نکلنا پڑا اور ان کے ہمراہ حضرت ابوبکر کے پاس جانا پڑا۔

اہلسنت کے ایک دوسرے عالم علامہ ابن تیمیہ دینوری نے بھی
اپنی کتاب الامت والیاسات جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵۹ پر
اور جناب احمد ابوبکر جہری نے بھی اپنی کتاب سقیفہ میں سلسلہ بیت
ابوبکر تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر نے زبانی در لسنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ
انہوں نے فاطمہ زہرا کے گھر میں آگ بھی لگا دی تھی وغیرہ وغیرہ۔

بیت ابوبکر کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر کے حکم سے حضرت عمر
کا خانہ جناب فاطمہ زہرا پر آگ اور لگایا لے کر مساجد جماعت کے
جانا اور کہنا کہ اگر علیؑ اسی وقت گھر سے نکل کر ابوبکر کی بیعت نہ کر لیں
تو ہم اس گھر کو معہ اس کے ساتھیوں کے جلادیں گے وغیرہ وغیرہ۔

وغیرہ ایک ایسا اسلامی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے جسے ہر امتنانے
چند قریب قریب سبھی اہلسنت مورخ نے اپنی اپنی کتابوں میں یہ تفسیر

الفاطمہ درج فرمایا ہے۔ ان میں سے چند معتبر کتب اہلسنت کے ام ذیل
میں درج کئے جاتے ہیں جو ان کتابوں کے علاوہ ہیں جن کا ادب و تذکرہ
کیا جا چکا ہے۔

۱۔ تاریخ الامم والملوک مطبوعہ مصر جلد ۲۔ صفحہ ۹۹ مصنفہ امام
ابو جعفر محمد بن جریر طبری۔

۲۔ عقد الفری مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۱۷۷ مصنفہ امام شہاب الدین
احمد المعروف بہ ابن عبد ربہ اندلسی۔

۳۔ تاریخ المختصر فی اخبار خیر البشر مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۵۶
مصنفہ ملک المویذ عماد الدین اسمعیل ابوالفداء۔

۴۔ روض المناظر بر حاشیہ تاریخ کامل جلد یازدہم مطبوعہ مصر
صفحہ ۱۱۱ مصنفہ علامہ ابوالولید محمد بن سحنہ۔

۵۔ از اللہ انھا تترجم اردو مقصد دوم آثار ابوبکر مطبوعہ لاہور
صفحہ ۲۳۶ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔

۶۔ استیعاب جلد اول مطبوعہ حیدرآباد دکن مصنفہ امام عبدالبر
الفاروق صفحہ ۱۱۱ مصنفہ شمس العلماء بولوی شبلی نعمانی صاحب

۵۔ حدیثیں مطبوعہ جمعہ غزنی لکھنؤ صفحہ ۳۳۲ مصنفہ مولوی وحید الدین
المرتضیٰ مطبوعہ امرت سہ صفحہ ۲۵۵ مصنفہ حافظ عبدالرحمن صاحب امرتسری۔

۶۔ مرتج الذہب بر حاشیہ تاریخ کامل جلد نہم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۶
مصنفہ علامہ سعودی۔

۷۔ تحفۃ اثنا عشری مطبوعہ لاکھنؤ صفحہ ۲۹۲ مصنفہ شاہ عبدالعزیز
صاحب دہلوی۔

۸۔ رویاے صادقہ صفحہ ۱۵۲ مصنفہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی۔
۹۔ تاریخ بلاذری بہ تذکرہ بیعت حضرت ابوبکرؓ۔

نوٹ:- متذکرہ بالا کتب اہلسنت کے علاوہ انگریزی میں
نے بھی اس واقعہ کو اپنی اپنی کتابوں میں یوں ہی درج فرمایا ہے

جن میں سے چند مشہور کتابوں کے بھی نام درج کئے جاتے ہیں۔
۱۰۔ ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر مؤلفہ گین صاحب

مطبوعہ فریڈرک اینڈ کمپنی لندن۔ جلد سیوم ۱۹۱۹ء
۱۱۔ سکسرز آف محمد مؤلفہ ڈاکٹر اسٹیکٹن اردنگ صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ جارج

ہل اینڈ لندن۔

۱۲۔ تاریخ اسلام انگریزی اور کھلی صفحہ
الغرض بنی ہاشم کو اس ہنگامہ کی خبر ہوئی تو وہ اپنے اپنے اپنے

گھروں سے نکل آئے اور آمادہ بہ جنگ ہوئے لیکن حضرت علیؑ
نے وصیت رسول کا خیال کر کے ان کو ہتھیار چلانے سے منع کر دیا

اور خود طوعاً و کرہاً ان لوگوں کے ہمراہ حضرت ابوبکر کے پاس تشریف
لے گئے جب کہ ان لوگوں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر بزم

خود ان کو گزرتا کر لیا تھا اور حضرت ابوبکر کے پاس پہنچ کر
جو گفتگو حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکر وغیرہ سے ہوئی اس کو اب

آپ اگلے باب میں بصورت مکالمہ پڑھیں۔

بایسواں باب

حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکرؓ کا مسئلہ

بیعت پر مکالمہ

حضرت عمر اور ان کے ساتھی بزم خود حضرت علیؑ کو گرفتار کر کے برائے بیعت حضرت ابوبکرؓ کے پاس لائے تو آپس میں جو گفتگو ہوئی اس کو بھی آپ اب کتب اہلسنت سے ملاحظہ فرمائیے۔

اس گفتگو کو علامہ اہلسنت والجماعت میں سے بہت سے حضرات نے تحریر کیا ہے مثلاً جناب احمد ابوبکر جوہری نے اپنی کتاب سنیف میں اور جناب علامہ ابن قیمہ دینوری نے اپنی کتاب الامامت والسیاست میں اور جناب علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل میں اور جناب محمد ابن خاندن شاہ نے اپنی کتاب روضۃ الصفایں اور علیجناب جمال الدین عمدت نے اپنی کتاب روضۃ الاعجاب میں اور امام آثم کوئی نے اپنی تاریخ اثم کوئی میں تغیر الفاظ درج فرمایا ہے

لیکن سب کا مضمون تقریباً ایک ہے۔ اور انھیں متذکرہ بالا کتابوں کے حوالہ سے عالیجناب سید سجاد حسین صاحب فتیوری نے اپنی کتاب ثمرۃ النبوة المعروف بہ الزہراء میں جو گفتگو بصورت مکالمہ درج فرمائی ہے اس کو میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

جس وقت حضرت علیؑ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بغرض بیعت جبراً تہراً لائے گئے اور جو گفتگو آپس میں ہوئی وہ حسب ذیل ہے۔

حضرت علیؑ: مجھے یہاں کس لئے بلایا گیا ہے؟

حضرت ابوبکرؓ: آپ یہاں اس لئے بلائے گئے کہ جس طرح اور لوگوں نے مجھ سے بیعت کر لی ہے آپ بھی مجھ سے بیعت کر لیجئے۔

حضرت علیؑ:۔۔ اگر میں بیعت نہ کروں تو کیا ہوگا؟

حضرت عمرؓ:۔۔ اگر آپ بیعت نہ کریں گے تو خدا کی قسم ہم آپ کو قتل کریں گے۔

حضرت علیؑ:۔۔ کیا تم ایسے شخص کو قتل کر دو گے جو خدا کا بندہ اور رسول کا بھائی ہے؟

حضرت عمرؓ:۔۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ آپ خدا کے بندے ہیں۔ لیکن اس کو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ آپ رسول کے بھائی بھی ہیں۔ بہر حال آپ کو اس وقت ابوبکر کی ضرور بیعت کرنی پڑے گی ورنہ آپ ضرور قتل کئے جائیں گے۔

حضرت علیؑ:۔۔ اے عمر! تم لوگوں کا جو جی چاہے وہ کہہ دیں میں بیعت نہیں کر سکتا بلکہ تم لوگوں کو لازم ہے کہ تم خود میری اطاعت اور بیعت کرد۔ (دیکھو کتاب الامامت والسیاست صفحہ ۱۷، الفایہ ۲۲)

حضرت علیؑ کا یہ جواب سن کر عمر بہت برا فرودختہ ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

حضرت عمرؓ: (ابوبکرؓ سے) آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بیعت کرنے سے صاف طریقے سے انکار کر رہے ہیں تو آپ ان کے قتل کا کیوں حکم نہیں دیتے کہ ہم انھیں قتل کریں اور ہمیشہ کے لئے تھکے پاک ہو جائے۔

حضرت عمرؓ کا یہ کلام سن کر جناب حسنین علیہما السلام جو وہاں آگئے تھے اور اپنے پدر بزرگوار کے پاس عالم بے چارگی میں کھڑے یہ سب باتیں سن رہے تھے بے اختیار سو کر رونے لگے تو حضرت علیؑ نے ان کو سینہ سے لگا کر تسلی دہی اور اس کے بعد آپ پینہ خدا کی قبر کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

حضرت علیؑ:۔۔ (پینہ خدا کی قبر کی طرف مخاطب ہو کر) یا رسول اللہ! آپ دیکھتے ہیں کہ قوم نے مجھ کو کتنا ضعیف کر دیا ہے اور قریب ہے کہ مجھ کو قتل کر ڈالے۔

یہ حال دیکھ کر بریدۃ الاسلمی صحابی رسولؐ جو وہاں موجود تھے ان سے برداشت نہ ہو سکا اور انھوں نے عمر کو مخاطب کر کے کہا۔

بریدۃ الاسلمی:۔۔ اے عمر! یہ کیا غضب ہے کہ تم برادر رسولؐ اور پدر فرزندان رسولؐ سے ایسی گستاخی کر رہے ہو حالانکہ تم قریش کے ایک سولی آدمی ہو۔ تم کو یہ زہر نہیں ہے کہ بہترین خلق کے ساتھ تم

ایسا کلام کر دو۔ کیا تم اور ابوبکر غدیر خم کے مقام پر نہ تھے جبکہ پیغمبر خدا نے تم دونوں کو بلکہ تم سب سے بھی فرمایا تھا کہ جاؤ علی کو بہ امارت مسلمین سلام کرو اور انھیں اس امر کی مبارکباد دو۔ اور خود تم نے رسول اللہ سے پوچھا تھا کہ کیا یہ امر منجانب خدا ہے تو آنحضرت نے فرمایا تھا کہ ہاں منجانب خدا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ (بریدہ سے) یہ تو تم ہی کہتے ہو لیکن رسول اللہ نے یہ بھی تو فرمایا تھا کہ میں اپنا جانشین اور خلیفہ کسی کو مقرر نہیں کرتا۔ تم جسے چاہے خود مقرر کر لینا۔

بریدۃ الاسلمی:۔ واللہ یہ غلط ہے! حضور سرور عالم نے یہ ہرگز نہیں فرمایا تھا۔ (یہ کہہ کر وہ بلور احتجاجاً یہ کہتے ہوئے اس جلسہ سے اٹھ کر چلے گئے کہ) بخدا اگر تم لوگوں کی ایسی ہی حالت ہے تو میں ایسے شہری میں نہ

رہوں گا جہاں تم لوگ رہو۔ (دیکھو ناسخ التواتر کی) حضرت علیؓ:۔ (ابوبکر سے) ارے یہ کیسا جھوٹ ہے جو تم بول رہے ہو۔ رسول اللہ نے یہ کب فرمایا تھا کہ میں اپنا جانشین اور خلیفہ کسی کو مقرر نہیں کرتا۔ تم جس کو چاہو خود مقرر کر لینا۔ اے ابوبکر! کیا تم کو مرنا نہیں ہے جو تم ایسی غلط بات حضرت رسول کی طرف منسوب کر رہے ہو۔ کیا تم کو یہ بات یاد نہیں ہے کہ پیغمبر خدا نے میرے ہی بارے میں فرمایا تھا کہ علی میرا وارث اور وصی اور میری امت کا میرے بعد امام ہے اور کیا میں ہی وہ نہیں ہوں کہ جسے ابھی تین ہفتہ بھی نہیں ہوئے کہ حضرت رسول نے تم بھوں کے سامنے خم غدیر کے مقام پر یہ کہہ کر کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں" مجھے ایز جانشین نہیں بنایا؟ اور کیا میری ہی نسبت۔ حضرت رسول نے یہ نہیں فرمایا کہ علی کو مجھ سے وہ

نسبت ہے جو اردن کو موٹلی کے ساتھ تھی؟ اگر تم ان سب باتوں سے انکار کرتے ہو اور اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت رسول نے مجھے اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تو پھر تم اس بات سے تو انکار کر ہی نہیں سکتے کہ تم لوگوں میں مجھ سے زیادہ حضرت رسول کا کوئی عزیز و قریب نہیں ہے تو پھر جس طرح تم نے انصار پر پیغمبر کی قربت کو اپنے لئے وسیلہ قرار دے کر حجت تمام کی تھی اور ان کو قائل کر کے خلافت حاصل کر لی۔ پس میں اسی طرح اب وہی حجت تم لوگوں کے مقابلہ میں پیش کرتا ہوں کہ میں رسول اللہ سے تم لوگوں سے زیادہ قریب تر ہوں اور تم لوگوں سے زیادہ ہر نصیب کے وقت رسول اللہ اور اسلام کے میں کام آیا۔ میں نے ہی سب سے پہلے رسول اللہ کی تصدیق کیا۔ میں

ہی صدیق اکبر ہوں اور میں ہی ہمیشہ اشاعت اسلام میں رسول اللہ کا دہنا باز و بنا رہا۔ پس اب تمہیں بھی چاہئے کہ میری حجت کو قبول کرو اور جس طرح انصار نے وجہ قربت رسول تمہارے ساتھ انصاف کیا اسی طرح تم کو بھی لازم ہے کہ میرے ساتھ انصاف کرو اور حق سے منہ نہ موڑو اور مجھ سے بیعت طلب کرنے کے بجائے مجھ سے بیعت کرتے جاؤ۔ (دیکھو کتاب رد فتنہ الاحباب اور کتاب الامت والیاسات وغیرہ وغیرہ) ابوعبیدہ جراح: (حضرت علیؓ کی گفتگو سن کر) اے علی! بیشک یہ تمام باتیں جو آپ نے فرمائیں بالکل سچ ہیں۔ ہمیں آپ کی کسی فضیلت سے انکار نہیں ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ خلافت کے مستحق ہیں لیکن چونکہ ابھی آپ کا بن کم ہے اور اکثر اہل عرب کے تلوپ آپ کی طرف سے صاف

معتز علی اور حضرت ابو بکر کا مکالمہ
 نہیں ہیں اور ان کی جانب سے آپ کی خلافت
 پر فتنہ و فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور
 ابو بکر بن رسیدہ اور تجربہ کار ہیں اور زمانہ
 کے نشیب و فراز سے بخوبی واقف ہیں اس
 لئے ہم لوگوں نے ان سے بیعت کر کے ان کو
 خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ جب آپ کا سن شریف
 اس درجہ پر پہنچ جائے گا کہ خلافت آپ
 کے سپرد کر دی جائے گی جس کے آپ ہر طرح
 سے مستحق ہیں مگر بالفعل جس طرح اور اصحاب
 نے یہ اتفاق ابو بکر کی بیعت کر لیا ہے آپ
 بھی ان سے اتفاق فرمائیے اور مخالفت
 کر کے امت نبی میں تفرقہ نہ ڈالیے۔

حضرت علی :- (ابو عبیدہ سے خطاب ہو کر) اسے ابو عبیدہ!
 ایسی بات تم کو کہنا مناسب نہیں ہے جو حق
 کے منافی اور دیانت کے خلاف ہو۔ کم سنی کا

حضرت علی اور حضرت ابو بکر کا مکالمہ
 جو عذر تم نے کیا ہے وہ ویسا ہے جیسا کہ بنی
 اسرائیل نے حضرت داؤد سے حضرت سلیمان کی
 نسبت کیا تھا جب کہ انھوں نے حکم خدا حضرت
 سلیمان کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ پس اسے
 ابو عبیدہ اپنے حال پر رحم کر دو اور جو بات صدق
 و صفا کے خلاف ہو زبان سے نہ نکالو اور جو
 عزت جناب باری تعالیٰ نے خاندان نبوت کو
 عطا فرمائی ہے اس کو دوسرے خاندان میں
 منتقل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ قرآن ہمارے
 گھر میں نازل ہوا۔ اس کے معانی اور نکات
 سے ہم واقف ہیں اور شریعت اور مصالح ملت

را تاریخ ابو الفدا تفسیر تفسیری و مسلم التذکرہ کتب السنن میں لکھا ہے کہ جب حضرت
 داؤد نے جناب خدا حضرت سلیمان کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تو بنی اسرائیل نے جناب
 سلیمان کے کہنے کا منکر کر کے اس پر اعتراض کیا لیکن جناب داؤد نے فرمایا کہ خدا
 کا ایسا ہی حکم ہے اور میں اس کی مخالفت نہیں کر سکتا چنانچہ باوجود کس پر نے
 کے خدا کے حکم سے جناب داؤد کے بعد حضرت سلیمان ان کے خلیفہ مقرر ہوئے۔

حضرت علی اور حضرت ابو بکر کا مکالمہ
 کہ دوسروں کی بہ نسبت ہم بہت زیادہ جاننے
 والے ہیں۔ امر خلافت ہمارے لئے ہے اور
 ہم اہلبیت ہی اس کے حقدار ہیں اور انتظام
 ملک و رعیت پروری کے انداز تم ہم سے زیادہ
 نہیں جانتے اور خدا اور رسول کے جو احکام
 میرے بارے میں صادر ہوئے ہیں وہ مہل اور
 بے موقعہ نہیں ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر تم خلافت
 پر مستقر ہو گئے تو ضرور حق سے تجاوز کر گے
 کیونکہ تم ان چیزوں سے واقف نہیں ہو جنہیں
 جاننا چاہیے۔ پس تم لوگوں کو لازم ہے کہ
 غلطی نہ کرو اور اپنے نفس کی مطابقت سے
 پرہیز کرو ورنہ نقصان اٹھانے والوں میں
 سے ہو گے۔ (دیکھو اجتماع طبری اور روضتہ
 الصفا اور روضتہ الاحباب وغیرہ وغیرہ۔)
 بشیر انصاری :- اے علی! اگر آپ سقیفہ میں ہوتے تو غیر ممکن

حضرت علی اور حضرت ابو بکر کا مکالمہ
 تھا کہ آپ کے سوا کسی دوسرے کی بیعت
 ہوتی۔ آخر آپ سقیفہ میں کیوں نہیں تشریف
 لائے؟
 حضرت علی :- اسے بشیر ایہ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم مسلمان ہوتے
 ہوئے مجھ پر اعتراض کر رہے ہو۔ کیا میں
 حضرت رسول کی مقدس لاش کے ساتھ
 وہی بے پردہی کرتا جو تم نے کی؟ میرے گھر
 میں تو حضرت رسول کی وفات کے سبب سے
 ایک تہلکہ عظیم برپا تھا۔ مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا
 تھا کہ اپنے سردار پیشوا کے لاشہ کو بے گور
 دکھن چھوڑ کر تم لوگوں کے ساتھ شریک ہوتا۔
 (دیکھو روضتہ الاحباب جلد دوم ص ۲۷)
 حضرت ابو بکر :- اے ابوالحسن! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اس
 امر میں اس قدر میری مخالفت اور منازعت
 کریں گے تو میں ہرگز خلافت قبول نہ کرتا۔

اب چونکہ لوگوں نے ہم سے بیعت کر لی ہے لہذا آپ کو یہی مناسب ہے کہ اس بیعت میں آپ بھی شامل ہو جائیے اور امت کا شیرازہ نہ بکھیرے۔

حضرت علیؑ ۱۔ اسے ابوبکر! اپنے اوپر رحم کرو۔ حید و حوالہ سے کام نہ لو اور نہ بہانے تراشو ورنہ خوب اچھی طرح سے یاد رکھو کہ ایک دن تمہیں اس کا جواب دینا ہو گا اور اس دن تمہاری ایک نہ چلے گی اور سوائے افسوس کرنے کے کچھ نہ بنے گا اور اس وقت کا افسوس کرنا تمہارے کچھ نہ کام آئے گا۔ اسے ابوبکر! تم مجھ پر الزام رکھتے ہو کہ اگر میں تمہاری بیعت نہ کروں گا تو گویا میں امت کا شیرازہ بکھیروں کا حالانکہ اصل میں امت کا شیرازہ بکھیرنے والے تم لوگ ہو جو خدا و رسول کے حکم کے خلاف

من مانی کر رہے ہو۔

حضرت عمرؓ ۲۔ اے علیؑ! اب بکثرت مباحثے کا رہے جو کام ہونا تھا وہ ہو چکا اور جو امر طے پانا تھا وہ پا چکا اب تو تمہیں بھی عام مسلمانوں کی طرح سے ابوبکر کی بیعت کرنا پڑے گی ورنہ انکار کے عوض میں تمہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

الغرض ادھر کی تو یہ حالت تھی کہ ابوبکر و ابو عبیدہ وغیرہ حضرت علیؑ پر زور دے رہے تھے کہ آپ کو بھی مثل دوسرے مسلمانوں کے اس بیعت میں شامل ہو جانا چاہیے اور حضرت علیؑ برابر اپنے حق کے متعلق دلائل پر دلائل پیش کر رہے تھے اور حضرت عمرؓ برابر دھمکی پر دھمکی دے رہے تھے کہ اگر آپ اس وقت بیعت نہ کریں گے تو ضرور قتل کر دیئے جائیں گے اور ابوبکر سے قتل علیؑ کا حکم بھی مانگ رہے تھے۔ بہر حال ادھر کا معاملہ تو آپ سرپرست یہیں پر چھوڑیے اور اب جناب فاطمہؑ

زہراؑ کی طرف رخ پھیرے جو عمر کے ظلم سے زخمی ہو کر بیہوش ہو گئی تھیں اور جنھوں نے دربار خلافت میں آکر اس واقعہ کا رخ پھیر دیا۔

کتاب جلال العیون کے تصانیف پر اس کے بعد کا جو واقعہ درج ہے اس کا اقتباس اور خلاصہ یہ ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ جو عمر کے ظلم سے زخمی ہو کر بیہوش ہو گئی تھیں اور حضرت علیؑ کے لئے جانے جانے کے بعد جب وہ معصومہ ہوش میں آئیں اور انھیں معلوم ہوا کہ لوگ حضرت علیؑ کو زبردستی پکڑ کر ابوبکر کے پاس لے گئے ہیں اور ارادہ قتل کا رکھتے ہیں تو آپ اسی حالت میں باہال پریشان سر سے پاؤں تک چادر مثل برقعہ اوڑھ کر خود بنفس نفیس مجمع اصحاب میں تشریف لائیں جہاں ابوبکر و عمر وغیرہ سے اور حضرت علیؑ سے گفتگو ہو رہی تھی۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے جب وہاں جا کر وہاں کا ماحول ملاحظہ فرمایا کہ بار بار حضرت عمر ابوبکر سے قتل علیؑ کی اجازت مانگ رہے ہیں تو آپ عمر سے مخاطب ہوئیں اور کہنے لگیں کہ

اے عمر! کیا تو مجھ کو بیوہ اور فرزند ان رسولؐ کو یتیم کرنا چاہتا ہے؟ ہوش میں آ اور اب زیادہ ظلم نہ کرو ورنہ میں اپنا بال پریشان اور گریبان چاک کرتی ہوں اور سپینر کا پیرا بن سر پر ڈال کر خدا سے تم لوگوں کے لئے بددعا کروں گی۔ اور جب اتنا کہنے کے بعد آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کا کوئی اثر نہیں لیا گیا تو آپ نے حسین علیہا السلام کا ہاتھ پکڑ کر حضرت رسولؐ کی قبر کی طرف چلنے کا قصد کیا اور کہا کہ اچھا اب میں بابا کی قبر پر تم لوگوں کے لئے بددعا کرنے کے لئے جا رہی ہوں اور یہ کہہ کر آپ وہاں سے روانہ ہو گئیں۔

اس کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ ناقل ہیں کہ جس وقت جناب سیدہ بددعا کرنے کے قصد سے روانہ ہوئیں تو اس وقت ایک زلزلہ عظیم ظاہر ہوا اور ایسا زلزلہ کہ جس کے سبب سے کوئی شخص اپنے تابو میں نہیں رہا اور سبھوں کو اپنی اپنی جان کی بڑبگئی۔ مسجد کی دیواریں جہاں یہ لوگ جمع تھے اور زمین ایسی ہلنے لگی کہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین کھٹ

جائے گی اور یہ لوگ اس میں سما جائیں گے۔ یاد یواریں ان پر گر پڑیں گی اور اس سے یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ انرض جب حضرت علیؑ نے یہ حال مشاہدہ کیا تو فوراً سلمان فارسی کو حکم دیا کہ جلد جاؤ اور جناب فاطمہؑ کو سیری جانب سے منع کرو کہ وہ بددعا نہ کریں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ خدا کے غضب نے مدینہ کو گھیر لیا ہے اور اگر فاطمہؑ بددعا کر دیں گی تو تمام شہر اور اس کے رہنے والے نیست و نابود ہو جائیں گے۔ یہ سنتے ہی جناب سلمان فارسی معصومہ کے پاس آئے اور حضرت علیؑ کا پیغام پہنچایا۔ یہ سن کر جناب فاطمہؑ زہراؑ نے فرمایا کہ اچھا چونکہ ان کا حکم ماننا مجھ پر واجب ہے اس لئے میں بددعا نہ کروں گی اور صبر کرتی ہوں لیکن زلزلہ برابر قائم رہا۔

حضرت ابوبکرؓ نے جو یہ زلزلہ دیکھا تو بہت خائف ہوئے اور فوراً حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اچھا اگر آپ کو سیری بیعت منظور نہیں ہے تو آپ پر کوئی جبر بھی نہیں ہے۔ آپ واپس تشریف لے جا سکتے ہیں اور عمر سے مخاطب ہو کر کہا

کہ علیؑ کو جانے دو اور جب تک فاطمہؑ ان کے درمیان میں ہیں مجھے علیؑ کے قتل کے حکم دینے میں کراہت معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ بلا بیعت کے ہوئے بیت الشرف کو تشریف لائے اور زلزلہ موقوف ہوا۔

مشہور عالم اہلسنت جناب جمال الدین صاحب محدث اپنی کتاب روضۃ الاحباب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ حضرت علیؑ کی گفتگو نہایت مضبوط اور مکمل ہے بلکہ ہر بات ہزار باتوں کے مقابلہ میں ہے تو نہایت نرمی اور شائستگی سے فرمایا کہ اے ابوالحسن مجھے یقین تھا کہ سیری بیعت میں تم کو تامل نہ ہوگا۔ اگر میں یہ جانتا کہ تم مخالفت کرو گے تو میں خلافت ہی کو ہرگز قبول نہ کرتا۔ مگر اب تو لوگ بیعت کر چکے ہیں کاش کہ تم بھی کر لیتے تو میرا خیال درست ہو جاتا لیکن اگر اس وقت آپ کو سیری بیعت کرنے میں تامل ہے تو آپ مزید سوچ سمجھ لیجئے۔ آپ پر کوئی جرم نہیں ہے۔ تب حضرت علیؑ اٹھ کر بلا بیعت کیے اپنے گھر چلے گئے۔

تیسواں باب

جناب فاطمہ زہراؑ اور فدک

فدک کو باغ فدک بھی کہتے ہیں جس سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے اور وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ فدک کوئی سمونی باغ تھا۔ حالانکہ یہ ایسا نہ تھا بلکہ ایک علاقہ تھا جو بصرہ اپنی زمین پر اور شادابی کے باغ فدک کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ کتنا علاقہ تھا اور کس جگہ واقع تھا اور اس کی سالانہ آمدنی کس قدر تھی اب آپ اس کو کتب اہلسنت سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) جناب یاقوت حموی نے اپنی کتاب معجم البلدان میں تحریر فرمایا ہے کہ فدک ایک علاقہ تھا جسے اسلامی جغرافیہ میں "قریہ" کے نام سے ذکر کیا گیا ہے اور جو مدینہ سے دو تین روز کی مسافت کے فاصلہ پر واقع ہے۔

(۲) دوسری کتاب اہلسنت سنن ابی داؤد و مطبوعہ زکات کشور جلد ۳ صفحہ ۵۵ میں اس کی سالانہ آمدنی کی نسبت تحریر ہے کہ

حضرت رسولؐ کی زندگی میں اس کی سالانہ آمدنی بیس ہزار دینار تھی لیکن عمر ابن عبدالعزیز کی حکومت تک اس کی سالانہ آمدنی چالیس ہزار دینار ہو گئی تھی۔

(۳) اہلسنت کے دوسرے مشہور عالم جناب تلامین الدین کاشفی اپنی کتاب معارج النورہ رکن چارم ص ۲۱۵ و نیز ص ۲۱۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ فدک ایک علاقہ تھا جس کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ بیس ہزار درہم تھی جس کو حضرت رسولؐ نے اپنی زندگی میں اپنی بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ کو وصیہ کر دیا تھا جس پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عمرؓ کے مشورہ سے قبضہ کر لیا تھا اور جناب فاطمہ زہراؑ کے عامل اور ملازمین کو جبراً نکال دیا تھا۔

(۴) اہلسنت کے دوسرے عالم جناب سید شریف علی ابن محمد نے اپنی کتاب شرح مواقف میں اور صاحب کتاب "معجم" نے اپنی کتاب "معجم" میں تحریر فرمایا ہے کہ فدک ایک موضع کا نام تھا جو ما بین مدینہ اور خیبر واقع تھا اور خیبر سے اس کا فاصلہ ایک

منزل تھا۔ یہ اس جہانگاہ میں سے تھا جو اللہ نے اپنے پیغمبر کو پہنچانے کے لیے "علا فرمایا تھا یعنی وہ غنیمت کفار کے حکم سے خارج تھا اور وہ خاص رسول اللہ کی ملک تھی اور انفال کے نام سے موسوم تھا۔ اور جب کلام پاک میں آئے "ذات الذریعہ" (پا سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۶) اور سورہ روم آیت ۱۲۸) تازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے ہمارے رسول، آپ اپنے قرابت داروں کا حق ادا کر دیجئے۔ تو حضرت رسول نے فدک کو فدک کے حکم سے جناب فاطمہ زہرا کو عطا فرمایا تھا اور اس کے بعد وہ جناب فاطمہ زہرا کے قبضہ میں تاحیات پیغمبرؐ اور بعد آنحضرت کے وہ زبردستی ان سے لے لیا گیا۔

(۵) اہلسنت کے دوسرے مشہور عالم جناب محمد ابن خاندن شاہ نے بھی اپنی کتاب روضۃ الصفا کے جلد ۲ ص ۲۵ پر اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ فدک کو آنحضرت نے اپنی زندگی میں اپنی بیٹی جناب فاطمہ زہرا کو ہی عطا فرمایا تھا جس پر حضرت ابو بکر نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عمر کے مشورہ سے قبضہ کر لیا تھا۔

اس فدک کے نسبت دیگر کتب اہلسنت مثلاً صواعق مرقمہ مطبوعہ مصر و لاویا، بیچ المودۃ مطبوعہ سلطانیہ ۱۹۱۹ء و تاریخ خمیس مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۹۱ و مسند امام احمد بن حنبل مطبوعہ بیروت جلد ۱ ص ۱۷۷ و شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ ایران جلد ۲ و نیز تفسیر در منثور و کنز العمال و نہایت العقول در ریاض النضرہ و کتاب الاکتفا و جواهر العقین و دفاء الوبائی و خلاصۃ الرافد و براہین قاطعہ و مقصدنا قصل و تاریخ بغداد و تاریخ ابن خلدون و تاریخ کامل ابن اثیر و انزال الخفا و کتاب الامت و السیاست اور کتاب التبیان وغیرہ وغیرہ میں پسلسہ حال فدک جو کچھ درج ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فدک وہ علاوہ تھا جو بغیر جنگ کئے ہوئے حضرت رسول کو بطریق "نے" کے ملا تھا اور آنحضرت کی ذاتی ملکیت تھی جسے حضرت رسول نے خدا کے حکم سے جناب فاطمہ زہرا کو ہی عطا فرمایا تھا اور اپنی زندگی ہی میں اس پر جناب فاطمہ زہرا کا قبضہ بھی کر دیا تھا اور وفات رسولؐ وہ جناب فاطمہ زہرا کے قبضہ میں بھی تھا لیکن حضرت ابو بکر نے اپنے عہد حکومت میں وہاں سے جناب فاطمہ زہرا کے عمال اور

ملازمین کو خارج کر کے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور یہی وہ فدک ہے جس کے متعلق جناب فاطمہ زہرا نے دربار خلافت ابو بکر میں حضرت ابو بکر کے فطانت دعویٰ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ وہ جائداد ہے جسے حضرت رسولؐ مجھے دے گئے تھے اور میں اس جائداد پر ان کی حیات کے زمانہ ہی سے قابض اور متصرف تھی لیکن حضرت ابو بکر نے اس کلام کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کے متعلق جناب فاطمہ زہرا سے گواہ طلب کیے اور جب جناب فاطمہ زہرا نے اپنی گواہی میں حضرت علیؑ و امام حسنؑ اور امام حسینؑ و ام ایمنؑ کو پیش کیا۔ تو حضرت ابو بکر نے ان گواہوں کو ناکافی بتلا کہ فدک واپس نہیں کیا۔

عالم اہلسنت جناب احمد ابو بکر جوہری نے اپنی مرتبہ کتاب سقیہ میں اس واقعہ کی تفصیل لکھتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جب ام ایمنؑ گواہی دینے لگیں تو شہادت دینے کے پہلے انھوں نے حضرت ابو بکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے حضرت رسولؐ کی زبان سے میرے بنتی ہونے کی بشارت سنی ہے یا نہیں، تو حضرت

ابو بکر نے تصدیق کی کہ بے شک حضرت رسولؐ نے تمہارے بنتی ہونے کی بشارت دی ہے پس اس اقرار لینے کے بعد ام ایمنؑ نے شہادت دی کہ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر قسم گواہی دیتی ہوں کہ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے فدک فاطمہ زہرا کو ہی عطا فرمایا تھا۔

فدک کی نسبت امام المفسرین امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں زیر آیت "مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ" اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکر نے فدک پر قبضہ کر لیا تو جناب فاطمہ زہرا نے حضرت ابو بکر سے اس کا مطالبہ کیا اور کہا کہ یہ وہ جائداد ہے جسے حضرت رسولؐ اپنی زندگی میں مجھے ہی عطا کر گئے تھے اور اس پر میرا قبضہ تھا۔ ابو بکر نے اس کے متعلق جناب فاطمہ زہرا سے ثبوت طلب کیا تو معصومہ نے اپنے ثبوت میں حضرت علیؑ (امام حسنؑ - امام حسینؑ اور ام ایمنؑ) کو شہادت میں پیش کیا لیکن ابو بکر نے کہا کہ علیؑ تو تمہارے شوہر حسنؑ اور حسینؑ تمہارے لڑکے ہیں اور اس کے علاوہ ابھی کسین بھی ہیں۔ رہ گئیں ام ایمنؑ

تنہا تو شرع میں ایک عورت کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ اس لئے فدک واپس نہیں دیا جاسکتا۔

علی بن ابی طالب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے جب اس واقعہ کو اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں درج کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے نتیجہ کو سوچ کر ایک بہت بڑی الجھن میں پڑ گئے۔ اس لئے کہ واقعہ لکھنے کے بعد انہوں نے اس میں اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ "خلافت ابو بکر کے زمانہ میں یہ ایک ایسی شکل تھی جو تمام مشکلات سے بالاتر تھی کہ جس کے سبب سے جناب فاطمہ زہرا حضرت ابو بکر سے اتنا ناراض ہوئیں کہ انہوں نے مرتے دم تک ابو بکر سے کلام نہیں کیا"

جناب فاطمہ زہرا کی حضرت ابو بکر و عمر سے ناراضگی کو اہل سنت کے امامانِ اعظم یعنی امام بخاری و امام مسلم نے بھی اپنی کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں درج فرمایا ہے چنانچہ صحیح بخاری مطبوعہ بیروتی ص ۲۰۰ و صحیح مسلم جلد ۲ مطبوعہ مصر ص ۱۰۰ پر اس طرح لکھا ہوا ہے کہ جب ابو بکر نے فدک پر قبضہ کر لیا اور خمس کی رقم کو جناب فاطمہ

زہرا سے رد کر دیا تو انہوں نے ابو بکر سے فدک اور خمس کو طلب کیا اور جب انہوں نے دونوں چیزوں کے دینے سے انکار کر دیا تو جناب فاطمہ زہرا ابو بکر سے اتنا ناراض ہوئیں کہ مرتے دم تک ان سے کلام نہیں کیا اور مرتے وقت وصیت فرما گئیں کہ ابو بکر و عمر ان کے نماز جنازہ اور کفن و دفن میں شریک نہ ہونے پائیں اور اسی لئے حضرت علی نے بغیر ابو بکر و عمر کو اطلاع دینے ہوئے ان کو رات ہی میں دفن کر دیا۔

اسی معاملہ فدک کی نسبت ایک معتبر عالم اہلسنت علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی مرتبہ کتاب تذکرہ خواص الامتہ میں و نیز اپنی مرتبہ تاریخ میں کہ جسے تاریخ سبط ابن جوزی کہتے ہیں و نیز دوسرے عالم اہلسنت جناب نور الدین علی ابن برہان ملی نے اپنی کتاب سیرت حلبیہ سنی - انسان العیون فی سیرۃ الامین و الامامون میں اس طرح بھی لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر نے فدک کو ضبط کر لیا تو جناب فاطمہ زہرا ابو بکر کے پاس آئیں اور کہا کہ کیوں ابو بکر! تمہاری بیٹی تو تمہاری میراث پائے اور میں

اپنے باپ کی میراث سے محروم رہوں؟ اس وقت ابو بکر کے پاس عمر موجود نہ تھی۔ حضرت ابو بکر جناب فاطمہ زہرا کے کلام سے اتنا متاثر ہوئے کہ انہوں نے اسی وقت واگداشت فدک کی نسبت ایک تحریر جناب فاطمہ زہرا کو لکھ کر دے دی کہ اتنے میں عمر آگئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ ابو بکر نے کہا کہ میں واگداشت فدک کے لئے فاطمہ کو ایک تحریر لکھ دی ہے۔ یہ سن کر عمر نے کہا کہ تمام عرب تو تم سے لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ بتاؤ پھر تم مسکینوں کو کیا دو گے؟ اور یہ کہہ کر عمر نے وہ تحریر لے کر چاک کر ڈالی اور فدک فاطمہ زہرا کو واپس نہیں کیا گیا۔

شیعوں کے عالم علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب جلال العیون کے ص ۱۹۹ پر حضرت عمر کے تحریر پھاڑنے کی نسبت متذکرہ بالا بات بھی لکھی ہے کہ ایک قول کے مطابق جس تحریر کو عمر نے چاک کر ڈالا تھا وہ تحریر تھی جو حضرت ابو بکر نے واگداشت فدک کی نسبت بقی جناب فاطمہ زہرا لکھی تھی اور دوسرے قول کی نسبت علامہ موصوف نے لکھا ہے کہ ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ

جس تحریر کو عمر نے چاک کر ڈالا تھا وہ تحریر تھی جو حضرت رسول نے جناب فاطمہ زہرا کے حق میں بطور ہبہ لکھی اور جو ان معصومہ نے اپنے ثبوت میں ابو بکر کے سامنے پیش کی تھی جسے عمر نے لے کر پارہ پارہ کر دیا تھا۔ (والسزا علم بالصواب)

اسی واقعہ فدک کے سلسلہ میں بخاری شریف پارہ ششم ص ۱۰۰ پر صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۰۰ پر کتاب سیف مسلول قاضی شاد اللہ صاحب پانی پتی میں وحاشیہ شرح عقائد نفسی صلح الدین رومی میں اس طرح لکھا ہے کہ ہبہ نہ تسلیم کئے جانے کے بعد جناب فاطمہ زہرا نے ابو بکر سے کہا کہ اچھا اگر تم ہبہ نہیں تسلیم کرتے تب بھی فدک مجھے بقی وراثت پہنچتا ہے پس اسی کے لحاظ سے مجھے فدک واپس کر دو تو اس کے جواب میں ابو بکر نے ایک حدیث پڑھی کہ میں نے حضرت رسول سے یہ حدیث سنی ہے "مَنْ خُنَّ مَعَ شَرِّ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورَ وَلَا نُورُثُ وَمَا تَرَكَهَا اللَّهُ فَجَسَّاسٌ" یہ ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ "ہم گردہ انبیاء کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کسی کو اپنا وارث چھوڑتے ہیں۔ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں

ہمیں کہنے اور ہم سے کو ایسی طلب کرتے ہو اور گو ایسی دینے پر بھی تم اسے قبول نہیں کرتے۔ ذرا سوچو تو کہ کیا دوسروں کا مال ناحق لینے اور اس کے حصول کے لئے جھوٹی شہادت دینے یا دالانے سے بدتر بھی کوئی رخص ہو سکتا ہے؟ اور کیا تمہارے اس فعل سے خدا کی تکذیب لازم نہیں آتی؟

حضرت ابو بکرؓ: میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ مختصر یہ ہے کہ آپ نے جو گو ایسی پیش کی ہے وہ کافی نہیں ہے اس لئے فدک کو آپ کو واپس نہیں کیا جاسکتا۔

جناب فاطمہ زہراؓ: اچھا خیر۔ اگر تم اس طرح میرے دعویٰ کو قبول نہیں کرتے تو میں اب حق دراشت کے طور پر فدک کی دعویٰ دار ہوتی ہوں۔ اس لئے کہ فدک میرے والد کی ذاتی ملکیت تھی اور میں

اس کی وارث ہوں۔

حضرت ابو بکرؓ: اے فاطمہ! اس صورت سے بھی فدک آپ کو نہیں مل سکتا اس لئے کہ میں نے حضرت رسولؐ کو خود یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم گم کردہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کسی کو اپنا وارث چھوڑتے ہیں اور ہم جو کچھ بھی چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

جناب فاطمہ زہراؓ: اے ابو بکرؓ! اس میں بھی تم غلطی کر رہے ہو اور حضرت رسولؐ پر سراسر اتہام رکھ رہے ہو۔ حضرت رسولؐ نے نہ کبھی یہ فرمایا اور نہ کبھی ایسا فرما سکتے تھے اس لئے کہ یہ صریحاً حکم خدا کے خلاف ہے۔ خود قرآن مجید میں بی بیوں کے ورثہ اور ترکہ لینے کا ذکر موجود ہے۔ رسول اللہ قرآن کے خلاف کیونکر کچھ فرما سکتے تھے۔ دیکھو قرآن مجید میں کیا یہ آیت موجود نہیں ہے: "وَرِثَتِ"

تیسواں باب

۳۱۶

جناب فاطمہ زہراؓ اور فدک

سلیمان > اذ> یعنی حضرت سلیمان نے اپنے والد جناب داؤد کی میراث پائی" (دیکھو پل سورہ نحل آیت ۱۶) اور دوسری جگہ کیا قرآن پاک میں یہ موجود نہیں ہے کہ حضرت ذکر گویا نے خدا سے دعا کی کہ "خداوند! مجھے فرزند عطا کر تاکہ وہ میری اور آل یعقوب کی میراث لے" (دیکھو پل سورہ مریم آیت ۲ لغایت ۶)۔ اے ابو بکرؓ! ذرا سوچو تو کہ کیا یہ حضرات (جناب سلیمان و جناب داؤد اور جناب ذکر گویا) نبی اور پیغمبر نہ تھے؟

حضرت ابو بکرؓ: (کچھ سوچ کر) بیشک قرآن مجید میں یہ آیتیں موجود ہیں اور یہ حضرات پیغمبر بھی تھے لیکن رسولؐ کی بیٹی جس میراث کا ذکر ان آیتوں میں ہے اس سے مراد مال کی میراث نہیں ہے بلکہ نبوت مراد ہے۔

جناب فاطمہ زہراؓ: اے ابو بکرؓ! یہ قول بھی تمہارا صریحاً باطل ہے

تیسواں باب

۳۱۷

جناب فاطمہ زہراؓ اور فدک

کیونکہ اگر نبوت میراث ہوتی اور ترکہ میں تقسیم ہو کر تھی تو لازم تھا کہ انبیاء کی تمام اولاد نبی ہوتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذریت اور اولاد کے لئے خدا سے امامت کا سوال کیا تو خدا نے فرمایا کہ یہ منصب ظالموں کو نہیں مل سکتا۔ پس اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ نبوت یا امامت میراث میں نہیں دی جاتی۔ علاوہ اس کے یہ تو کھو کہ اگر پیغمبروں کی میراث اس کی اولاد پر جائز نہ ہوتی تو حضورؐ تھا کہ حضرت رسولؐ ہم کو بھی ضرور بتا جاتے اور ہدایت کر جاتے کہ میرے بعد میرا ترکہ نہ لینا کیونکہ ہم ہی آنحضرت کے وارث ہیں اور اس حکم کا تعلق خاص طور سے ہم ہی سے ہو سکتا تھا۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو حکم جس سے متعلق ہو اس کو باوجود سہل اور ممکن ہونے کے نہ بتلائیں اور

لے قال ابی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا یبنا

حضرت ابو بکرؓ: اے رسولؐ کی بیٹی خداداد رسولؐ کا حکم سب پر

تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ گو انجام کار معلوم ہے لیکن اتمام حجت کے

دوسروں کو غصیہ طور سے بتلا جائیں جنھیں اس سے کوئی تعلق بھی نہ ہو۔ تمہارے اس بیان سے تو لازم آتا ہے کہ پیغمبر خدا نے احکام خدا کی تبلیغ بھی مناسب طور پر نہیں فرمائی جو قطعاً ناممکن ہے۔ اے ابوبکر! حضرت رسولؐ بخوبی جانتے تھے کہ ان کے بعد لوگ جھوٹی حدیثیں اپنے مطلب کے موافق بنا کر پیش کریں گے۔ اسی سے حضرت نے فرما دیا تھا کہ اگر قرآن کے خلاف کوئی شخص کوئی حدیث میری طرف منسوب کرے تو سمجھ لینا کہ وہ حدیث میری نہیں ہے!

پس نے ابوبکر! جو حدیث تم نے بیان کی وہ قرآن کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے وہ

را اس حدیث کو امام خزاہی نے رازی نے بھی کہا ہے چنانچہ وہ اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جب میری طرف تمہارے لئے کوئی حدیث روایت کی جائے تو اس کو قرآن سے ملاؤ۔ اگر قرآن سے موافق ہو تو قبول کرو ورنہ دست بردار ہو (مولف)

حضرت رسالت پناہ کی حدیث نہیں ہو سکتی! فرس ہے اے ابوبکر! کہ تم نے کتنا جلد خدا اور رسولؐ سے روگردانی کی۔ ذرا سوچو تو کہ فدک کے بہ کی تحریر اور ان کو! ہوں کہ کبھی تم نے رد کر دیا۔ جن کی معصومیت کی گواہی قرآن پاک میں خدا نے خود دی اور اس کے بعد وراثت کے مسئلہ کو ہمارے لئے اس طرح ختم کر رہے ہو کہ اپنی بات کو خدا پر غالب کر رہے ہو۔ افسوس ہے اسے ابوبکر! کہ تم پر دنیا کس قدر غالب ہو گئی کہ انجام کار کو بھی بھول گئے۔ کیوں نے ابوبکر! کیا تمہارا یہی انصاف ہے کہ تمہاری بیٹی تو تمہارا درشت پکا اور میں اپنے باپ کی میراث سے محروم رہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس کا جواب خدا کے سامنے کیا دو گے؟

اس کے بعد عالم السننت علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی

تاریخ "تاریخ سبط ابن جوزی" میں اور دوسرے عالم السننت جناب نور الدین علی ابن برہان حلبی نے اپنی کتاب سیرت حلبیہ مسمیٰ بہ انسان العیون فی سیرۃ الامین و المامون میں اور جناب سید نیاز حسین صاحب ساکن بہڑہ سادات ضلع فتح پور نے اپنی کتاب ثمرۃ النبوة الموعود بہ الزہراء کے ص ۸۸ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ جناب فاطمہ زہرا نے یہ تقریر اور مخاطبت کہہ اس انداز سے کی کہ ابوبکر پر کافی اثر پڑا اور تھوڑی دیر ساکت رہنے کے بعد انھوں نے داگداشت فدک کی نسبت ایک تحریر جناب فاطمہ زہرا کے حق میں لکھ دی کہ اتنے میں حضرت عمر وہاں آگئے (جو اس کے قبل کی گفتگو تک وہاں موجود نہ تھے) اور پوچھا کہ یہ تحریر کیسی ہے تو ابوبکر نے کہا کہ میں نے داگداشت فدک کی نسبت فاطمہ کو ایک تحریر لکھ دی ہے تو یہ سن کر حضرت عمر نے کہا کہ اے ابوبکر! تمام عرب تو تم سے لڑنے کیلئے تیار ہے اگر تم فدک کو کبھی واپس کئے دیتے ہو تو بتاؤ کہ تم سیکونوں کو کیا دو گے؟ اور یہ کہہ کر حضرت عمر نے وہ تحریر لے کر چاک کر ڈالی اور جناب فاطمہ زہرا کی طرف

مخاطب ہو کر باواز بلند کہا۔ حضرت عمر۔ اے فاطمہ! آپ چاہتی ہیں کہ مسلمانوں کا حق لے لیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ تمام مسلمانوں کو محروم کر کے یہ فدک آپ کو تنہا دے دیا جائے۔ جناب فاطمہ زہرا۔ (نہایت درجہ غضبناک ہو کر) لے عمر! تم سے یہ باتیں عجیب نہیں ہیں۔ تیرے کردار کی خبر حضرت رسولؐ ہم کو دے گئے ہیں لیکن اسے پسر خطاب! چند روزہ زندگی پر اتنا غرہ نہ کر۔ کل قیامت کے دن کچھ کو حقیقت معلوم ہو جائے گی اور آج کا دن تجھے اس روز بہت یاد آئے گا۔ تو کہتا ہے کہ میں مسلمانوں کا حق لینا چاہتی ہوں۔ استغفر اللہ۔ میں کسی کا حق لینا نہیں چاہتی بلکہ اپنے ہی حق کو لینے آئی ہوں۔ حضرت ابوبکر۔ اے رسولؐ کی بیٹی! آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ نے دیکھ لیا کہ فدک صرف میری رائے سے نہیں

لیا گیا بلکہ تمام مسلمان اس امر میں متفق ہیں اس لئے کہ اس سے اسلام کی تقویت ہے اور ضرورتِ حرب کے لئے فدک کا لیا جانا نہایت ضروری ہے تاکہ مسلمان کفار اور فجار سے جہاد کر سکیں اور اس کی آمدنی ان کے کام آئے اور اس ذریعہ سے اسلام کی تقویت اور اس سے اس کی اشاعت ہو۔

جناب فاطمہ زہرا! اے ابوبکر! یہ کہاں کا قاعدہ اور کہاں کا انعام ہے کہ دوسرے کے مال سے بغیر اس کی اجازت کے اسلام کو تقویت پہنچائی جائے۔ یہ تو کھلا ہوا ظلم ہے۔ اے ابوبکر! جو جی میں آئے وہ کہو کہ یاد رکھو کہ تم نے ہم پر ظلم کیا اور جو چیز خدا اور رسول نے ہمیں دی تھی وہ تم نے ہم سے زبردستی لے لی اور خدا اور رسول کی نافرمانی کی۔ پس اے ابوبکر! اس روز سے ڈرو جس روز میں خدا کے حضور میں

تم لوگوں کی فریاد کروں گی اور تم کو اس ظلم کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

اس کے بعد جناب فاطمہ زہرا نے تمام مسلمان ہاجرین و انصار و غیرہ وغیرہ کو مخاطب کر کے جو خطبہ پڑھا ہے اس کو میں اگلے باب میں عالم اہلسنت جناب احمد ابوبکر صاحب جوہری کی کتاب سفینہ سے درج کرتا ہوں جس کے خلاصہ کو علامہ اہلسنت میں سے علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب خواص الامہ فی معرفۃ الامۃ میں اور علامہ سعودی نے اپنی کتاب مروج الذهب میں بھی درج فرمایا ہے۔

چوبیسواں باب

فدک کی محرومی کے بعد جناب

فاطمہ زہرا کا احتجاجی خطبہ

اور حضرت علیؑ و ابوبکر کی گفتگو

اس خطبہ کو شیعہ اور سنی دونوں فرقوں کے عالموں نے بلا اختلاف اپنی اپنی کتابوں میں دست کیا ہے۔ میں اس خطبہ کو ایک عالم اہلسنت جناب احمد ابوبکر صاحب جوہری کی کتاب "ستینہ" سے لکھ رہا ہوں جس کے خلاصہ کو علامہ اہلسنت میں سے علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب خواص الامہ فی معرفۃ الامۃ میں اور علامہ سعودی نے اپنی کتاب مروج الذهب میں بھی دست فرمایا ہے اور صاحب ثمرۃ النبوة نے اس کو اپنی کتاب کے ۱۹۳ تا ۲۰۲ پر تحریر کیا ہے اور اس خطبہ کی نسبت علامہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں تحریر فرمایا ہے

کہ یہ خطبہ حضرت رسول کے انتقال کے دسویں دن دیا گیا تھا۔

خلاصہ خطبہ فاطمہ زہرا

جناب فاطمہ زہرا نے پہلے حمد الہی اور نعت رسول کیا۔ اور اس کے بعد حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لے لوگو! میں فاطمہ بنت محمد ہوں جو کبھی حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتی۔ یاد رکھو کہ ہمارے ہی حق میں آئیے تظہیر نازل ہوئی ہے اور ہمارے ہی سبب سے اسلام کامل ہوا ہے۔ اگر تم رسول پاک کے نسب کا خیال کرو تو وہ میرے باپ ہیں نہ کہ تمہارے اور میں ان کی بیٹی ہوں نہ کہ تمہاری عورتیں۔ اور میرے شوہر علیؑ ابن ابی طالب ان کے ابن عم ہیں نہ کہ تم لوگوں کے یاد رکھو کہ حضرت رسول پر یا دین اسلام پر جب بھی کبھی سختی کا وقت آتا تھا تو حضرت علیؑ ہی ان کے سپر بنتے تھے۔ اور علیؑ ہی وہ ہیں جنہوں نے حمایت اسلام میں دشمنان اسلام میں سے بڑے بڑے شجاعوں کو تہ تیغ کر ڈالا اور

ہمیشہ رسول کے سختی کے دقتوں میں ان کے قوت بازو بنے یہ اور ان کا ساتھ کبھی نہ چھوڑتے تھے حالانکہ تم لوگ وہ ہو جو ایسے دقتوں میں رسول کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور ہمیشہ تن آسانی سے کام لیتے تھے اور ہر وقت منتظر رہتے تھے کہ ان کی نسبت کوئی متوش اور خطرناک خبر سنو۔

پس اسے گدہ انصار و مہاجر ذرا مسرت ہو تو یہی کہ خدا و رسول نے تم سے پہلے ہی عہد لیا ہے یا نہیں؟ اور حضرت رسول نے اپنے ابن عم کو تم پر اپنا خلیفہ بنایا ہے یا نہیں؟ پس یہ کیسا غضب ہے کہ تم نے ان کو چھوڑ کر یہ زعم کر لیا ہے کہ یہ تمہارا حق ہے۔ پس اسے لوگو خدا سے ڈرو اور جس چیز سے تم کو منع کیا گیا ہے اس میں اللہ کے حکم کے برخلاف نہ کرو۔ اب جب کہ خدا نے اپنے رسول کو اس دنیا سے آرام کی طرف بلا لیا ہے تو تم کو یہ کیا ہو گیا ہے کہ ان کے احکام کا تم کو کوئی خیال ہی نہیں۔ تم میں نفاق آئیز عدوت ظاہر ہو گئی اور تمہارے دین کا پردہ چاک ہو گیا۔ جو گمراہ اب تک ہیبت رسول کے سبب سے دم بخود تھے وہ ظاہر

ہو گئے اور انھوں نے فروغ کر دیا اور تم نے ان کے قول کو قبول کر لیا۔ اور ان کی ہمراہی میں دوسروں کا حق اور مال غضب کر لے گئے۔ اسے مہاجر و انصار ذرا تم خود غور کرو کہ تمہارا پیغمبر کو اس دنیا سے گئے ہوئے کتنا مصد ہوا جو تم میں اس قدر تبدیلی پیدا ہو گئی۔ پس کیا یہ بات افسوس کرنے کے قابل نہیں ہے۔ دیکھو تو کتاب خدا تمہارے پاس موجود ہے اور اس کے احکام بھی ظاہر ہیں لیکن افسوس کہ تم نے کتاب خدا کو کبھی پس پشت ڈال دیا اور اس کے خلاف حکم بھی کرنے لگے اور علانیہ اس سے انحراف اور رد کر دانی کرتے ہو۔ پس یاد رکھو کہ ظلم کرنے والے کے لئے بہت برا عیوض ہے۔ اور اس بات کو کبھی یاد رکھو جو شخص دین اسلام کے علاوہ کوئی دوسرے دین کی خواہش کرے گا تو خدا اس سے اس دین کو ہرگز ہرگز قبول نہ کرے گا۔ اور وہ آخرت میں ہلاک ہونے والوں میں سے ہوگا۔

اسے مہاجر و انصار! آخر تم کو یہ کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے رسول کے جاتے ہی فتنہ و فساد بکھڑکانے لگے۔ شیطان کی دعوت کو قبول

کر کے دین روشن کے نور کو بھاننے لگے اور اہلبیت رسول اور اولاد پیغمبر کے ساتھ خفیہ چال چلنے لگے اور اب کہتے ہو کہ ہمارے لئے میراث کبھی نہیں ہے۔ پس یہ تمہارا قول سراسر بالکل غلط ہے۔ کیا یہ تم پر آفتاب کی طرح روشن نہیں ہے کہ میں تمہارے رسول کی بیٹی ہوں۔ تو کیا اسے مسلمانو! تمہارے ہوتے ہوئے میرا حق ماریا جانے اور تم یوں ہی دیکھتے رہو اور میری مدد نہ کرو گے؟ (اس کے بعد آپ ابو بکر کی طرف مخاطب ہوئیں اور فرمایا) اسے پسر ابو قحافہ! کیا یہ کتاب خدا میں ہے کہ تم اپنے باپ کی میراث پاؤ اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں؟ بیشک یہ تم نے جب جھوٹ کر لیا ہے۔ تو پھر کیا تم نے جان بوجھ کر کتاب خدا کو چھوڑ دیا ہے؟ جس میں خدا فرماتا ہے کہ "نیلمان نے (اپنے والد) داؤد کی میراث پائی" (دیکھو سورہ نمل آیت ۱۶) اور نبی کریمؐ کی بن ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو قصہ بیان کیا ہے اس میں ارشاد فرمایا ہے۔

"ذکر کیا نے عرض کیا کہ اسے میرے پردہ دگار بلکے اپنی عنایت سے ولی مطلقا جو میرا در آل یعقوب کا وارث ہو" (دیکھو

پس سورہ مریم آیت ۲۷ تا ۲۹) اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ بھی فرمایا ہے کہ خدا تم کو تمہاری اولاد میں مرد کے لئے عورت سے دو نے حصے کی وصیت کرتا ہے جس کو تم قرب اچھی طرح سے جانتے ہو۔ تو کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ میرے لئے میرے باپ کے متردک میں سے کوئی حصہ اور میراث نہیں ہے؟ یا تم یہ کہتے ہو کہ مجھ میں اور ان میں کوئی قربت نہیں ہے؟ یا خدا نے تمہیں کسی آیت کے ساتھ مخصوص کیا ہے جس سے میرے والد کو خارج کیا ہے؟ یا تم کہتے ہو کہ مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے تو کیا میں اور میرے والد ایک ہی مذہب پر نہیں ہیں؟ اور کیا تم مخصوص اور عموم قرآن کو میرے شوہر علی سے زیادہ جانتے ہو؟ اچھا خیر اگر تم نے ظلم ہی پر کرنا بندہ لی ہے تو لے لو میرے حق کو مگر یاد رکھو کہ قیامت کا دن دور نہیں ہے جبکہ تمہارا اور ہمارا فیصلہ ہوگا اور کیسا اچھا حکم کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ ہوگا اور تمہیں اس وقت کیسا خسارہ ہوگا۔ پس یہ بھی

یاد رکھو کہ اس وقت کی ندامت تم کو کچھ بھی نفع نہ دے گی اور بہت جلد تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ذلیل کرنے والا عذاب کس پر نازل ہوگا اور عذاب دائمی کس کے لئے ہوگا۔

(اسی تقریر کے بعد جناب فاطمہ زہرا نے انصار کو خصوصیت کے ساتھ یہ اب کہہ کر دیا ان سے استغاثہ فرمایا اور یوں کہا) اے انصار ان رسول! اور اے قربت بازوئے اسلام! آخر یہ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم پر ظلم ہو رہے ہیں اور تم دیکھتے ہو۔ اے یہ کیسی غفلت اور چشم پوشی ہے جو تم سے ظہور میں آ رہی ہے۔ کیا تم نے میرے والد پیغمبر خدا کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ انسان کی بزرگداشت اس کی اولاد کے سنگینگی کرنے میں ہے، پس تم نے اپنی خواہشات نفس کو پورا کرنے میں کس قدر غفلت سے کام لیا۔ حالانکہ جو منالام ہم پر ڈھائے جا رہے ہیں اور ہم ان کا تحمل کر رہے ہیں ان کے دفع کرنے کی قوت تم میں موجود ہے اور ہم اپنے جس حق کے طالب اور خواستگار ہیں اس کے دلانے کی تم میں طاقت ہے۔ پس اللہ سے

ہے اے بنی قیلہ (یعنی قبیلہ اوس و خزرج) کہ میرے باپ کی میراث ہضم کی جا رہی ہے اور تم دیکھ رہے ہو۔ تم مجلس میں موجود ہو۔ میرے حال سے باخبر ہو اور میری تقریر بھی سن رہے ہو لیکن پھر بھی خاموش ہو۔ حالانکہ تم صاحبان کثرت و استعداد و صاحبان آلات و قوت ہو۔ تمہارے پاس سلاح و سپر بھی موجود ہے اور تم میرے پیکار کرنے (اور استغاثہ) کہ بھی سن رہے ہو اور پھر بھی میری مدد نہیں کرتے حالانکہ اس کے قبل تم ہمیشہ ہمارے حکم کی بجا آوری کرتے تھے۔ اے یہ آج تم کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم اسلام کی طرف پیش قدمی کرنے کے بعد اسلام سے پلٹ گئے؟ یا ایمان لانے کے بعد مشرک ہو گئے؟ یا تم اس قوم سے ڈرتے ہو جنہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا ہے؟ پس اگر تم ایمان رکھتے ہو تو تمہیں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ مجھے تو تمہاری نسبت یہی معلوم ہو رہا ہے کہ تم آرام طلبی کی طرف مائل ہو گئے ہو۔ اور جو تم نے ایمان کا لباس پہنا تھا وہ اتار کر پھینک دیا ہے اور جو تم نے کھایا تھا اسے اگل دیا ہے۔ پس تم بھی یاد رکھو۔ اگر تم اور

تمام اہل زمین سب کے سب کفر اختیار کر لیں تو خداوند عالم تم سب سے بے نیاز و نمود ہے۔

(اس کے بعد جناب فاطمہ زہرا نے فرمایا کہ) اے لوگو! اس وقت جو کچھ بھی میں نے تم لوگوں کو مخاطب کر کے کہا ہے وہ تمہاری حالت سے واقف ہونے کے بعد کہا ہے اور صحت اتمام جنت کے لئے کہا ہے تاکہ تم سب پر جنت تمام ہو جائے اور کل قیامت کے دن تم پیش پروردگار اس کی نسبت کچھ عذر و معذرت نہ کر سکو۔ قرب یاد رکھو کہ خدا کا عذاب بہت قریب ہے اور جو کچھ بھی تم لوگ کر رہے ہو اسے خدا بخوبی دیکھ رہا ہے اور جو لوگ ظلم کر رہے ہیں ان کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ ان کی بازگشت کس جگہ ہے۔ میں تو عذابِ آخرت سے ڈرانے والے نبی کی بیٹی ہوں اور سخت مصیبت میں مبتلا ہوں۔ پس جو چاہو کہ واد اور اس کی سزا بھی بھگتنے کے لئے تیار ہو۔ میں اس کا اتہام ضرور لوں گی۔ پس میں بھی منتظر ہوں اور تم بھی منتظر ہو۔ خطبہ ختم کرنے کے بعد جناب فاطمہ زہرا نہایت ہی محزون

و مغموم وہاں سے سیدھی اپنے والد حضرت رسول کی قبر مطہرہ پر تشریف لے گئیں اور اس پر منہ رکھ کر اس قدر دعویٰ کہ آسمانوں سے قبر پاک تر ہوگی۔ بعدہ آپ اپنے بیت الشرف میں تشریف لائیں اور ابو بکر و عمر وغیرہ سے اتنا ناراض ہوئیں کہ مرتے وقت وصیت فرمائیں کہ ابو بکر و عمر وغیرہ جن کی ذات سے انھیں تکلیف پہنچتی ہے وہ ان کی نماز جنازہ اور کفن و دفن میں شریک نہ ہونے پائیں اور اسی لئے حضرت علی نے جناب فاطمہ زہرا کو رات میں دفن کیا اور ان حضرات یعنی ابو بکر و عمر کو شریک ہونے کا موقع نہ دیا۔

اس کے بعد صاحب کتاب ثمرۃ النبوة المعروف بالزہرا علیہ السلام نے بحوالہ تاریخ التواتر تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ منقول ہے کہ جناب فاطمہ زہرا کے مسجد سے تشریف لے جانے کے بعد مہاجرین و انصار میں ایک ہبہم پیدا ہوا اور آپس میں لوگ طعہ و طعہ کی گفتگو کرنے لگے اور وہ ایسی فدک کی طرف مائل نظر آئے اور جب حضرت ابو بکر نے اس کا احساس کیا تو فوراً منبر پر گئے

فصل
ایک
ہو
بھی
لات
سے
رو
ی
لہ
نے
نے
س
ی
ر
ج
ر

پر میراں باب ۲۲۲ حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکرؓ کی گفتگو
اور سبھوں کو ڈانٹا اور سمجھایا کہ یہ تمہارا کیسا خیال ہے جو میں
سن رہا ہوں کہ تم کسی کی بات سن کر اتنی جلد رائے قائم کر لیتے
ہو اور نتیجہ بالکل نہیں سوچتے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ عام
غریب مسلمانوں کا مال ہے اگر میں اس کو فاطمہؑ کو واپس کر دوں گا
تو غریب مسکین مسلمانوں کی پرورش کس چیز سے کی جائے گی اور
انتظام حکومت کس چیز سے ہوگا۔ جس کو سن کر سب خاموش
ہو گئے اور پھر علانیہ اس کے خلاف کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکے۔
اتنا کہنے کے بعد اسی سلسلہ میں صاحب کتاب ثمرۃ النبوة
المردوف پر الزہرائے بحوالہ ناسخ التواریخ یہ بھی لکھا ہے کہ اس
واقعہ کے بعد ایک دن حضرت علیؑ خود ابوبکرؓ کے پاس تشریف
لائے اور جو آپس میں گفتگو ہوئی وہ حسب ذیل ہے۔
حضرت علیؑ :- اے ابوبکر! تم نے بنت رسولؐ سے فدک کو
کس حق سے لیا؟

حضرت ابوبکرؓ :- فدک مسلمانوں کا مال ہے۔ تاہم اگر فاطمہؑ زہراؑ
کافی شہادت پیش کر کے اپنا حق ثابت کر دیتیں

پر میراں باب ۲۲۵ حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکرؓ کی گفتگو
تو مجھے فدک کے واپس کر دینے میں کچھ عذر نہ ہوتا
حضرت علیؑ :- اے ابوبکر! کیا تم حکم خدا کے خلاف حکم دینا
چاہتے ہو؟
حضرت ابوبکرؓ :- اللہ ہرگز نہیں۔
حضرت علیؑ :- اگر کوئی چیز کسی کے قبضہ میں ہو اور میں اس کا
دعویٰ کر دوں تو تم حکم اسلام کے اعتبار سے کس
سے گواہ طلب کر دو گے؟
حضرت ابوبکرؓ :- آپ سے۔
حضرت علیؑ :- پھر تم نے بنت پیغمبرؐ سے گواہ کیوں طلب کئے جبکہ
فدک حضرت رسولؐ کے وقت سے ان کے قبضہ
اور تصرف میں تھا؟
حضرت عمرؓ :- اے علیؑ! آپ بات کو سیکار میں طول نہ دیں جو کچھ
ہونا تھا ہو چکا۔ فدک مسلمانوں کے گزارہ کے لئے
مقرر کیا جا چکا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

پر میراں باب ۲۲۶ حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکرؓ کی گفتگو

حضرت علیؑ :- دعویٰ کی بات کی طرف کوئی التفات نہ کر کے ابوبکرؓ
کی طرف مخاطب ہو کر اے ابوبکر! تم نے
قرآن شریف میں آیہ تطہیر التما میرید اللہ لید
عنکم الرجس اهل البيت و بطہم کم تطہیراً تو
پڑھی ہوگی۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بیشک اللہ
کا یہی ارادہ ہے کہ اسے اہلبیت تم سے ہم ہر
رجس و کثافت و گندگی کو دور رکھیں گے)
(دیکھو پانچ سورہ احزاب آیت ۳۳) تو بتلاؤ کہ
یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے؟
حضرت ابوبکرؓ :- آیہ تطہیر آپ لوگوں کی شان میں نازل ہوئی
ہے جو اہلبیت پیغمبرؐ ہیں۔
حضرت علیؑ :- اے ابوبکر! اگر کوئی شخص فاطمہؑ زہراؑ پر کسی گناہ
کا اتہام کرے اور گواہ گواہی دیں تو تم کیسا
حکم دو گے؟
حضرت ابوبکرؓ :- مثل اور عورتوں کے ان پر بھی حد جاری کرنے

کا حکم دوں گا۔
حضرت علیؑ :- اگر ایسا کر دو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔
ابوبکرؓ :- یہ کیونکر؟
حضرت علیؑ :- اس وجہ سے کہ ایسا حکم دینے سے تم خدا کی شہادت
کو جو اس نے فاطمہؑ زہراؑ کی طہارت و عصمت پر
دی ہے رد کرنے والے ہو گے۔ اور خدا کی
شہادت کے خلاف آدمی کی گواہی قبول کرنے
والے ہو گے جو سراسر کفر ہے۔ اے ابوبکر! یاد
رکھو کہ تم نے فدک لے کر پیغمبرؐ خدا سے خلاف
ورزی کی اور بنت رسولؐ سے ان کا حق لیکر
ناحق ان کو آزر دہ کیا۔ اے ابوبکر! پیغمبرؐ خدا
نے گواہی اور شہادت کی ذمہ داری مدعی پر
کی ہے اور قسم مدعا علیہ کے ذمہ رکھا ہے لیکن
تم نے اس کے خلاف فاطمہؑ زہراؑ سے گواہ طلب
کئے حالانکہ وہ پہلے سے فدک پر قابض اور

متصرف تھیں اور تم مدعی تھے۔ گواہی دینا تمہارے ذمہ ہونا چاہئے تھا نہ کہ فاطمہ زہراؑ کے ذمہ۔ اور پھر تم نے المضاہفت یہ بھی غضب کیا کہ صاحبان تطہیر کی گواہی تم نے قبول نہ کی اور اسے بھی رد کر دیا۔

حضرت علیؑ کا یہ کلام سن کر حاضرین پر اتنا اثر ہوا کہ بعض ان میں سے رونے لگے اور کہنے لگے کہ واقعی حق علیؑ اور فاطمہؑ کے ساتھ ہے اور حضرت علیؑ سچ فرماتے ہیں لیکن حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا اور حضرت علیؑ واپس تشریف لے آئے۔

پچیسواں باب جناب فاطمہ زہراؑ اور خمس

رقم خمس وہ رقم ہے جس کا تذکرہ خداوند عالم نے قرآن پاک پٹ سورہ انفال رکوع ۱۵ میں کیا ہے اور جس میں آل رسولؐ کا مخصوص حق ہے لیکن انھوں نے اس سے حضرت ابو بکرؓ کے حق اور اس سے محمدؐ کے حق کی نسبت سنے۔

اہلسنت والجماعت کے مشہور عالم علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "تفسیر درنثور" میں آیہ "واصلوا الصاعقۃ من شی فان ینتہ" تفسیر فرمائی ہے کہ مال غنیمت میں پانچواں حصہ رقم خمس ہے جس میں آل رسولؐ کا مخصوص حق ہے۔ (وہ اس مخصوص حق کی وجہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ چونکہ آل

علیؑ سوا سورہ انفال ۱۵

محمدؐ پر صلۃ حلال نہیں ہے اس لئے خدا نے خمس میں مخصوص حصہ ان کے لئے مقرر فرمایا ہے۔"

(۲) اس حقیقت خمس کی نسبت دوسرے عالم اہلسنت جناب شیخ سلیمان الحنفی نے بھی اپنی کتاب نیاج المودۃ میں اس مقام پر جہاں شیخ موصوف نے قرآن شریف کے ان بارہ مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں خدا نے بعض امور میں عزت پیغمبرؐ کو مخصوص فرمایا ہے ان الفاظ کے ساتھ رقم خمس میں آل رسولؐ کے حق کو تسلیم کیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ آیتہ انھا غنمتم الا میں خمس خدا و رسولؐ اور قرابت داران رسولؐ کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حصہ اور پیغمبرؐ کے حصہ کے ساتھ ذوالقربی کا حصہ بھی مقرر فرمایا ہے۔ یہ فضل آل نبیؐ کے علاوہ کسی امتی کے لئے نہیں ہے۔"

اب اس کے بعد آپ کتب اہلسنت سے یہ بھی پڑھنے کے باوجود اس حق کے جو آل رسولؐ کے لئے خدا نے خمس میں مقرر فرمایا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ وغیرہ نے آل رسولؐ کو

اس حق سے بھی محروم کر دیا تھا۔

سنن ابی داؤد مطبوعہ مدینہ کے ص ۱۱۱ پر صاف طریقہ سے درج ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اہلبیت رسولؐ کو رقم خمس سے بھی محروم کر دیا تھا۔ اس کتاب میں رقم خمس کے متعلق ایک طولانی عبارت درج ہے جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ "حضرت ابو بکرؓ مال خمس اسی طرح تقسیم فرمایا کرتے تھے جیسا کہ آنحضرتؐ ارباب استحقاق کو دیتے تھے۔ بس فرق اتنا تھا کہ اہلبیت رسولؐ کو انھوں نے بالکل محروم کر دیا تھا اور انھیں اس میں سے ایک جہہ بھی نہ دیتے تھے۔"

(۲) تفسیر ابن مسعود بذیل تفسیر آیہ "انھا غنمتم الا میں مان طریقہ پر یہ لکھا ہوا ہے کہ مال غنیمت میں آل نبیؐ کا بھی حق ہے۔ اور حضرت رسولؐ اپنے زمانے میں خمس میں سے آل نبیؐ کو بھی حصہ دیا کرتے تھے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں آل نبیؐ کو اس حق سے محروم کر دیا تھا۔

(۳) اس منع رقم خمس کی نسبت جس میں فدک کا بھی تذکرہ

آگیا ہے ہم صبح بخاری مطبوعہ ممبئی منڈی پر اور صبح مسلم مطبوعہ مدینہ جلد ۲ ملا پر آج بھی اس طرح لکھا ہوا پاتے ہیں کہ ”جب حضرت ابو بکر نے فدک پر قبضہ کر لیا اور تم سے بھی ان معظّمہ کو محروم کر دیا تو وہ معظّمہ ابو بکر سے اتنا ناراض ہوئیں کہ مرتے دم تک ان سے کلام نہیں کیا اور مرتے وقت وصیت فرمائیں کہ حضرت ابو بکر و عمران کے نماز جنازہ اور کفن و دفن میں شریک نہ ہونے پائیں اور یہی بات بخاری شریف مطبوعہ مدینہ جلد ۲ و جلد ۴ ص ۱۹۱ پر و نیز کتاب الامت والسیاست مطبوعہ مدینہ جلد ۱ ص ۱۵۱ پر بھی درج ہے۔

(۴) اہلسنت کے مشہور عالم جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنی کتاب تہذیب اثنا عشری کے باب دوم میں حضرت عمر اور رقم خمس کی نسبت اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ ”حضرت عمرؓ بھی اولاد عباس اور آل ابو طالب کو خمس میں سے کچھ نہ دیتے تھے۔“
(ناعتبر دیا ادنی الابصار)
سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت ابو بکرؓ نے اہلبیت رسولؐ کو اس رقم خمس سے محروم کرنے کے لئے کون سی حدیث یا ہانہ تلاش کیا تھا۔

چھیرواں باب

جناب فاطمہ زہرا کو راضی کرنے کی ناکام کوشش

عالم اہلسنت علامہ ابن قتیبہ دینوری کی کتاب الامت والسیاست کے ص ۲۱۲ پر اور نور ایمان جدید ایڈیشن ص ۲۱۲ پر لکھا ہے کہ متذکرہ واقعات کے گزرنے کے بعد جناب فاطمہ زہراؓ کی تکلیف زیادہ بڑھ گئی اور قریب قریب روز بیمار رہنے لگیں اور اسی بیماری کے دوران میں جو جناب فاطمہ زہراؓ کے لئے مرض الموت کی بیماری ثابت ہوئی۔ ایک روز حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ ہم نے فاطمہؓ کو بہت آزر دیا ہے اور وہ بیمار ہیں ہمیں چل کر ان کی عیادت کرنا چاہئے اور اس سلسلہ میں اپنے کئے کی کچھ معذرت بھی ہو جائے تو اچھا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کے مشورہ کو قبول فرمایا اور دونوں صاحب

بیت الشرف پر حاضر ہو کر اذن کے خواستگار ہوئے۔ جناب فاطمہ زہراؓ نے اذن دینے سے انکار فرمایا۔ اس کے بعد یہ دونوں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم جناب فاطمہ زہراؓ کی خدمت میں بغرض عیادت حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ آپ ان سے ہماری سفارش کیسے حاضر کی اجازت دلا دیجئے۔ حضرت علیؓ نے جناب فاطمہ زہراؓ سے ان کی استدعا بیان کی اور ان کی سفارش فرمائی تو جناب فاطمہ زہراؓ نے ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔

اذن پا کر دونوں حضرات حاضر خدمت ہوئے اور سلام عرض کیا۔ جناب فاطمہ زہراؓ نے ان کے سلام کا جواب نہ دیکر ان کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔ تب حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی کہ اے حبیبہ رسولؐ خدا! مجھے اپنی قرابت سے زیادہ رسولؐ اللہ کی قرابت محبوب ہے اور آپ میرے نزدیک میری بیٹی عائشہ سے زیادہ عزیز و محبوب ہیں۔ کاش میں اسی روز مر جاتا جس دن آپ کے والد ماجد نے انتقال فرمایا تھا تاکہ ان کے بعد میں

باقی نہ رہتا۔ اے فاطمہ! یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں آپ کو اور آپ کے فضل و شرف کو پہچانوں اور آپ کا حق نہ دوں اور میراث رسولؐ اللہ سے آپ کو محروم کروں؟ اے فاطمہ! آپ اسے یقین فرمائیں۔ یہ ایک امر حقیقت ہے کہ میں نے آپ کے والد ماجد کو اپنے کانوں سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پیغمبرؐ اللہ کے واسطے میراث نہیں ہے۔ ان کا مترادف صدقہ ہوتا ہے اور اسی لئے مجبوراً میں نے فدک آپ کو واپس نہیں کیا۔ یہ سن کر جناب فاطمہ زہراؓ نے فرمایا کہ اس کی نسبت تو مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی (یعنی کہ تم بالکل غلط کہتے ہو۔ حضرت رسولؐ قرآن مجید کے خلاف کبھی نہیں فرما سکتے۔ اور اگر رسولؐ اللہ کو اس کے متعلق کچھ فرمانا ہوتا تو ہم سے کہہ جاتے اس لئے کہ ان کی میراث سے ہمارا تعلق تھا نہ کہ تمہارا) اب میں اس وقت تم دونوں سے دریافت کرتی ہوں کہ اگر میں تم سے رسولؐ اللہ کی ایک حدیث بیان کروں تو کیا تم اس کا اقرار کرو گے؟ حضرات شیخین نے کہا کہ ہاں اگر حضرت رسولؐ نے وہ حدیث ہمارے سامنے بیان

کی ہوگی تو بیشک ہم اترار کریں گے۔ پس آپ نے فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتی ہوں اللہ کی کہ تم سچ کہنا۔ آیا تم نے حضرت رسول کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "فاطمہ میرا ایک ٹکڑہ ہے۔ فاطمہ کی رضامندی میری رضامندی ہے اور فاطمہ کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ جس نے فاطمہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے فاطمہ کو راضی کیا اس نے مجھ کو راضی کیا۔ اور جس نے فاطمہ کو آزر دہ کیا اس نے مجھ کو آزر دہ کیا؟ حضرت ابو بکر دمرنے عرض کی کہ ہاں یا نبیؐ مجھ نے پیغمبر کو بیشک یہ کہتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ تب جناب فاطمہ زہرا نے فرمایا کہ سنو! میں گواہ کرتی ہوں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے ملائکہ کو کہ تم دونوں نے مجھے آزر دہ دنا راضی کیا اور مجھ کو راضی نہیں کیا اور جب میں اپنے پدر عالی مقدار سے ملوں گی تو تمھاری شکایت کروں گی۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر کہنے لگے کہ اے فاطمہ! ہم پناہ مانگتے ہیں خدا کی اس کی ناراضی اور تمھاری ناراضی سے یہ کہہ کر اس طرح ردنا شروع کیا کہ

معلوم ہوتا تھا کہ ان کی روح نکل جائے گی لیکن جناب فاطمہ زہرا برابر یہی فرماتی جا رہی تھیں کہ واللہ میں تمھارے لئے ہر نماز میں بددعا کروں گی۔

دوسرے عالم اہلسنت جناب ابو بکر جو ہری نے بھی اس واقعہ کو اپنی کتاب سقیفہ میں یوں ہی تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ جناب فاطمہ زہرا نے حضرت ابو بکر کے رونے کی کوئی پروا نہیں کی اور برابر یہی کہتی رہیں کہ میں تم سے ناراض ہوں اور خدا کی قسم میں تمھارے حق میں برابر بددعا کرتی رہوں گی۔ یہ سن کر ابو بکر دمر دوتے ہوئے فاطمہ کے گھر سے باہر آئے۔

ستائیسواں باب

جناب فاطمہ زہرا کی وصیت و وفات اور ان کی تجہیز و تکفین کا حال

کتاب سیدہ طاہرہ کے صفحہ پر لکھا ہے کہ فاطمہ زہرا کی عمر شریف بوقت وفات ۱۸ سال کی تھی اور آپ حضرت رسول کے بعد تین مہینہ اور بقولے زیادہ سے زیادہ چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سچ تو یہ ہے کہ حضرت رسول کے مرتے ہی جناب سیدہ کی زندگی کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا اس لئے کہ چاروں طرف سے مصائب نے اس طرح گھیر لیا تھا جیسے کہ شب تاریک دن کو گھیر لیتی ہے۔

اہلسنت کے مشہور عالم عالیجناب علامین کا شفی نے اپنی کتاب معارج النبوة میں بذیل ذکر سبب وفات فاطمہ زہرا تحریر فرمایا ہے کہ بروز بیعت ابو بکر جو جناب فاطمہ زہرا

کو ضرب لگائی گئی تھی (جس سے جناب محسن کی پیٹ کے اندر شہادت واقع ہوئی تھی اور جس سے جناب فاطمہ زہرا کی پسلی بھی شکستہ ہوئی تھی) وہی دراصل فاطمہ زہرا کے موت کا سبب بنی اور اسی کے بعد سے جو وہ معظّم بیمار ہوئیں تو اسی بیماری میں ان کی وفات ہو گئی۔ (ان اللہ دانالہیہ راجعون)

کتاب سیدہ طاہرہ میں لکھا ہے کہ یوں تو وہ اپنے باپ کے بعد کچھ دن زندہ رہیں لیکن کس طرح "زندہ درگزر چاروں طرف سے مصائب کے دروازے رسول کی اس شکستہ دل بیٹی کے اوپر کھلے ہونے لگے اور حسرت و بے بسی و ناکامی کے جگر دوز تشرنگ رگ میں چبھے ہوئے تھے۔ جب تک زندہ ہیں کسی نے ان کو ہنستہ نہ دیکھا۔ ہر وقت شفیق باپ کی صورت انکی نگاہ کے سامنے تھی۔ جب کوئی حضرت کا نام لیتا تو آپ انکھوں سے آنسو گرنے لگتے تھے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب جلال العمون فلاہ پر بسند ابن بابویہ علیہ الرحمہ روایت کیا ہے کہ وفات رسول

سائیسواں باب ۲۵۰ جناب فاطمہ زہرا کی وصیت و وفات اور ہجرت و تکفین

کے بعد حضرت رسول کے محبوب مؤذن جناب بلالؓ کے اذان دینے سے انکار کر دیا تھا اور صاف کہہ دیا تھا کہ حضرت رسول کے بعد اب میں کسی کے واسطے اذان نہ دوں گا۔ ایک مرتبہ جب وہ سلام کرنے کے لئے بنت رسول کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوئے تو جناب فاطمہ زہرا نے ان سے اذان کہنے کی خواہش کی اس لئے جناب بلالؓ نے تمہیں خواہش جناب فاطمہؓ میں مسجد میں جا کر اذان دینا شروع کی۔ ادھر بلالؓ کی آواز بلند ہوئی اور ادھر جناب فاطمہ زہرا کو باپ کا زمانہ یاد آگیا اور رونا شروع کیا۔ جب بلالؓ نے اشد ان محمدؐ اور رسول اللہؐ کہا تو جناب سیدہ نے ایک آہ کا نعرہ مارا اور بیہوش ہو گئیں۔ فتنہ نے بلالؓ سے آکر کہا کہ بلالؓ اذان بند کر دے اس لئے کہ دفتر رسولؐ بیہوش ہو گئی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا انتقال ہو جائے اس لئے بلالؓ نے اذان منقطع کر دیا اور پھر اذان کو تکمیل تک نہ پہنچایا۔ جناب فاطمہ زہرا کے لئے وفات رسولؐ ہی کا غم کیا کم تھا کہ بعد رسولؐ جو ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تو اس نے

سائیسواں باب ۲۵۱ جناب فاطمہ زہرا کی وصیت و وفات اور ہجرت و تکفین

جناب سیدہ کو زندہ درگور بنا دیا۔ آپ کا مہول تھا کہ جس وقت حضرت کی یاد دل کو زیادہ بے چین کرتی یا کوئی مصیبت تازہ پڑتی تو قبر مبارک پر جا کر حضرت کو حال دل سناتیں اور یہ اشعار پڑھ کر قبر رسولؐ کو آنسوؤں سے تر کر دیتیں۔ ترجمہ اشعار "جس نے محمدؐ کی خاک قبر کو سونگھ لیا وہ پھر دنیا کی کسی خوشبو کو سونگھنے کا شائق نہ ہو گا"

(اے بابا) "آپ کے مرنے کے بعد مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں کہ اگر روز روشن پر پڑتیں تو وہ شب تاریک سے تبدیل ہو جاتے"

ان مصیبتوں میں جس قدر زمانہ گزرتا جاتا تھا جناب سیدہ کا ضعف بڑھتا جاتا تھا اور چہرہ پر مردنی چھاتی چلی جاتی تھی۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہر چند ٹوٹے دل کو تسلی دیتے تھے لیکن تڑپ میں کمی اور اضطراب میں سکون نہیں ہوتا تھا۔

عالم اہلسنت عالیجناب سید علی ابن شہاب ہمدانی نے

سائیسواں باب ۲۵۲ جناب فاطمہ زہرا کی وصیت و وفات اور ہجرت و تکفین

اپنی کتاب مودۃ القرینی میں ابن عباس سے روایت لکھی ہے اور کتاب سیدہ طاہرہ میں بھی لکھا ہے کہ جب جناب فاطمہ زہرا کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ جناب حسنؓ اور حسینؓ علیہما السلام کے ہاتھوں کو پکڑ کر قبر رسولؐ پر گئیں اور قبر منور و منبر کے درمیان دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر دونوں صاحبزادوں کو سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ اے بچو! تم دونوں ذرا دیر کے لئے اپنے باپ کے پاس بیٹھو۔ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ صاحبزادے تو ادھر گئے اور سیدہ وہاں سے گھر آئیں غسل کیا۔ حضرت رسولؐ خدا کا بچا ہوا کفن پہنا۔ آنحضرت کی چادر اوڑھی اور اساز سے فرمایا میں حجرہ کے اندر جاتی ہوں تم گھر سے کہیں نہ جانا۔ جب تک تم مجھ سے تسبیح و تہلیل کی آوازیں سننا تو سنتی رہنا اور جب مجھ سے کوئی آواز نہ سننا تو مجھے تین آوازیں دینا۔ اگر میں جواب نہ دوں تو سمجھ لینا کہ میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں پہنچ گئی اور اندر چلی آئی۔ یہ کہہ کر آپ حجرہ کے اندر تشریف لے گئیں اور پہلے

۲۵۲ جناب فاطمہ زہرا کی وصیت و وفات اور ہجرت و تکفین

دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو گئیں۔ ایک ساعت کے بعد جب آواز آنے کا سلسلہ بند ہوا تو اساز نے آواز دی اور جب تین آواز دینے کے بعد بھی کوئی جواب نہ ملا تو وہ حجرہ کے اندر داخل ہوئیں۔ دیکھا کہ جناب سیدہ اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔ فرط غم سے اساز نے اپنا گریبان چاک کر لیا اور زار و قطار روتی ہوئی حجرہ سے باہر آئیں کہ اتنے میں دونوں صاحبزادے بھی آگئے۔ اور پوچھا کہ اے اساز ہماری اماں کہاں ہیں۔ اساز خاموش ہو گئیں اور حجرہ کی طرت اشارہ کر دیا۔

دونوں بھائی حجرہ میں داخل ہوئے۔ امام حسینؓ نے ماں کا شانہ پکڑ کر بلایا اور زور زور سے پکارا لیکن جواب نہ ملنے پر سمجھ گئے کہ ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ دونوں بھائی روتے اور وا محمد! وا جد! وا جد! کے نعرے مارتے ہوئے گھر سے نکل کر مسجد میں آئے۔ حضرت علیؓ مصروف عبادت تھے۔ ان کو اس سانچے عظیم کی خبر دی۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؓ پر ایسی غشی طاری ہوئی کہ

ہوش میں لانے کے لئے آپ پر پانی پھیرا گیا۔ جب غش سے
افاقہ ہوا تو گھر میں تشریف لائے اور حجرہ فاطمہ میں داخل ہوئے
جہاں اسما ان معصومہ کے سرہانے بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں حضرت
علی نے جب جناب سیدہ کے چہرہ سے کپڑہ ہٹایا تو دیکھا کہ ایک
رقعہ سر کے قریب رکھا ہوا ہے۔ آپ نے اس کو اٹھا کر پڑھا تو
اس میں لکھا ہوا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ فاطمہ دختر رسول
خدا کی وصیت ہے۔ وہ گواہی دیتی ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی
معبود نہیں۔ محمد خدا کے رسول ہیں۔ اور اس بات کی گواہی
دیتی ہے کہ جنت حق ہے۔ دوزخ حق ہے اور قیامت ضرور
آنے والی ہے۔ اس میں کسی طرح کا بھی شک و شبہ نہیں ہے
اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قبر سے زندہ کر کے اٹھائے گا۔ اسے
علی! میں فاطمہ دختر رسول خدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح
آپ سے کیا تاکہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بی بی ہوں اور
آپ میری نسبت میرے لئے زیادہ ادلی ہیں۔ پس آپ ہی مجھے
غسل دیں۔ منوہ کریں۔ کفن پہنائیں اور دن کوں اور سبرا

جنانہ رات کو اٹھائے گا اور میرے ستانے والوں میں سے
کسی کو بھی خبر نہ کیجئے گا۔ اب میں آپ کو خدا کے سپرد کرتی ہوں
اور اپنی اولاد کو جو قیامت تک ہوگی سلام کرتی ہوں!
جب رات ہوئی تو جناب امیر علیہ السلام نے آپ کو غسل
دیا اور تختہ پر رکھا پھر امام حسن سے فرمایا کہ جاننا بچھاؤ۔
آپ نے نماز پڑھا لی۔ پھر جنازہ کو بقیع میں لے گئے۔ وہاں کے
ہر مقام سے آواز آنے لگی میری طرف لاؤ۔ ایک طرف نظر کی
تو ایک قبر کھدی ہوئی تیار نظر آئی جو مخصوص طریقہ پر جناب
فاطمہ زہرا کے لئے قدرت کی طرف سے تیار کی گئی تھی۔ پس
حضرت علی نے اس قبر میں جناب فاطمہ زہرا کو دفن کیا اور جب
آپ نے قبر میں نش مبارک اتارنے کا تہہ کیا تو قبر سے دو آواز
جو حضرت رسول کے ہاتھوں سے مشابہ تھے نکلے اور آواز آئی
میری فاطمہ کو میرے سپرد کر دو۔ حضرت علی نے نش جناب فاطمہ
کو انھیں ہاتھوں کے سپرد کیا۔
جب آپ جناب سیدہ کو دفن کر چکے تو زمین سے مخاطب

ہو کر فرمایا کہ اسے زمین میں اپنی امانت کو تیرے سپرد کرنا ہوں
یہ دختر رسول خدا ہیں۔ زمین سے آواز آئی اے علی! آپ
میری طرف سے اطمینان رکھیں۔ اس کے بعد آپ نے زمین کو
اس طرح سورا کر دیا کہ گویا یہاں قبر بنی ہی نہ تھی۔

علامہ واقفی اور جملہ علماء اہلسنت نے اس بات کو بلا
اختلاف لکھا ہے کہ جب جناب فاطمہ زہرا کی وفات کا وقت صحیح
آیا تو آپ نے جناب علی مرتضیٰ سے وصیت کی کہ جن لوگوں نے
مجھے ستایا ہے، بالخصوص ابو بکر و عمر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے
پائیں اور نہ وہ میرے کفن و دفن میں شریک ہوں۔ پس حضرت
علی نے حسب وصیت عمل کیا اور اسی لئے انھوں نے جناب
فاطمہ زہرا کو بغیر ابو بکر و عمر کو اطلاع دیئے ہوئے رات میں
دفن کر دیا۔

علماء اہلسنت میں سے مولوی محمد مسین فرنگی محلی لکھنوی
نے اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں اور حافظہ جمال الدین
محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ بعد دفن فاطمہ دوسرے

روز ابو بکر و عمر و دیگر اصحاب نے حضرت علی سے شکایت کی کہ
ہمیں کیوں نہ خبر کی کہ ہم بھی شرف نماز جنازہ حاصل کرتے تو
علی نے کہا کہ میں کیا کرتا اس لئے کہ فاطمہ کی وصیت تھی کہ تمہیں
خبر نہ کی جائے۔

ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ کفن و دفن جناب فاطمہ زہرا
کے بعد صبح کو ابو بکر و عمر وغیرہ جناب امیر المومنین حضرت علی کے
دروازہ پر شرکت نماز جنازہ کے لئے حاضر ہوئے تو مقداد بن
اسود نے ان سے کہا کہ جناب سیدہ طاہرہ کی میت رات ہی
میں دفن کر دی گئی ہے۔ اب کوئی امر باقی نہیں ہے۔ آپ
حضرات تشریف لے جائیں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے حضرت ابو بکر
سے کہا کہ میں نے نہ کہا تھا کہ یہ لوگ ایسا ہی کریں گے اور
ہم کو شریک نہ ہونے دیں گے۔ حضرت عباس ابن عبد المطلب
نے کہا کہ فاطمہ نے از روے وصیت تم لوگوں کی حاضری اور
شرکت نماز جنازہ وغیرہ کو منع فرمادیا تھا اس لئے تم کو تکلیف
نہیں دی گئی۔ حضرت عمر نے نہایت غصہ سے کہا کہ اے نبی ہاشم!

تم لوگ اپنے حسد سے باز نہ آؤ گے اور ہمیشہ ہم سے برسرِ کینہ رہو گے۔ قسم، خدا اگر ہم چاہیں تو ابھی غافلہ کی نقش کو قبر سے نکال کر اس پر نماز پڑھیں۔ جب حضرت علیؑ نے عمر کا یہ کلام سنا تو آپ کو جلال آگیا اور غضبناک ہو کر فرمایا کہ اے پسر منہاک! اگر تو ایسا ارادہ کرے گا تو بکند ایہ تلوار تجھ کو تیرے خون میں نہلائے بغیر پھر نیام میں واپس نہ آئے گی۔ حضرت عمرؓ یہ قسم اور حضرت علیؑ کے غصہ کی حالت دیکھ کر دم بخورد ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ نے آگے بڑھ کر امیر المومنین حضرت علیؑ سے معذرت کی اور اس کے بعد یہ سب لوگ واپس چلے گئے۔

الٹھائیسواں باب

استحقاقِ خلافت کی نسبت حضرت

علیؑ کے لاجواب دلائل

واضح ہو کہ یہ مکالمہ جو اس باب میں درج کیا جا رہا ہے وہ شیعوں کی کتاب احتجاج طبری سے نقل کیا جا رہا ہے جسے "اصلاح" نے بھی اپنے پریچہ اصلاح ۳۲ جلد ۲۵ ماہ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ میں بھی درج فرمایا ہے۔ مجھے یہ مکالمہ دورانِ ترتیب کتاب ہند میرے ایک عزیز دوست مستید وجاہت حسین صاحب نقیوری ساکن حال دریا آباد الہ آباد کے ذریعہ سے دستیاب ہوا اور موصوف نے اس کتاب میں شامل کرنے کے لئے خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر مجھے عنایت کیا۔ چونکہ اس مکالمہ میں حضرت علیؑ علیہ السلام نے اپنی خلافت کے استحقاق میں خود اپنی زبان سے ایسے مضبوط استدلال

پیش فرمائے ہیں جن سے کوئی صاحب عقل و انصاف انکار نہیں کر سکتا اس لئے میں نے اس مکالمہ کو بھی اس کتاب میں درج کر دیا ہے تاکہ غور کرنے والوں کے لئے شمع ہدایت کا کام دے سکے۔

اس مکالمہ کی ابتدا احتجاج طبری میں اس طرح لکھی ہے کہ دورانِ خلافت ابو بکرؓ ایک مرتبہ حضرت علیؑ اور ابو بکرؓ میں تنہائی میں گفتگو کرنے کا موقع مل گیا اور جو گفتگو ہوئی وہ بصورتِ مکالمہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

حضرت ابو بکرؓ اے ابوالحسن! میں دیکھتا ہوں کہ جب سے میں نے امرِ خلافت کو قبول کیا ہے آپ مجھ سے برابر ناراض رہتے ہیں اور مجھ پر آپ کی ناراضگی انتہائی شاق ہے۔ خدا کی قسم یہ بات یعنی خلافت کی تجویز اور میری مسند نشینی میرے اتفاق رائے سے نہیں ہوئی کیونکہ نہ مجھ کو اس عہدہ کی کوئی آرزو تھی اور نہ میں اس پر

حریص تھا اور نہ اس عہدہ کے مشکل فرائض کی انجام دہی میں مجھے اپنے نفس پر اعتماد تھا اور نہ مجھے مال، کینہ اور قبیلہ کی کثرت و جمعیت حاصل ہے اور نہ دوسروں کو محروم کر کے میں اس پر قبضہ چاہتا ہوں۔ صرف امتِ رسولؐ کی بہبود کے خیال سے جب مجھ پر زور ڈالا گیا تو میں نے اسے قبول کر لیا۔ باوجود ان تمام باتوں کے میں دیکھتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے ناراض رہتے ہیں۔ آخر اس میں میری کیا خطا ہے؟

حضرت علیؑ۔ اے ابو بکر! جیسا کہ تم کہتے ہو کہ تم کو اس کی خواہش نہ تھی اور تم اس پر حریص بھی نہ تھے اور تم اپنے نفس میں اس بوجھ کو اٹھانے کی قابلیت بھی نہیں پاتے تو پھر تلوؤ کہ تم اس پر آمادہ ہی کیوں ہوئے اور تمہیں کس چیز نے

جرات دلائی کہ تم نے خلافت کو قبول کر لیا؟
حضرت ابو بکرؓ نے اسے علیؑ کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے
حضرت رسولؐ سے ایک حدیث سنی تھی کہ "ان
اللہ لا یجمع اثنی علی الفلانی" یعنی میری امت کو
خدا اگر اہی پر کبھی متفق نہ کرے گا" اور جب
میں نے اس حدیث اجماع کو اپنی خلافت پر
دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ تمام امت نے میری
خلافت پر اجماع کر لیا ہے تب اس وقت میں
نے اس عہدہ خلافت کو قبول کرنے کی ہمت
کی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ایک شخص کو بھی میری
خلافت میں عذر ہے تو میں ہرگز اس عہدہ کو
قبول نہ کرتا۔

حضرت علیؑ - اے ابو بکر! تم نے جس حدیث رسولؐ کا ذکر
کیا کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا میری امت کو
گمراہی پر جمع نہ کرے گا تو اس کی نسبت مجھے

یہ کہنا ہے کہ اول تو حضرت نے ایسا کبھی نہیں
فرمایا اور یہ حضرت پر ایک اتہام ہے اور اگر
بفرض محال تم پر اتماد کر کے اس حدیث کو
صحیح بھی مان لیا جائے تو میں تم سے پوچھتا ہوں
کہ تمہارے خیال میں کیا میں اس امت میں
نہیں ہوں؟

حضرت ابو بکرؓ - ہاں بیشک آپ بھی اس امت میں ضرور ہیں۔
حضرت علیؑ - اور دوسرے لوگ بھی جو تمہاری خلافت اور
بیعت کو جائز نہیں سمجھتے مثلاً سلمان فارسی۔
ابوذرؓ، مقدادؓ، ابن عبادہ اور انصار سے جو
لوگ ان کی طرف ہیں یہ سب لوگ بھی امت
میں داخل ہیں یا نہیں؟

حضرت ابو بکرؓ - ہاں یہ سب بھی امت میں داخل ہیں۔
حضرت علیؑ - تو پھر تم اس حدیث سے کیونکر استدلال کر سکتے
ہو اس لئے کہ تمہاری خلافت پر تمام امت

کا اجماع ہوا ہی نہیں اور اصحاب رسولؐ میں
بھی جبکہ ایسے جلیل القدر اصحاب رسولؐ کی عبادت
اس تجویز سے علیؑ رہے تو پھر اجماع کیسے ہوا؟
اور اے ابو بکر! یہ بھی یاد رکھو کہ جن کا جن کا
میں نے نام لیا ہے یہ لوگ امت رسولؐ میں ایسے
بزرگ صحابی ہیں کہ ان پر امت میں سے کسی
کو نہ اعتراض ہے اور نہ ان کے صحابی رسولؐ
ہونے میں کوئی شک و شبہ ہے۔

حضرت ابو بکرؓ - اے علیؑ! اس جم غفیر صحابہ کے علیؑ رہنے اور
میری خلافت کو ناجائز سمجھنے کی خبر مجھے اس وقت
ہوئی جب میری خلافت مستحکم ہو گئی اور کل انتظام
درست ہو گیا تھا۔ پس اس وقت مجھے خوف
ہوا کہ اگر اس خلافت سے اب میں علیؑ بھجواتا
ہوں تو لوگ مرتد ہو جائیں گے اور دین اسلام
سے نکلنا شروع کر دیں گے۔ پس دین و ملت

کی حفاظت کے لئے مجھے یہ بات ضروری معلوم
ہوئی کہ میں خلافت کے کاموں کو برابر انجام
دیتا رہوں اور اگر میں ایسا نہ کرتا تو لوگ آپس
میں جنگ و جدال کر کے اپنے سابق کفر و منکرات
کی طرف پلٹ جاتے لہذا ان سب کو اسلام پر
باقی رکھنے کی یہی صورت تھی کہ میں اپنی خلافت
سے دستبردار نہ ہوں۔ اور مجھے یقین تھا کہ ان
تازہ مسلمانوں کو اسلام پر باقی رکھنے کی فکر آپ کو
بھی اتنی ہی ہو گی جتنی مجھے ہے اور آپ مجھ سے
کوئی علیؑ رائے نہ رکھیں گے۔

حضرت علیؑ - ہاں یہ بات تو درست ہے کہ مجھے ان مسلمانوں
کو دین اسلام پر باقی رکھنے کی فکر یقیناً بہت
ہے اور ہمیشہ رہے گی لیکن اس ناجائز خلافت
کو اس سے کیا تعلق؟ کیا رسولؐ انہی اپنی حیات
میں مجھے اپنا خلیفہ اور جانشین نہیں مقرر کر گئے

تھے ؟ اور اگر بغرض مجال تم اس سے انکار رکھتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ رسول اللہؐ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں مقرر فرمایا بلکہ امت کو اس امر کا اختیار دے گئے ہیں کہ جس کو چاہو اپنے میں سے خلیفہ مقرر کرو تو پھر یہ بتاؤ کہ تمہاری نظر میں جو شخص خلافت کا مستحق ہوگا اس میں کچھ اوصاف ہونا چاہئے یا کسی اوصاف کی اس میں ضرورت نہیں ہے ؟ اور اگر خلیفہ بننے کے لئے تم کچھ اوصاف کی ضرورت سمجھتے ہو تو بتلاؤ کہ وہ کیا کیا ہیں ؟

حضرت ابو بکرؓ - ہاں ہاں بیشک اس میں کچھ اوصاف ضروری ہیں اور وہ اوصاف میرے خیال میں حسب ذیل ہیں :-

(۱) یہ کہ وہ امت کو اپنی رائے سے نصیحت کرے اور اس کا وفادار رہے۔

(۲) یہ کہ وہ امت کے آپس کے اختلافات کو رفع بھی کرتا رہے۔

(۳) یہ کہ وہ اچھے چال چلن اور پاکیزہ سیرت کا بھی ہو۔

(۴) یہ کہ وہ عدل کا بھی اظہار کرے۔

(۵) یہ کہ وہ کتاب خدا اور احادیث پیغمبر خدا کا بھی عالم ہو۔

(۶) یہ کہ وہ دنیا اور اس کی مزخرفات سے زہد بھی اختیار کئے ہوئے ؛ اور اس کی خواہش اس کو کم ہو۔

(۷) یہ کہ وہ ہر مقام کے مظلوم خواہ وہ نزدیک کا ہو یا دور کا ہو اس کے ظالموں سے عوض لے اور اس کا حق دلوائے۔ (اتنا کہہ کر حضرت ابو بکر نے خاموشی اختیار کر لی۔)

حضرت علیؑ - اسے ابو بکر! کیا حضرت رسولؐ کے ساتھ قرابت

قریب اور دینی خدمات اور مسابقت اسلام کو بھول گئے جو تم نے انصار کے مقابلہ میں سقیفہ بنی ساعدہ میں پیش کر کے خلافت حاصل کی تھی۔ کیا خلیفہ رسولؐ کے لئے ان اوصاف کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ اوصاف بھی اس میں دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ موجود ہونا چاہئے ؟

حضرت ابو بکرؓ - ہاں قرابت رسولؐ - دینی خدمات اور مسابقت فی الاسلام نئے اوصاف بھی اس کے لئے ضروری ہیں اور یہ اوصاف بھی اس میں دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہونا چاہئے۔

حضرت علیؑ - تو اسے ابو بکر! اب میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں - سچ بتانا کہ کل اوصاف جو تم نے بیان کئے اور جو میں نے اضافہ کئے اور ان کو تم نے بھی تسلیم کیا - ان سب کو آیا تم اپنے نفس میں زیادہ پاتے ہو یا مجھ میں ؟

حضرت ابو بکرؓ - اے علیؑ! بیشک ان تمام اوصاف کو میں اپنے سے زیادہ آپ میں پاتا ہوں۔

حضرت علیؑ - اچھا اب یہ بھی بتاؤ کہ حضرت رسالتؐ آپ نے جب لوگوں کو دین اسلام کی طرت دعوت دینا شروع کی تو مردوں میں سب سے پہلے میں نے حضرت کی اس دعوت کو قبول کیا تھا یا تم نے ؟

حضرت ابو بکرؓ - بیشک آپ ہی نے سب سے پہلے دعوت کو قبول کیا تھا اور اسلام لائے تھے۔

حضرت علیؑ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر یہ بھی پوچھتا ہوں کہ بتاؤ سورہ برأت کی تبلیغ کے لئے کیا میں خدا کی طرت سے ماور نہیں ہوا تھا کہ تم سے لے لوں اور خود کفار کے بھرنے جمع کے سامنے مکہ معظمہ میں اس کی تبلیغ کروں اور آیا اس سورہ کی تبلیغ میں سے لے کر تمہی یا تم نے ؟

حضرت ابو بکرؓ - بیشک یہ شرت بھی آپ ہی کو ملا اور میں اس

سے عہدوم کیا گیا۔

حضرت علیؑ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جب جناب رسول خدا کو مکہ منظر سے ہجرت کرنے کے وقت اپنی جگہ کسی شخص کے ملانے کی ضرورت ہوئی تاکہ اگر کفار مکہ قتل کریں تو وہی شخص قتل ہو جائے اور حضرت قائم المرسلین کی جان بچ جائے تو ایسے سخت ترین موقع پر جب کہ کفار حضرت کا گھر گھیرے ہوئے تھے کس شخص نے اپنی جان خطرہ اور ہلاکت میں ڈال کر حضرت کی جان بچائی۔ میں نے یا تم نے؟

حضرت ابو بکرؓ - بیشک یہ فخر بھی آپ ہی کو حاصل ہوا اور مجھے نہیں۔

حضرت علیؑ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر یہ بھی دریافت کرتا ہوں کہ بتاؤ ۱۸ ذی الحجہ یعنی حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت خم غدیر میں حضرت رسولؐ نے

جو ایک شخص کو عام مومنین و مومنات کا مولا کہہ کر حاکم اور مولا قرار دیا وہ میں تھا یا تم اور اس حدیث کے مطابق ہر مسلمان کا مولا میں ہوا یا تم؟ حضرت ابو بکرؓ اس حدیث کی رو سے بیشک آپ ہی سب کے مولا ہوئے۔ میں نہیں ہوا۔

حضرت علیؑ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر یہ بھی سوال کرتا ہوں کہ نماز میں انگوٹھی کی زکوٰۃ دے کر جو شخص قرآن میں خدا و رسول کے بعد کل مسلمانوں کا ولی اور حاکم قرار پایا وہ میں ہوں یا تم (یعنی آیہ مبارک انما ولیکم اللہ ورسوله والذین امنوا الذین یفیئوون الصلوة و یؤتون الزکوٰۃ و هم راکعون) (پت سورہ مائدہ آیت ۸) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "بتحقیق کہ (اے مسلمانو تمہارا حاکم اللہ ہے اور رسول (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو نماز کو قائم کرتا ہے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتا"

کس کی شان میں نازل ہوئی میرے یا تمہارے؟ حضرت ابو بکرؓ بیشک یہ ولایت بھی آپ ہی کو حاصل ہوئی۔ حضرت علیؑ - میں تم سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ حضرت رسولؐ نے کس کی نسبت یہ ارشاد فرمایا تھا کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ بتاؤ یہ شرف مجھ کو حاصل ہے یا تم کو؟ حضرت ابو بکرؓ بیشک حضرت رسولؐ نے یہ آپ ہی کی نسبت فرمایا تھا۔ میری نسبت نہیں کہا تھا اور یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا اور مجھے نہیں۔

حضرت علیؑ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ نصاریٰ بخران سے مباہلہ کرنے کے لئے جو حضرت تشریف لے گئے تھے تو اس موقع پر اپنے ہمراہ مجھ کو میری زوجہ و میری اولاد کو لے گئے تھے یا تم کو۔ تمہاری زوجہ اور تمہاری اولاد کو یہ امتیاز حاصل ہوا تھا؟

حضرت ابو بکرؓ - نہیں مجھ کو نہیں بلکہ آپ ہی کو یہ امتیاز حاصل ہوا۔

حضرت علیؑ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ ہر جس دگندگی سے پاک و پاکیزہ رہنے کی آیت میری اور میری زوجہ اور میری ذریت کی شان میں نازل ہوئی ہے یا تمہارے اور تمہارے اہلبیت کے شان میں؟

حضرت ابو بکرؓ - بیشک یہ آیت بھی آپ ہی حضرات کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور میرے یا میرے اہلبیت کے شان میں نہیں نازل ہوئی۔

حضرت علیؑ - میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ بتاؤ حضرت رسولؐ نے اپنی کلمی کے نیچے جن لوگوں کو جمع کر کے یہ دعا فرمائی تھی "اللھم ھؤلاء اہلبیتی" یعنی اے خدا یہ ہیں میرے اہلبیت تو اس میں جن لوگوں کو کلمی کے نیچے جمع کر کے یہ فرمایا تھا وہ میں ہوں اور

میرے اہل و عیال میں یا تم اور تمہارے اہل و
عیال؟

حضرت ابو بکرؓ نہیں میں نہیں ہوں اور نہ میرے اہل و عیال
میں بلکہ حضرت رسولؐ نے آپ ہی اور آپ کے
اہل و عیال کے لئے یہ دعا کی تھی۔

حضرت علیؑ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آئیے
مبارکہ ذی فون بالذکر ذی فون یوماکان شزوا
مستطیرا (یعنی سورہ بل اثی کی یہ آیت جس کا
ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنی نذر پوری کرتے ہیں
اور روز قیامت کا خوف رکھتے ہیں کہ جس کی
سخنی ہر طرف پھیلی ہوگی) یہ آیت میرے اور
میرے اہلیت کی شان میں نازل ہوئی ہے یا
تمہارے اور تمہارے اہلیت کی شان میں؟

حضرت ابو بکرؓ نہیں۔ یہ آیت بھی آپ ہی کی شان میں اور
آپ کے اہلیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اور میرے اور میرے اہلیت کی شان میں نہیں
نازل ہوئی۔

حضرت علیؑ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ
کہ تمہارے لئے بھی نماز کا وقت گزر جانے پر
آفتاب غروب ہونے کے بعد پھر لوٹ آیا تھا
اور جب تم نے نماز پڑھی تھی تو پھر غروب ہو
گیا تھا یا میرے لئے ایسا ہوا تھا؟

حضرت ابو بکرؓ نہیں میرے لئے ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ ہی
کے لئے آفتاب غروب ہو چکنے کے بعد دوبارہ نکل
آیا تھا اور جب تک کہ آپ نے نماز ادا کی
وہ ٹہرا رہا اور نماز ختم کرنے کے بعد غروب
کر گیا۔

حضرت علیؑ - میں تم کو قسم دے کر یہ بھی پوچھتا ہوں۔ بتاؤ
کہ کیا تم وہ جلیل القدر بزرگ ہو جس کو آسمان
سے ندا آئی تھی "لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار"

یا یہ جملہ میرے لئے آیا تھا؟
حضرت ابو بکرؓ بیشک آپ ہی وہ ہیں جس کی نسبت آسمان سے
یہ ندا آئی تھی۔

حضرت علیؑ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ خیر
میں آخری روز حضرت رسولؐ نے لاطین
الہایتہ عنداً زجلاً کہہ کر فرمایا کہ یا ربیب اللہ درسولہ
ربیبہ اللہ درسولہ فرما کر (یعنی کل میں اس کو
علم دون کا جو مرد ہوگا۔ بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے
والا اور نہ بھاگنے والا ہوگا اور خدا اور
رسولؐ اسے در دست رکھتے ہوں گے اور وہ
خدا اور رسولؐ کو در دست رکھتا ہوگا) کس کو
علم دیا تھا مجھ کو یا تم کو اور اس فتح کا سہرا تمہارا
سر رہا یا میرے؟

حضرت ابو بکرؓ نہیں تمہارے بارے میں یہ حدیث بھی حضرت
رسولؐ نے ارشاد فرمائی تھی اور تم ہی تلخہ خیر

کے فتح کرنے میں کامیاب رہے اور وہ میں
نہیں ہوں۔

حضرت علیؑ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ
کہ غزوہ خندق میں جب اسلام اور مسلمانوں
کی جان کے لالے پڑ گئے تھے اور عمر ابن عبدود
کی ہیبت نے کفر کو قریب قریب مستط کر دیا تھا۔
تو بتاؤ کہ اس کو قتل کر کے اور سخت ترین
جنگ کو سر کر کے حضرت رسالت مآب اور مسلمانوں
کو اس آفت عظیم سے کس نے نجات دلانی تھی۔
میں نے یا تم نے؟

حضرت ابو بکرؓ نہیں۔ آپ نے۔

حضرت علیؑ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ
بتاؤ کہ جنوں کے پاس پیغام لے جانے کے لئے
حضرت رسالت مآب نے مجھ کو آفتاب کیا تھا یا
تم کو؟ کہ جس کے سبب سے وہ قوم جنات حلقہ

اسلام میں داخل بھی ہو گئی۔

حضرت ابوبکرؓ بیشک مجھے نہیں بلکہ یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا تھا۔

حضرت علیؓ - میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ کہ کیا میں وہ پاک پیکرہ نہیں ہوں جس کے خاندان اور نسب کو خدا نے حضرت آدم سے لے کر اس وقت تک لطفہ حرام سے محفوظ رکھا کہ جس کے بارے میں حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "اے علیؓ میں اور تم حضرت آدم سے لے کر عبدالمطلب تک ایک ہی صورت نکاح سے پیدا ہوئے ہیں اور درود کی طرح زنا اور حرام کاری سے نہیں پیدا ہوئے ہیں۔ اے ابوبکرؓ! کیا تمہارے بارے میں بھی حضرت رسولؐ نے ایسا کبھی فرمایا ہے؟

حضرت ابوبکرؓ بیشک یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے اور مجھے نہیں۔

حضرت علیؓ - اب میں تم کو پھر خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ کیا میں وہ برگزیدہ نہیں ہوں جس کو حضرت نے تمام دنیا سے انتخاب کر کے اپنی جیبتی اور اکلوتی صاحبزادی اور نذر اللہ العالمین جناب فاطمہ زہراؓ کو بیاہ دی اور یہ بھی فرمایا کہ اے علیؓ! فاطمہؓ سے تمہارا نکاح خدا نے آسمان پر کر دیا ہے۔ اب تم ہی بتلاؤ کہ وہ برگزیدہ پیش خدا رسولؐ میں ہوں یا تم؟

حضرت ابوبکرؓ بیشک آپ ہی وہ برگزیدہ ہیں کہ جن سے سیدنا العالمین کا نکاح بھی ہوا ہے۔

حضرت علیؓ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حسنؓ اور حسینؓ جو رسالت مانگنے والے اور درود پھول ہیں جن کے بارے میں حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں حسنؓ اور حسینؓ جو انان جنت کے سردار ہیں اور ان کے باپ ان سے

بھی بہتر ہیں۔ تو اب تم ہی بتلاؤ کہ ان کا باپ میں ہوں یا تم اور اس شرف کا بھی میں حامل ہوا یا تم؟

حضرت ابوبکرؓ بیشک آپ ہی ان کے والد ہیں اور آپ ہی

اس شرف کے بھی حامل ہیں۔ میں نہیں ہوں۔

حضرت علیؓ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ

تمہارے کسی بھائی کو یہ درجہ ملا کہ اس کو دو

شہر مرحمت ہوئے ہوں جس کے ذریعہ سے

وہ جنت میں فرشتوں کے ہمراہ اڑتا پھرتا ہو؟

آیا ایسا بھائی میرا ہے یا تمہارا؟

حضرت ابوبکرؓ بیشک یہ فخر بھی آپ ہی کے بھائی کو حاصل ہوا

اور میرے بھائی کو نہیں۔

حضرت علیؓ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ

حضرت رسولؐ کے کل قرضوں کے ادا کرنے کی

ذمہ داری میں نے لی تھی یا تم نے؟ اور حضرت

کے وعدوں کو پورا کرنے کا اسلان تمام لوح میں میں نے کیا تھا یا تم نے؟

حضرت ابوبکرؓ یہ خدمت بھی آپ نے انجام دی تھی میں نے نہیں۔

حضرت علیؓ - میں تم کو خدا کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں بتاؤ

کہ حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں جب وہ بھنا

ہوا طیر کیا تھا اور حضرت نے اس کو کھا نا چاہا تو

اپنے ہمراہ کھانے کے لئے جس شخص کو خدا سے یہ

دعا کر کے طلب کیا تھا کہ خداوند! اس وقت

میرے پاس اس شخص کو پہنچا دے جو میرے

بعد تجھے تمام مخلوقات سے زیادہ محبوب اور

پیارا ہو تو حضرت کی اس دعا پر میں وہاں

پہنچا تھا یا تم؟ اور میں نے حضرت کے ہمراہ

بھنا ہوا طیر کھا یا تمہارا یا تم نے ان کے ہمراہ کھایا

تھا؟ اور اس لحاظ سے تمام مخلوقات میں

خدا اور رسول کا سب سے زیادہ محبوب میں قرار

پایا یا تم؟

حضرت ابوبکرؓ بیشک یہ فخر بھی آپ ہی کو حاصل ہوا اور مجھے نہیں۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حضرت رسالت مآب نے قرآن کی تائید پر ناکشیں۔ قاسمیں۔ اور مارتین سے لڑنے کی پیشین گوئی میرے بارے میں فرمائی تھی یا تمہارے بارے میں مجھے ان پر فتیاب ہونے کی بشارت دی تھی یا تمہیں؟

حضرت ابوبکرؓ۔ یہ بشارت بھی آپ ہی کے متعلق تھی میرے لئے نہیں۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حضرت رسالت مآب نے میری نسبت یہ فرمایا تھا کہ علیؑ اتنا کم یعنی تم میں علیؑ سے زیادہ

فیصلہ کا علم رکھتے ہیں۔ پس بتاؤ کہ یہ جلد حضرت

رسولؐ نے میری نسبت ارشاد فرمایا تھا یا تمہاری

نسبت؟

حضرت ابوبکرؓ۔ میرے لئے نہیں بلکہ یہ جلد بھی حضرت رسولؐ نے آپ ہی کے لئے فرمایا تھا۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حضرت رسالت مآب نے اپنی زندگی ہی میں اپنے اصحاب کبار کو اسلام علیک یا امیر المؤمنین کہہ کر سلام کرنے کا حکم میرے متعلق دیا تھا یا تمہارے متعلق؟

حضرت ابوبکرؓ۔ نہیں۔ آپ ہی کے متعلق۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حضرت رسالت مآب کے آخر وقت میں آپ سے آخری کلام کرنے اور آپ کے غسل و کفن و دفن کے امور انجام دینے کا شرف میں نے

حاصل کیا یا تم نے؟

حضرت ابوبکرؓ۔ بیشک یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا اور میں اس سے بھی محروم رہا۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حضرت رسالت مآب سے سب سے زیادہ قربت

کی قربت مجھ کو حاصل ہے یا تم کو؟

حضرت ابوبکرؓ۔ بیشک مجھے نہیں بلکہ آپ کو حاصل ہے۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ کیا تمہاری کسی حاجت کے وقت خدا نے

تم کو دینار بھیجا تھا اور جبریلؑ نے تمہارے ہاتھ

اس دینار کے عیوض آٹا بیجا تھا کہ جس کی روٹی

سیدہ نساء العالمین قاطبہ زہراؑ نے پکائی اور

حضرت رسالت مآب اور سیدہ کی اولاد کی دعوت کی گئی یہ واقعہ میرا ہے یا تمہارا؟

حضرت ابوبکرؓ۔ (یہ سن کر رونے لگے اور کہا کہ) بیشک آپ

ہی کو خدا نے وہ دینا بھیجا تھا اور جبریلؑ امین نے آپ ہی کے ہاتھ آٹا بھی فروخت کیا تھا جس

کی جناب سیدہ نے روٹیاں پکائیں اور آپ ہی نے حضرت کی اور اپنی اولاد کی صیانت کی۔

حضرت علیؑ۔ اچھا اے ابوبکرؓ یہ بھی بتاؤ کہ بروز فتح مکہ

جناب رسولؐ خدا نے خانہ کعبہ کے بت توڑنے کے واسطے تم کو اپنے کاندھے پر چڑھایا تھا یا

مجھ کو؟ اور تم نے ان بتوں کو توڑا تھا یا میں نے؟

حضرت ابوبکرؓ۔ بیشک اے علیؑ! یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا ہے اور مجھے نہیں۔

حضرت علیؑ۔ اچھا اے ابوبکرؓ میں تم کو خدا کی قسم دے کر یہ بات بھی پوچھتا ہوں بتاؤ کہ کیا تمہارے ہی

بارے میں حضرت رسولؐ نے فرمایا تھا کہ انت صاحب لوائی فی الدنیاء والاخرۃ یعنی تم ہی

دنیا اور آخرت میں میرے علم کے اٹھانے والے ہو۔ آیا وہ شخص میں ہوں یا تم؟

حضرت ابو بکرؓ بیشک وہ شخص آپ ہیں اور میں نہیں ہوں۔
حضرت علیؑ میں تم کو پھر خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ
کہ جب حضرت رسولؐ نے کل اصحاب اور ازدواج کے دروازوں کو جو مسجد کی طرف کھلتے تھے خدا کے حکم سے بند کئے جانے کا حکم دیا اور صرت ایک دروازے کو کھلا رہنے دیا تو وہ شخص جس کا دروازہ مسجد میں حکم رسولؐ سے کھلا رہا میرے مکان کا دروازہ یا تمہارے مکان کا دروازہ تھا اور مسجد کے اندر دوسروں کو جن کاموں سے روکا گیا تھا وہ سب کے سب میرے لئے جائز کئے گئے تھے یا تمہارے لئے۔

حضرت ابو بکرؓ میرے لئے نہیں بلکہ یہ شرف بھی آپ ہی کیلئے مخصوص ہے۔

حضرت علیؑ اچھا ہے ابو بکرؓ تم کو خدا کی قسم ہے تم یہ بات

بھی سچ ہی سچ بتانا کہ جب خدا نے آیت نازل

فرمائی یعنی یہ بات کہ جب اصحاب رسولؐ سے

کہا گیا کہ "جب تم خدا کے رسولؐ سے کوئی رازد

کی بات کرو تو کچھ نہ کچھ صدقہ دیدیا کرو" تو یہ

آیت اترنے کے بعد صدقہ دے کر حضرت رسولؐ

سے میں نے راز کی باتیں کیا یا تم نے؟

حضرت ابو بکرؓ بیشک اے علیؑ آپ ہی نے صدقہ دے کر حضرت

رسولؐ سے راز کی بات کی تھی۔ میں نے یا کسی

دوسرے نے ایسا نہیں کیا۔

حضرت علیؑ اے ابو بکرؓ! میں تم کو خدا کی قسم دے کر یہ بات

بھی پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حضرت رسولؐ نے واپسی

صاحبزادی جناب خاتمہ زہراؑ سے فرمایا تھا کہ

تمہارے شوہر سب سے پہلے ایمان لائے اور

ان کا اسلام سب سے بہتر ہے تو اس میں کیا

حضرت رسولؐ نے تمہاری مدح کی تھی یا میری؟

حضرت ابو بکرؓ آپ ہی کی مدح کی تھی۔ میری نہیں۔

اسے کلام کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ

یہی ادب اور درجہ کے سبب سے کسی شخص میں امت محمدیہ کی

ہدایت اور ارشاد کا بار اٹھانے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے

اور وہ خلیفہ بننے کے قابل ہوتا ہے اور تم اپنے اقراءوں سے

ان اوصاف سے خالی ہو اور میں بدرجہ اولیٰ تم سے اور سب

سے زیادہ اس کا مستحق ہوں تو پھر کس چیز نے تم کو خدا اور رسولؐ

اور اس کے دین سے برگشتہ کر دیا کہ تم مدعی خلافت بن بیٹھے۔

یہ تقریر سن کر حضرت ابو بکرؓ رونے لگے اور کہا کہ اے

ابراہیمؑ آپ نے سب سچ فرمایا۔ اچھا آج دن بھر کی مجھے

مہلت دیجئے تاکہ جو کچھ آپ سے باتیں ہوئیں اور جو تردد مجھے

ہو رہا ہے ان میں اچھی طرح سے غور و فکر کر لوں۔ حضرت

علیؑ نے فرمایا کہ تم کو اختیار ہے اور اس کے بعد ابو بکرؓ حضرت

علیؑ کے پاس سے چلے گئے۔ اور تمام دن اسی سوچ و فکر میں

پڑے رہے اور کسی سے بھی اس دن ملاقات نہیں کی۔ یہاں تک

کہ رات ہو گئی اور جب ابو بکرؓ سوئے تو انہوں نے خواب میں

دیکھا کہ حضرت رسولؐ خدا اپنی جگہ پر تشریف فرما ہیں۔ آپ کو

دیکھ کر ابو بکرؓ کھڑے ہو گئے اور حضرت کو سلام کیا مگر حضرت نے

جواب نہ دیا بلکہ منہ پھیر لیا۔ تب ابو بکرؓ نے آپ سے فغلی کی وجہ

دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے میرے خاص حکم

سے سرتابی کی اور جس کو خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہیں تم

نے اس سے دشمنی پر کمر باندھ لی ہے یعنی میرے بھائی علیؑ بن

ابن ابی طالب کے حق پر تم ناحق قابض ہو بیٹھے ہو جنہوں نے تم پر

عتاب بھی نازل کیا ہے اور تمام حجت بھی تم پر تمام کر دی

ہے۔ پس تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ ان کا حق انھیں واپس

کر دو اور خود خلافت سے دست بردار ہو جاؤ۔ یہ سن کر ابو بکرؓ

نے اقرار کیا کہ میں اسی وقت سے خلافت سے دست بردار

ہو گیا اور اے علیؑ کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد ہی ابو بکرؓ

کی آنکھ کھل گئی اور اس خواب کے بعد ابو بکرؓ نے مصمم ارادہ

لا جواب دلائل
کہ لیا کہ وہ خود خلافت سے دست بردار ہو کر اس کو علیؑ کے حوالہ کر دیں گے۔

چنانچہ جب صبح ہوئی تو ابو بکر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے ابوالحسن ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کی بیعت کر دوں اور اس کے بعد جو رات میں خواب دیکھا تھا اسے بھی بیان کیا۔ حضرت علیؑ نے ہاتھ بڑھا دیا۔ ابو بکر نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے بعد کہا کہ میں مسجد میں چل رہا ہوں اور سب مسلمانوں کو جمع کرتا ہوں آپ بھی تھوڑی دیر کے بعد مسجد میں تشریف لے آئیے تاکہ میں بیٹھوں کے سامنے کل کی گفتگو جو آپ سے ہوئی اور شب کا وہ خواب جو میں نے دیکھا انکو لوگوں سے تفصیل سے بیان کر دوں اور اس کے بعد بیٹھوں کے سامنے اس بار خلافت کو اپنے سے الگ کر کے اس کو علانیہ آپ کے سپرد کر دوں جس پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اچھا چلو میں آتا ہوں۔

ابو بکر جب رخصت ہو کر مسجد کی جانب چلے تو راستہ میں

لا جواب دلائل

انھیں عمر ابن خطاب مل گئے جو انھیں کی تلاش میں تھے اور جن کو حضرت علیؑ اور ان کی گفتگو کی کچھ خبر بھی معلوم ہو چکی تھی۔ لہذا جب انھوں نے ابو بکر کو دیکھا اور کچھ پریشان پایا تو کہا کہ یہ آخر آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ کل سے آپ کسی سے ملاقات نہیں کر رہے ہیں۔ تب ابو بکر نے ان سے گذشتہ روز کا پورا واقعات اور رات کے خواب کا حال سب کچھ کہہ سنایا اور اپنا ارادہ بھی بتلا دیا جسے سن کر عمر نے کہا کہ خواب کا قصہ تو آپ کا خواب و خیال ہے۔ اس کے علاوہ کیا آپ نہیں جانتے کہ بنی ہاشم جادو میں کامل ہیں اور علیؑ تو ان میں فرد اکمل ہیں۔ پس اس خیال سے باز آؤ جو تم نے ارادہ کر لیا ہے ورنہ کوئی تمھاری بات سنے گا نہیں۔ اگر تم اپنے سے خلع خلافت بھی کر لو گے تب بھی یہ خلافت علیؑ کو ہرگز نہ ملنے پائے گی۔ تمھاری جگہ پر کوئی دوسرا شخص بٹھلا دیا جائے گا اور ہم اس کی تابعداری کریں گے۔ مفت میں تم ذلیل بھی ہو گے اور تمھارا مطلب بھی نہ نکلے گا۔ پس میری رائے یہی ہے اور تمھارے لئے یہی بہتر ہے کہ جو

استحقاق خلافت کے نسبت حضرت علیؑ کے

فدا نہ تھیں دیدیا ہے اسے مفت میں دے گواؤ۔ اور نہ ایسی عزت حاصل کرنے کے بعد اپنی بے عزتی کو اور مختصر یہ کہ اگر تم ایسا کرو گے بھی تو ہم ادب ہماری پوری جماعت تمھاری مخالفت کرے گی اور تمھارا بھی وہی حشر ہو گا جو علیؑ کا ہوا ہے۔ عمر نے یہ تمام باتیں ابو بکر کو کچھ اس طرح سمجھائیں کہ انکا قدم راہ راست سے ہٹ گیا اور جو ارادہ کیا تھا اسے چھوڑ بیٹھے اور مسجد میں جانے کے بجائے اپنے گھر چلے گئے اور جب تھوڑی دیر کے بعد حسب وعدہ حضرت علیؑ مسجد میں آئے تو وہاں کسی کو نہ پایا اور جب مسجد سے مکان واپس تشریف لارہے تھے تو حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے مسکرا کر کہا کہ جائیے جو بات آپ سے اور حضرت ابو بکر سے ہوئی تھی اب وہ نہیں ہونے کی اس لئے کہ میں نے انھیں سمجھا دیا ہے اور جو ان کے سر پر بھوت چڑھ گیا تھا وہ میں نے اتار دیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے تمام حجت کردی اب ہر شخص کو اپنے فعل کا خود اختیار ہے جو جیسا کرے گا ویسا بھگتے گا۔

اصحاب رسولؐ کے نسبت کہ عمار

اہلسنت کا تبصرہ

انٹیسواں باب

اصحاب رسولؐ کے رویہ کی نسبت کچھ علماء اہلسنت و الجماعت کا تبصرہ

اہلسنت و الجماعت میں اصحاب رسولؐ کی نسبت دو عقیدے کے لوگ ہیں۔ ایک تو کہتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ کل کے کل عادل ہیں اور ان میں سے جن کی بھی بیروی کر لی جائے نجات کے لئے کافی ہے۔ اور یہ لوگ اپنی تائید میں ایک حدیث رسولؐ پیش کرتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "اصحابی کلھم عندول اعدیاء اھتدینہم یعنی یہ کہ میرے اصحاب سب کے سب عادل ہیں اور جسکی بھی بیروی کر لی جائے نجات کے لئے کافی ہے اور انکی اصحاب سے جو بعض کھلی ہوئی بھی غلطیاں ہوئی ہیں ان کی نسبت بھی وہ حسن ظن قائم کر کے ان کے افعال کی نسبت تائید کرتے ہیں اور دوسرا گروہ اہلسنت میں وہ گروہ ہے جو اصحاب

رسول کو عادل یا محفوظ عن الخطا نہیں سمجھتا اور کہتا ہے کہ ان سے غلطیاں ممکن ہیں اور ہوں گی۔ صحابی کلام عدول والی حدیث کو صحتی اور غلط بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ اصحاب کی نسبت حضرت رسولؐ نے ہرگز ایسی کوئی حدیث نہیں فرمائی۔ اور اس دور سے قسم کے گروہ میں عالم اہلسنت علامہ تفتازانی صاحب و علامہ عبدالکریم شہرستانی صاحب شیخ عبدالحق صاحب دہلوی و علامہ کرمانی صاحب وغیرہ وغیرہ بہت سے علماء کرام شامل ہیں جو اپنی سندیں حدیث حوض وغیرہ پیش کرتے ہیں جن کا تذکرہ آگے آئیکہ انشاء اللہ اور اسی لئے انہوں نے بلا کسی کاغذ کے اپنی اپنی کتابوں میں جو ان کی سمجھ میں اصحاب کی غلطیاں معلوم ہوں وہ انہوں نے بلا تکلف لکھ دیں۔ جن میں سے چند علماء کے اذالہ نیچے لکھے جاتے ہیں۔

۱) عالم اہلسنت علامہ عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل کے ص ۱۰۰ پر اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ "آنحضرت کے اصحاب میں بہت لوگ ایسے داخل تھے جو بظاہر مسلمان

سمجھے جاتے تھے مگر باطن ان کا نفاق و شقاق سے بھرا ہوا تھا۔ ہر چند وہ اپنا عیب چھپاتے تھے مگر کبھی کبھی ان کا راز کھل جاتا تھا۔ اہل نظر ان کے نفاق کو اس طرح معلوم کر لیا کرتے تھے جب کہ وہ آنحضرت کے افعال پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ وہ زمانہ آنحضرت کی حکومت اور سلطوت کا تھا۔ زمانہ قوت اور شوکت میں وہ لوگ کچھ دینے ذباغے منافقانہ چال چلتے رہے مگر حضرت کے صاحب فراش ہونے پر ردہ کھل گئے۔ جس نفاق کو وہ دل میں چھپائے ہوئے تھے وہ ان کے حرکات سے مترشح ہو گیا۔"

(کتاب حقیقتہ الصدیقین)

(۲) علامہ اہلسنت میں سے جناب شیخ عبدالحق صاحب محدث اپنی کتاب اشعۃ السموات کے جلد ۱ میں اور علامہ کرمانی صاحب نے اپنی شرح بخاری میں اور علامہ تودی صاحب نے اپنی شرح صحیح مسلم کے جلد ۲ ص ۲۰۲ پر اور جناب شمس العلماء ڈپٹی مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنی کتاب امہات الاممہ مطبوعہ دہلی کے ص ۱۰۰ لغاتہ ۱۱۱ پر حضرت رسولؐ کے طلب کرنے پر حضرت

عمر کے قلم و دوات نہ دینے کی نسبت حضرت عمرؓ پر اعتراض وارد کیا ہے کہ یہ ان کی ایک مہر کی غلطی تھی جو انہوں نے کی اور یہ ان کو ہرگز نہ کرنا چاہئے تھا۔ اور جناب شمس العلماء ڈپٹی مولوی نذیر احمد صاحب نے تو اپنی کتاب "الفرائض" و "الحقوق" میں اس واقعہ کی نسبت یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "جن لوگوں کے دلوں میں خلافت کی کچھڑی یک رہی تھی اس کا خامہ دوات و خامہ کے طلب کرنے کے وقت پھوٹ گیا۔" (حقیقتہ الصدیقین)

(۳) اہل سنت کے مشہور عالم امام عینی نے بھی جنہوں نے صحیح بخاری کی شرح فرمائی ہے اس میں وہ باب مرض النبیؐ آخسر کتاب المناذی ص ۱۰۰ پر حضرت عمرؓ کے اس قول پر جو انہوں نے حضرت رسولؐ کے قلم و دوات کے طلب کرنے کے وقت یہ کہہ دیا تھا کہ "یہ اس وقت نلبہ مرض کے سبب ہذاں بک رہے ہیں۔ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے ان کو قلم و دوات دینے کی ضرورت نہیں ہے۔" اعتراض وارد کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ قول ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ نبیؐ سے صدور ہذیان

بوجہ اس کی عصمت کے محال ہے اور نبیؐ ہر حال میں معصوم ہوتا ہے خواہ مرخص ہو یا تندرست۔ اسی واسطے خدا فرماتا ہے کہ "ہذا نبیؐ بلا نزول وحی کے کوئی کلام نہیں کرتا" اور خود حضرت نے بھی یہی فرمایا ہے کہ "ہم صحت اور مرض میں سوائے کلمہ حق کے کوئی بات نہیں کر سکتے"۔ لیکن لوگوں نے اس جگہ (حضرت عمرؓ کی برأت میں) بہت باتیں بنائی ہیں لیکن کوئی بات نفع بخش نہیں ہو سکتی۔

(۴) اس واقعہ قرطاس کی نسبت دوسرے عالم اہلسنت علامہ ابن حجر عسقلانی جنہوں نے نہ سبب اہلسنت کی حمایت میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور صحیح بخاری کی بھی شرح لکھی ہے وہ بخاری شریف کے باب مرض النبیؐ کی جب شرح فرمانے لگے تو انہوں نے بھی صاف لکھ دیا کہ "قائل کلمہ ہذیان رسولؐ وہی شخص ہو سکتا ہے جو آداب نبوت سے واقف نہ ہو۔"

(۵) اس واقعہ قرطاس کی نسبت عالم اہلسنت علامہ نیشا الدین ہردی نے اپنی کتاب صیب السیر میں دو اشعار درج

انتیسواں باب ۳۹۸ اصحاب رسول کے نسبت کہ عمار اہلسنت
فرمایا کہ ان اصحاب رسول پر اظہارِ انوس فرمایا ہے جنہوں نے
حضرت رسول کو ان کے مرتے وقت وصیت نہ تحریر کرنے دی وہ
اشعار حسب ذیل ہیں۔

بیعت

ادھی النبی فقال قائلہم قد ظل یہوہر سید البشر
وان ابابکر اصحاب دلم یہوہر وقد ادھی الی عمر

ترجمہ ہے۔ انوس ہے کہ جب اپنے مرض الموت میں
حضرت رسول وصیت کرنے لگے تو کہنے والوں نے کہہ دیا کہ
سید البشر (یعنی حضرت رسول) ہذیان بکس رہے ہیں مگر جب
ابوبکر نے حالت مرض الموت میں عمر کی خلافت کے لئے وصیت
کی تو وہ ہذیان نہیں سمجھا گیا۔

(۶) وفات رسول کے بعد جو سوک اصحاب رسول کی جانب
سے اہلبیت نبی کے ساتھ کیا گیا جو اس کے قبل آپ اسی کتاب
کے باب ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲ میں پڑھ آئے ہیں ان کی نسبت علامہ اہل
سنت والجماعت میں سے جناب علامہ تفتازانی صاحب نے

انتیسواں باب ۳۹۹ اصحاب رسول کے نسبت کہ عمار اہلسنت

اپنی کتاب شرح مقاصد میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے آپ اس کو
انہیں کی زبان میں سنئے جو کتاب "حقیقتہ الصدیق" کے ملکہ و
مشہور پر بھی درج ہے۔ علامہ تفتازانی صاحب لکھتے ہیں کہ جو
اصحاب کہ اصحاب نبوی میں از قسم معاندت و خصمت واقع ہوئے
ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اصحاب مرکز حق و ثواب
سے بفرار ہو کر حد و ظلم و فسق پر پہنچ گئے تھے۔ اس کا
سبب سوائے حب مملکت و ریاست و میل بہ لذات و شہوات
اور کچھ نہ تھا۔ ایسی مکروہ باتوں کا اصحاب رسول سے واقع
ہونا کچھ عجیب چیز نہیں ہے اس لئے کہ وہ معصوم نہ تھے۔ عمار نے
اپنے حسن ظن سے ان کے انحال و کردار میں جو توجیہات پیدا
کئے ہیں وہ اس غرض سے ہے کہ لوگوں کے طبائع ان سے
متفرق ہو جائیں۔ حقیقت امر یہ ہے کہ اہلبیت نبوی پر جو کہ
الم ان کے ہاتھوں سے گرائے گئے وہ ایسے نہیں ہیں کہ کوئی انکو
پریشیدہ کر سکے۔ قریب ہے کہ ان کی ان بدعنوانیوں کی جملات
و حیوانات و نباتات گواہی دیں۔ پہاڑ ان صدقات سے پھٹ

انتیسواں باب ۴۰۰ اصحاب رسول کے نسبت کہ عمار اہلسنت

جائیں۔ آسمان سے خون کے آنسو ٹپکیں۔ پتھروں کے سینہ
شکافتہ ہو جائیں جو برائیاں کہ خاندان نبوت کے ساتھ ان جہلاء
نے کی تھیں اس کا اثر کسی سے زائل ہونے والا نہیں ہے۔ جو
شخص کہ ان حرکات بدویات و بدعات کا باعث ہو اس کی
گردن میں خدا کی لعنت کا طوق ہمیشہ پڑا رہے گا۔

(۷) اہلسنت کی کتاب درامات اللیب کے صلا پر صلات
طور سے لکھا ہے کہ "ابوبکر نے جناب فاطمہ زہرا کو فدک واپس
نہ کرنے میں غلطی کی"

(۸) اہلسنت کے مشہور عالم امام غزالی نے اپنی کتاب
سر العالمین کے باب المقالۃ الرابعہ فی ترتیب الخلافہ میں
خلافہ کے متعلق عمار کے اختلاف کو بیان کیا ہے کہ کچھ علماء
کہتے ہیں کہ اس کا تعلق "نفس" سے ہے یعنی جس کو حضرت رسول
مقرر کر گئے اور بعض اس کا تعلق شوری سے قرار دیتے ہیں کہ
جن کو اس وقت کے مسلمانوں نے خلیفہ مقرر کر لیا وہی خلیفہ
ہو گیا اور بعض اس کے قائل ہیں کہ خلافت میراث ہے اور

انتیسواں باب ۴۰۱ اصحاب رسول کے نسبت کہ عمار اہلسنت

اس سلسلہ میں انہوں نے ہر ایک کے عقیدہ پر تبصرہ کرنے کے
بعد جو اپنا ذاتی اعتقاد خلافت کی نسبت تحریر فرمایا ہے جو ترجمہ
سر العالمین مترجمہ حکیم مولی سید نظیر حسن خان صاحب مدظلہ
پر بھی درج ہے حسب ذیل ہے "لیکن حجت قاطعہ نے اپنے
چہرے سے نقاب الٹ دی اور خطبہ غدیر میں جو کچھ آنحضرت نے
فرمایا اس کے متن پر جمہور کا اجماع و اتفاق ہے کہ آپ نے حضرت
علی کی نسبت فرمایا "جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا
ہیں" یہ سن کر حضرت عمر نے کہا کہ اسے ابوالحسن تم کو مبارک ہو
کہ تم میرے اور ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت کے مولا قرار
پائے۔ پس حضرت عمر کا یہ کہنا صحیحاً تسلیم ہے۔ رضامندی ہے۔
تحکیم ہے (مولائیت علی کی) اب اس کے بعد سلطنت کی محبت
حکومت کے جھنڈے اٹھانے اور لشکروں کے لئے علموں کو
باندھنے اور جھنڈوں کو ہوائیں لہرانے اور گھوڑوں کی ٹاپوں
کے نقش کے جال بنانے اور توجوں کے جوم اور ٹکوں کی فتح
کی حرص غالب ہوئی اور اس نے ان کو نفسانی خواہشات

کا جام پلا دیا اور یہ سب اہل کے خلاف کی طرف پلٹ گئے اور ارشاد نبوی کو پس پشت ڈال دیا اور بہت ہی کم دامنوں پر اس کو بیچ ڈالا اور بہت ہی بُرا بیچا۔

ایک غلط حدیث اصحابی کلہم عدول پر کچھ تبصرہ

مجھے اس بات سے بحث نہیں کہ بعض مسلمانوں نے اصحاب رسول کی نسبت قرآن کریم اور احادیث رسول کے خلاف کس قسم کا عقیدہ قائم کر رکھا ہے۔ مجھے علم ہے کہ بعض سیدھے سادے مسلمان اصحاب رسول کی نسبت اس بات کے قائل ہیں کہ وہ سب کے سب عادل تھے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں سے خواہ کسی کی بھی پیروی کی جائے نجات کے لئے کافی ہے اور وہ اپنی خوش اعتقادی، نادانی اور علمی کے سبب سے اصحابی کلہم عدول کی حدیث کو بالکل صحیح سمجھتے ہیں حالانکہ یہ حدیث حضرت رسول کی طرف بالکل ایک اتہام ہے اس لئے

کہ حضرت رسول قرآن مجید کے خلاف کوئی حدیث نہیں فرمائی تھی۔

جو لوگ اصحابی کلہم عدول کی حدیث کے قائل ہیں یعنی جن کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ میرے کل اصحاب عادل ہیں اور جن کی بھی پیروی کی جائے نجات کے لئے کافی ہے۔ وہ گویا حضرت علی اور معاویہ دونوں کی پیروی کرنے والوں کو ہدایت یافتہ اور جنتی سمجھتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ کچھ لوگ اصحاب رسول کی نسبت اتنے خوش عقیدہ ہیں کہ جب مذکورہ کا بھی معاملہ ان کے سامنے آجاتا ہے اور اس نزاع میں ایک طرف جناب فاطمہ زہرا حضرت علی، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام نظر آتے ہیں جن کی شان میں کلام پاک میں آیہ بظہیر موجود ہے اور دوسری طرف ان اصحاب کبار میں سے حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ دکھلائی دیتے ہیں تب بھی وہ اپنے ذاتی قائم کردہ نظریہ کے ماتحت (کہ جس نظریہ کی حمایت نہ کوئی قرآنی آیت کرتی ہے اور نہ کوئی معتبر حدیث رسول) حضرت ابوبکر و عمری کہ

حق پر بتلاتے ہیں اور جناب فاطمہ زہرا کو غلطی پر تسلیم کرتے ہیں۔ اس قسم کے علماء میں سے جناب مولوی خلیل احمد صاحب و محمد انیس صاحب سہارنپوری اور محمد قاسم ناتوئی بانی مدرسہ دیوبند ہیں جو مذکورہ کی نزاع میں علاوہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو حق پر بتلاتے ہیں اور جناب فاطمہ زہرا کو غلطی پر اور کہتے ہیں کہ "فاطمہ نے دعوائے مذکورہ نفاست سے کیا تھا" (دیکھو حقیقتہ الصدیق ص ۱۵۳)

محمد انیس صاحب سہارنپوری تو جناب فاطمہ زہرا کی اس ناراضگی کو جو انھیں بوجہ محمدی مذکورہ حضرت ابوبکر و عمر سے ہوئی کہتے ہیں کہ "چونکہ جناب فاطمہ زہرا بلا وجہ حضرت ابوبکر سے ناراض ہوئیں اس لئے ان کی ناراضگی سے حضرت ابوبکر کا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا" اور اس سلسلہ میں وہ اس کے آگے یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ "بشنو آزر دو گئی غیر سب را چہ علاج" یعنی بلا وجہ کی ناراضگی کا علاج ہو ہی کیا سکتا ہے" (دیکھو حقیقتہ الصدیق ص ۱۵۴)

خیر یہ تو اپنا اپنا اعتقاد اور اپنا اپنا ایمان ہے اور جیسا جس کا علم ہے ویسا ہی اس کا اعتقاد بھی ہے۔ مجھے اس کی نسبت کوئی منافذہ کہ نامقدس نہیں ہے مجھے تو نفلوں کتاب کو صرف یہ دکھانا ہے کہ جن لوگوں نے قرآن مجید کے خلاف اصحاب رسول کے متعلق "کلمہ عدول" دیا یعنی یہ کہ اصحاب رسول سب کے سب عادل ہیں) کا نظریہ قائم کر رکھا ہے وہ حق پر نہیں ہیں اور یہ ان کا محض ذاتی خیال کردہ اعتقاد ہے اور ان کے اس اعتقاد کو حقیقی اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے جیسا کہ اکثر علماء اہلسنت کا بھی یہی خیال ہے جن میں سے بعد ازاں "مشتمل از فرداد" چند علماء اہلسنت والجماعت کے اقوال میں اس کتاب کے پچھلے باب یعنی باب انتیسویں میں درج کر آیا ہوں۔

بہر حال یہ تو ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اصحاب رسول سب کے سب عادل نہ تھے اور ان میں سے ہر ایک کی بیروی نجات کے لئے ہرگز کافی نہیں ہے اس لئے کہ اصحاب رسول میں منافقین بھی شامل ہیں اور اس بات کی شہادت قرآن پاک

سورہ منافقون سے ملتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ منافقوں کی کوئی کھلی ہوئی فہرست کتب اسلام میں یا قرآن پاک میں نام بنام موجود نہیں ہے بلکہ ہر شخص منافقین میں سے اپنے کو صاحب ایمان کہتا ہوا نظر آتا ہے۔ پس کلام پاک پر ایمان رکھنے والوں کو لازماً اصحاب رسول میں درجہ کے لوگوں کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ ایک گمراہ صاحبان ایمان کا اور دوسرا گمراہ منافقین کا۔ پس اس نظریہ کے لحاظ سے بھی اصحاب کی نسبت "کلمہ عدول" کا نظریہ اور اعتقاد غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ منافقین پر خداوند عالم نے لعنت فرمائی ہے اور ان کی جگہ جہنم میں درج اسفل (یعنی جہنم کا سب سے پتلوا) بتلایا ہے۔ جن کو اس بات میں شبہ ہو وہ قرآن مجید کی سب ذیل آیتیں ملاحظہ کر لیں۔ پہلی آیت جس میں منافقوں کیلئے دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے (پہ سورہ نساء آیت ۱۲۸) دوسری آیت جس میں کافروں اور منافقوں کا ٹھکانا جہنم بتلایا گیا ہے (پہ سورہ نساء آیت ۱۲۰)۔ تیسری آیت جس میں

داخل ہوتے ہوں تاکہ ان کو جانچا جائے کہ کیا واقعی ان پہلی "کلمہ عدول" کا لفظ صادق آتا ہے یا نہیں؟ تو مجھے یقین ہے کہ وہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان کے نام ضرور لیں گے جو ان کے یہاں کی حدیث کے مطابق دیگر تمام اصحاب سے بہتر ہیں اور ان کے اعتقاد کے مطابق خلیفہ رسول بھی ہیں تو پھر اگر میں ان کے متعلق یہ کہوں کہ یہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں لیکن چونکہ ان کے متعلق مسلمانوں کے فرقوں میں آپس میں اختلاف ہے اور سب انھیں ویسا نہیں سمجھتے جیسا آپ ان کی نسبت عقیدہ رکھتے ہیں تو پھر کس طرح سے آپ کی یہ بات حجت قرار دی جاسکتی ہے۔

بیشک کچھ اہلسنت والجماعت کے علماء بھی اعتقاد رکھتے ہیں جو آپ رکھتے ہیں یعنی حدیث "اصحابی کلمہ عدول" کے قائل ہیں لیکن کچھ علماء اہلسنت ان کو خلیفہ رسول مانتے ہیں اور ان کو عشرہ مبشرہ میں بھی تسلیم کرتے ہوئے ان حضرات کی نسبت ایسے خوش عقیدہ نہیں ہیں جیسے کہ آپ ہیں۔ وہ نہ

منافقوں کی جگہ جہنم میں درج اسفل بتلانی گئی ہے (پہ سورہ نساء آیت ۱۲۵) ہے۔

پس ان آیات قرآنی سے کم از کم یہ تو در زردن کی طرح ثابت ہی ہے کہ اصحاب کی نسبت کسی شخص کا بالکل "کلمہ عدول" کا اعتقاد رکھنا یا اسے حدیث رسول ماننا سراسر غلط ہے اس لئے کہ اصحاب میں منافقین بھی شامل ہیں اور منافقین کا جہنم ہونا بھی ثابت ہے۔

لیکن ان آیتوں کو پڑھنے کے بعد اگر کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ ہماری مراد ان سے منافقین نہیں ہیں بلکہ وہ دیگر اصحاب کبار ہیں جو مبشرہ ثواب ہیں یعنی جن کے جہنم ہونے کی بشارت حضرت رسول اپنی زندگی ہی میں دے گئے تھے جن کو عشرہ مبشرہ بھی کہا جاتا ہے تو پھر میں اس کے جواب میں ان سے یہ عرض کر دوں گا کہ اچھا آپ عشرہ مبشرہ میں سے حضرت علی کو چھوڑ کر بقیہ اصحاب میں سے سب سے بہتر ایسے اصحاب کا نام لیں جو آپ کے اعتقاد کے مطابق یقینی طور پر "کلمہ عدول" کی صفت میں

تو ان حضرات کی نسبت "کلمہ عدول" کے قائل ہیں اور انہیں محفوظ عن الخطا سمجھتے ہیں بلکہ ان کو کبھی عام لوگوں کی طرف ایک جائز الخطا انسان جانتے ہیں۔ ان کی بزرگیوں کے ساتھ ساتھ ان کی غلطیوں کے بھی قائل ہیں جیسا کہ میں ان میں سے بعضوں کے اقوال پکھلے اب یعنی اختیسویں باب میں پیش کر آیا ہوں۔

ان باتوں کے علاوہ میں تراہست کی کتابوں میں کبھی بھی آج تک یہ نہیں دکھلائی دیا کہ حضرت ابو بکر یا حضرت عمر نے اپنی نسبت کبھی بھی محفوظ عن الخطا یا عادل یا بہترین اصحاب ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ ہمیں تو اہلسنت ہی کی کتابوں میں مثلاً تاریخ آغاخان جلال الدین سیوطی مطبوعہ ص ۱۱۱ پر وکنز العمال طبعی متقی جلد ۳ ص ۱۱۱ پر آج بھی لکھا ہوا نظر آ رہا ہے کہ حضرت ابو بکر اکثر کہا کرتے تھے کہ اے مسلمانو! کبھی کبھی مجھے شیطان کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ پس جب تم مجھے راہ راست پر دیکھو تو میری متابعت کرو اور جب دیکھو کہ میں کھٹک گیا ہوں تو مجھ سے پرہیز کرو اور مجھے

سیدھا کر دو۔ ان متذکرہ کتابوں کے علاوہ یہی بات طبقات الکبریٰ جلد ۱ کے ص ۱۲۹ پر وشرح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید کے جلد دوم کے ص ۱۱۱ پر و کتاب الامت والسیاست کے ص ۱۱۱ پر و تاریخ الامم جلد ۲ کے ص ۱۱۱ پر و تاریخ کامل جلد ۲ کے ص ۱۱۱ پر اور کنز العمال جلد ۳ کے ص ۱۱۱ پر بھی درج ہے۔ جسے ناغما حساب آغا محمد سلطان مرزا صاحب نے بھی اپنی کتاب البلاغ البین کتاب اول کے ص ۸۹ پر لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر نے اپنی خلافت کے پہلے ہی خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اے لوگو! میں نے تمہارے امور کی زمام اپنے ہاتھ میں تولے لی ہے مگر میں تم سے بہتر نہیں ہوں لہذا اگر میں کسی وقت غلطی کروں تو تم مجھے درست کر دینا اور یہ بھی سمجھ لو کہ مجھ پر کبھی کبھی شیطان کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ پس جب تم مجھے غصے میں دیکھنا تو مجھ سے پرہیز کرنا۔

اور حضرت عمر کے محفوظ عن الخطا ہونے کی نسبت یہی کہا گیا کہ ہے کہ شراب کی مانعت کا حکم آنے کے بعد بھی انہوں نے

شراب پی جیسا کہ عالم اہلسنت عالیجناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب اذات الخفا متعدد جلدوں ص ۱۳۱ پر اور علامہ ابن حجر کی نے اپنی کتاب فتح الباری فی شرح بخاری جلد پنجم ص ۳۱۵ پر درج فرمایا ہے اور جو کتاب تصوف مطبوعہ جلد ۱ ص ۲۵۰ و نیز مسند امام ابو حنیفہ میں بھی درج ہے کہ باوجودیکہ دو دفعہ آیات قرآنی شراب پینے کی مانعت میں نازل ہو چکی تھیں لیکن حضرت عمر نے اس کے بعد بھی شراب پی اور ایک مرتبہ تو شراب کے نشہ کی حالت میں اونٹ کے گلہ کی ایک ہڈی اٹھا کر عبد الرحمن بن عوف کے سر پر اس زور سے ماری کہ ان کا کھٹک گیا اور خون جاری ہوا اور اسی نشہ کی حالت میں بدر کے مقتول کا زون کی نوحہ خوانی اسوہ بن یغز کے شرپٹھ کر کرنے لگے جن اشار کا اردو ترجمہ یہ ہے "بدر کے کنویں میں (جہاں کا زور بعد قتل ڈالے گئے تھے) کتنے ہی جوان اور مسز زعب ہیں۔ کیا مجھے ابن کبشہ (یہ وہ خطاب ہے جو کفار نے انہیں اذراہ حقارت و ملن حضرت رسول کو دیا تھا اور وہ آنحضرت کو ابن کبشہ

حدیث اصحابی کلمہ عدول پر کچھ تبصرہ کہہ کر یاد کرتے تھے) ڈراتا ہے کہ ہم عنقریب زندہ کئے جائیں گے۔ حالانکہ موت کے بعد زندہ ہونا محال ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جو مجھ سے موت کے دفع کرنے سے عاجز ہو وہ میری ہڈیاں چرنا ہو جانے کے بعد مجھ کو زندہ کر سکے؟ آیا ہے کوئی جو میری طرف سے خدا کو یہ پیغام پہنچا دے کہ میں رمضان کے روزوں کا تارک ہوں اور اللہ سے کہہ دے کہ میرا کھانا اور میرا پانی بند کر دے؟

پس جب اس واقعہ کی خبر حضرت رسول کو پہنچائی گئی تو آنحضرت غضبناک ہو کر اس مقام پر آئے جہاں حضرت عمر موجود تھے۔ پس آنحضرت نے اس چیز سے جو آنحضرت کے ہاتھ میں تھی اس سے عمر کو مارا تو عمر نے کہا کہ پناہ بخدا میں باز آیا میں باز آیا؟

یہ تو حضرت رسول کے وقت میں حضرت عمر کے شراب پینے کا واقعہ ہے لیکن ہمیں تو اہلسنت ہی کی کتابوں میں حضرت عمر کے خلیفہ بن جانے کے بعد بھی حضرت عمر کے شراب پینے کا

تیسرا باب ۴۱۲ حدیث اصحاب کبیر مدول پر کچھ تبصرہ
 مذکورہ ملتا ہے اور لطف یہ ہے کہ ایک نیا طریقہ شراب خوری
 کا ایجاد کر کے لوگوں کو بھی اس کے استعمال کی اجازت دیتے
 ہیں جو قرآن مجید اور احکام رسول کے بالکل خلاف ہے ہو سکتا
 ہے کہ یہ ان کا ذاتی اجتہاد ہو لیکن قرآن اور سندب اسلام
 کے احکام کے تو ضرور خلاف ہے۔ اب اس واقعہ کو کبھی آپ
 اہلسنت ہی کی کتاب سے سنئے جو کتاب مسند ابو حنیفہ میں اس
 طرح درج ہے کہ "حضرت مہرؓ خلافت کے دوران میں کچھ لوگ
 ایک اعرابی کو پکڑ کر ان کے پاس لائے جو کہ نشہ شراب میں
 چور تھا۔ حکم دیا کہ اس کو قید کر دو جب ہوش میں آئے گا تو
 حد جاری کی جائے گی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس کی استعمال شدہ
 شراب منگائی۔ اس میں پانی ملا کر اس کا نشہ کم کیا۔ خود بھی
 پی اور دیگر جو آدمی پاس بیٹھے تھے ان کو بھی پلائی اور پھر بطور
 نصیحت کہا کہ اگر شیطان غالب ہو کر شراب خوری پر مجبور کر دے
 تو پانی ملا کر اس کا نشہ کم کر لیا کرو۔"
 اہلسنت ہی کے عالم ملاحی متقی نے اپنی کتاب کنز العمال

تیسرا باب ۴۱۵ حدیث اصحاب کبیر مدول پر کچھ تبصرہ
 کتاب العموم میں بروایت سعید ابن مسیب لکھا ہے کہ ایک
 مرتبہ حضرت عمرؓ نے حالت صوم میں اپنی کنسینز کے ساتھ جماع
 کیا اور خود اس کا اقرار بھی کیا۔ اور اس کے علاوہ حضرت عمر
 کا اپنے زمانہ خلافت میں متعدد بار غلط فتویٰ دینا اور حضرت
 علیؓ کا اصلاح فرمانا اور ہر بار حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ لَوْلَا عَلِيُّ
 طَلَّكَ عَمْرٌ یعنی اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتے تو ایسا
 مشہور اور زبان زد واقعہ ہے جو اہلسنت ہی کی کتب مثلاً
 (۱) ریاض النضرہ الجزئی ثانی باب الرابع فصل السادس ۱۹۵ و
 ۱۹۶ و (۲) استیعاب علامہ ابن عبد البر الجزئی ترجمہ ۲۷۷ و
 (۳) طبقات الکبریٰ ابن سعد جلد ۲ ص ۲۷۷ و (۴) نور الابصار از
 علامہ شبلی ص ۲۷۷ و (۵) مطالب السؤل الفصل السادس
 و ۲۹ پر لکھا ہوا ہے اور جز البلاغ المبین کتاب اول کے ۸۷ تا
 ۸۸ پر بھی درج ہے۔

اس کے علاوہ کیا حضرت ابو بکر نے مرتے
 وقت اپنی چند باتوں پر انہار انوسوس نہیں کیا

تیسرا باب ۴۱۶ حدیث اصحاب کبیر مدول پر کچھ تبصرہ
 اور کیا مرتے وقت ان کا یہ انوسوس کہ نامسند
 امام احمد بن حنبلؓ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۱۱ و تاریخ کامل
 و کتاب سنیہ و کتاب الامامت والسیاست و کتاب
 فضائل الصحابہ از ابن سیمان طرابلس و عم کبیر طبرانی و تاریخ ابن
 عساکر اور کنز العمال وغیرہ وغیرہ میں ان الفاظ کے سادرج
 نہیں ہے، کہ کاش میں نے ناظر کے گھر کی پردہ دری نہ کی
 ہوتی۔ اور کاش میں سقیفہ میں غیظہ ہی نہ بنتا اور کاش
 میں نے خلافت کے معاملہ میں جو خلافت کے اہل تھے ان سے
 تنازع نہ کیا ہوتا؟

اور کیا آپ نے تاریخ طبری حالات مرگ عمرؓ میں حضرت
 عمرؓ کا اپنے مرتے وقت یہ کہہ کر انوسوس کرنا نہیں پڑھا کہ کاش
 میں نے جناب ناظر زہرا کے گھر کی پردہ دری نہ کی ہوتی۔
 اور کیا آپ نے حضرت عمرؓ کے اس خون کو ملاحظہ نہیں کیا
 جو ان کو وقت مرگ تھا جو انہوں نے اپنی زبان سے اقرار
 کیا اور جو آج بھی کنز العمال ملاحی متقی باب دنات عمرؓ و

تیسرا باب ۴۱۷ حدیث اصحاب کبیر مدول پر کچھ تبصرہ
 مسند امام احمد بن حنبلؓ۔ طبقات ابن سعد۔ تاریخ ابن عساکر
 و سنن ابی داؤد و مسند ابو یعلیٰ و مستدرک امام حاکم و معاصر
 ابو ہلال عسکری اور سنن بیہقی وغیرہ میں ان الفاظ کی سادرج
 ہے کہ عمرؓ نے وقت مرگ کہا کہ "اگر دنیا کی تمام چیزیں میری ہوتیں
 تو میں ان کو اس امر کے عوض میں جو مجھ کو آگے پیش آئے دلا
 ہے اور اس ہول اذرڈر کے بدلے جو مجھ پر روشن ہے فدیہ کر
 دیتا۔"
 تو کیا ان تمام باتوں سے روز روشن کی طرح ثابت نہیں ہے
 کہ حضرت ابو بکرؓ ہوں یا حضرت عمرؓ معصوم اور محفوظ عن الخطا نہ تھے
 بلکہ خالی اور گناہگار بندے تھے جن کی نسبت خود ان کا اقرار
 تھا تو پھر کوئی انہیں کس طرح سے محفوظ عن الخطا یا عادل قرار
 دے سکتا ہے؟

اب اگر ان تمام باتوں سے قطع نظر بھی کرنی جائے اور
 صرف قرآن مجید کی روشنی ہی میں ان کو جانچا جائے تب بھی
 یہ محفوظ عن الخطا یا عادل نہیں ٹھہرتے بلکہ گناہ کبیرہ کے بھی

مذکورہ پائے جاتے ہیں جسے اگر انٹرنیشنل سمات کرے تو پھر انسان کا جہنم ہی سے ہونے والا مشعل ہو جائے۔ ذرا غور تو کیجئے کہ کیا جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ نہیں ہے؟ اور کیا تمام مللار اسلام کا اس بات پر اتفاق نہیں ہے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے؟ اور کیا جہاد سے فرار کرنے والوں کی سزا خدا نے قرآن پاک میں آتش جہنم نہیں مقرر کی ہے؟ اور کیا بلد مللار اسلام نے اس بات پر اتفاق نہیں کیا ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان جہاد سے فرار کرنے والوں میں سے تھے؟

قبل اس کے کہ میں اہلسنت کی کتابوں سے یہ ثابت کروں کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان جہاد سے بھاگنے والوں میں سے تھے سب سے پہلے میں قرآن مجید کی دو آیتوں کے ترجمہ کو پیش کرتا ہوں کہ جس میں سے پہلی آیت سے تو یہ بات ثابت ہے کہ جہاد سے فرار کرنے والوں کی سزا قرآن مجید میں جہنم ہے اور دوسری آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے لوگ یعنی جہاد سے فرار کرنے والے دراصل صاحبان ایمان ہی سے

نہ تھے۔

پہلی آیت جس میں جہاد سے بھاگنے والوں کی سزا خدا نے آتش جہنم تجویز کی ہے وہ پچھلے سورہ انفال کی آیت ۱۶۱۵ ہے اور دوسری آیت جس سے یہ ثابت ہے کہ جہاد سے بھاگنے والے دراصل صاحبان ایمان سے نہ تھے وہ پچھلے سورہ نور کی آیت ۱۵ آیت ۶۲ ہے۔ اب آپ دونوں آیتوں کے ترجمہ کو پہلے پڑھئے جو ذیل میں لکھ رہا ہوں اور پھر اس کے بعد اپنی ہی کتابوں سے تصدیق کیجئے کہ آیا حضرات ابوبکر و عمر و عثمان جہاد سے بھاگنے والوں میں سے نہ تھے؟ اور اگر واقعی انہوں نے جہاد سے فرار کیا ہے تو پھر یہ کیسے اور کس طرح عادل اور محفوظ عن الخلفائیکہ جاسکتے ہیں اور ان کی پیروی کس طرح سے نجات کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ اور جب حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی یہ حالت ہے جو آپ کے نزدیک بہترین صحابہ میں سے ہیں تو پھر دوسروں کا کیا حال ہوگا اور وہ کیسے عادل بن سکتے ہیں اور ان کی پیروی کس طرح سے نجات کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ اب پہلے

پڑھئے قرآن مجید کی دونوں آیتوں کے ترجمے جو حسب ذیل ہیں۔

پہلی آیت کا ترجمہ جو پچھلے سورہ انفال کی آیت ۱۶۱۵ ہے۔

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے ایمان لانے والو جب تم سے اور کفار سے میدان جنگ میں مقابلہ ہو تو جو داران کی طرف پیٹھ پھیرنا اور (یاد رہے کہ) اس شخص کے سوا جو لڑائی کے واسطے کترائے یا کسی جماعت کے پاس (جا کر) موقع پانے کے واسطے کترائے (اور) جو شخص کسی اس دن ان کفار کی طرف اپنی پیٹھ پھیرے گا (یعنی ان کے سامنے سے فرار اختیار کرے گا) تو وہ یقیناً خدا کے غضب میں آگیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے"

دوسری آیت جس سے یہ ثابت ہے کہ جہاد سے بھاگنے والے دراصل صاحبان ایمان سے نہ تھے وہ پچھلے سورہ نور کی آیت ۱۵ کی آیت ۶۲ ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ترجمہ :- مومنین تو ہیں وہی ہیں جو انہیں اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور وہ جب کسی ایسی بات کے لئے

جس میں لوگوں کو جمع رہنے کی ضرورت ہے پیغمبر کے پاس ہوتے ہیں تو جب تک پیغمبر سے اجازت نہ لیں (رسول کو چھوڑ کر) نہیں جاتے۔ اے رسول (ایسے وقت میں) جو لوگ تم سے اجازت لے کر جاتے ہیں حقیقت میں وہی لوگ ہیں جو انہیں اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔

تو کیا اس آیت کا دوسرا مطلب یہ نہیں نکلتا کہ اے رسول جو لوگ ایسے موقع پر تم سے بغیر اجازت لئے ہوئے چلے جاتے ہیں وہ دراصل گویا انہیں اور رسول پر ایمان ہی نہیں لائے۔

اب اس آیت کو پڑھنے کے بعد آپ غور فرمائیں کہ کیا جہاد سے زیادہ کوئی اور اہم موقع ہو سکتا ہے جب کہ لوگوں کو حضرت رسول کے پاس جمع رہنے کی ضرورت ہو۔ پس ایسے موقع سے جو لوگ بھی بغیر اجازت حضرت بھاگ کھڑے ہوں کیا دراصل وہ صاحبان ایمان میں سے کہلائے جاسکتے ہیں اور کیا کلام پاک نے انہیں لوگوں کو صاحبان ایمان میں سے بتلایا ہے؟

اب ان متذکرہ دونوں آیتوں کو پڑھنے کے بعد آپ اہلسنت و اجماعت کی کتابوں سے ملاحظہ فرمائیں کہ جنگوں میں حضرت رسولؐ پر جب بھی سخت موعظہ پڑا ہے خواہ وہ جنگ احد ہو یا جنگ خیبر یا جنگ حنین سب موعظوں پر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے راہ فرار اختیار کیا ہے یا نہیں؟ اور کیا ان موعظہ پر بھی وہ عادل اور حق بجانب ہیں اور جو ان کی اس امر میں کبھی پیروی کرے گا وہ ہدایت پائے گا؟

اب اس کے بعد اگر آپ اپنی معتبر کتابوں سے ان حضرات کا جنگ احد سے فرار دیکھنا چاہتے ہوں تو آپ اسی کتاب کے بابنا کو مکرر پڑھیں جس میں متعدد معتبر کتب اہلسنت کے حوالہ سے میں ثابت کر آیا ہوں کہ جنگ احد سے بھاگنے والوں میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ بھی تھے۔

بہ نظر اختصار میں یہاں پر صرف ان کتابوں کا نام معہ صفحہ نمبر لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں جن میں لکھا ہے کہ جنگ احد سے بھاگنے والوں میں یہ حضرات بھی تھے اور وہ کتابیں حسب

ذیل ہیں :-

- (۱) مدارج النبوة جلد ۲ ص ۱۵۲
 - (۲) مدارج النبوة فصل دوم باب ششم
 - (۳) کنز العمال جلد ۱ ص ۲۳۲
 - (۴) تاریخ فیس جلد ۱ ص ۲۵۵
 - (۵) ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۲
 - (۶) تاریخ التلقا ص ۲۵
 - (۷) صیب السیر ج ۳ ص ۱۱۱
 - (۸) مسند امام احمد بن حنبل حال جنگ احد
 - (۹) ردفتہ الاجاب حال غزوہ احد
 - (۱۰) ردفتہ الصفا حال جنگ احد
 - (۱۱) تفسیر درنثور جلد ۲ ص ۵۵ تفسیر سورہ آل عمران۔
 - (۱۲) تفسیر طبری جلد ۴ ص ۱۱۱
- بہر حال یہ تو ہے جنگ احد سے ان کے فرار کا حوالہ جو سب سے میں واقع ہوئی پھر اس کے بعد اگر حضرت ابوبکرؓ و

حضرت عمرؓ کا فرار جنگ خیبر سے دیکھنا ہو جو سب سے میں یہودیوں سے ہوئی تھی اور جن کے فرار کے بعد حضرت رسولؐ کو یہ فرار نا پڑا تھا کہ کھل میں علم اس کو دوں گا جو کہ کفار غیر فرار ہو گا اور وہ خدا اور رسولؐ کو درست رکھتا ہو گا اور خدا اور رسولؐ اس کو درست رکھتے ہوں گے اور اس کے بعد دوسرے دن حضرت رسولؐ نے علم حضرت علیؓ کو دیا جن کے ہاتھوں سے موجب دشمنی و حادثہ وغیرہ پہلو ان قتل ہوئے اور تلوغ فتح ہوا تو پھر آپ کو تاریخ طبری جلد ۳ ص ۹۵ و صحیح بخاری کتاب المغازی ص ۱۱۱ باب غزوہ خیبر و ردفتہ الاجاب جلد ۱ ص ۲۵۵ و صیب السیر ص ۱۱۱ وغیرہ دیکھنا چاہئے جن میں تفصیل کے ساتھ درج ہے کہ پہلے حضرت ابوبکرؓ علم لے کر گئے اور جب جنگ سخت ہوئی تو معہ علم کے بھاگے اور پھر دوسرے دن علم حضرت عمرؓ لے کر گئے اور ان کو بھی بھاگ کر واپس آنا پڑا اور حضرت رسولؐ کی خدمت میں جب یہ پہنچے تو کہتے تھے کہ یا رسول اللہ! ہم کیا کریں جب لشکر بھاگا تو ہمیں بھی بھاگنا پڑا اور لشکر

والے کہتے تھے کہ یا رسول اللہ! ہم کیا کریں کیونکہ جب سردار ہی پہلے بھاگے تو مجبوراً ہمیں بھی بھاگنا پڑا۔

بہر حال یہ تو جنگ خیبر سے ان کے فرار کا حال تھا جو سب سے میں واقع ہوئی۔ اس کے بعد ان کا فرار اگر جنگ حنین سے دیکھنا ہے جو سب سے میں ہوئی (یعنی حضرت رسولؐ کی وفات کے صرف ۳ سال قبل) تو بہرانی فرما کر آپ کے کنز العمال جلد ۲ ص ۲۱۲ و تاریخ فیس جلد ۲ ص ۱۱۱ و سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۱۱۱ وغیرہ وغیرہ جلد تاریخ اسلام کو ملاحظہ فرمانا چاہئے۔ ان متذکرہ کتابوں کے علاوہ ان کا فرار صحیح بخاری تک میں درج ہے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کے جنگ حنین سے فرار کا حال صحیح بخاری ص ۱۱۱ ص ۱۱۲ کتاب المغازی میں ایک صحابی ابو قتادہ سے اس طرح روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین میں سب صحابہ بھاگے تو میں بھی بھاگا۔ ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ بھاگنے والوں میں حضرت عمرؓ بھی ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا کیا جاتے خدا کا بھی علم تھا

اصحاب کی نسبت حضرت رسول کی کچھ پیشین گوئیاں

کتب اہلسنت صحیح بخاری کتاب الفتن مطبوعہ مصر ط ۱۲
 صحیح مسلم جلد ۲ مطبوعہ دہلی ط ۱۳۵۷ و کنز العمال جلد ۱۰ مطبوعہ
 حیدرآباد دکن ط ۱۳۲۷ مسند امام احمد بن حنبل اور صحیح ابن العسکین
 میں جو درج ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت رسول
 نے اپنے دوران وعظ میں اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا
 کہ "ایہا الناس! بروز قیامت جبکہ میں عرض کوثر پر کھڑا ہوں گا
 تو دیکھوں گا کہ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو فرستے پھر کہ
 جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اور جب میں یہ دیکھوں گا تو
 کہوں گا کہ بار الہا یہ تو میرے اصحاب میں سے ہیں تو نہ اے
 کی کہ اے میرے حبیب تم کو معلوم نہیں کہ بعد آپ کے ان

اس کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے اقرار سے ثابت ہے جو انہوں نے فرمایا کہ آج کے دن جتنا بھے تمہاری رسات میں شک ہوا اتنا

لوگوں نے دین میں کیا کیا اعداں کئے۔ تمہاری وفات کے بعد یہ لوگ دین سے برگشتہ ہو کر اٹھے پاؤں اسی راستہ پر چلے گئے جہاں سے یہ اڈل آئے تھے۔ (یعنی کفر کی جانب)

(۲) اسی صحیح بخاری میں اپنے اصحاب کی نسبت حضرت رسول کی یہ بھی ایک پیشین گوئی درج ہے کہ آنحضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ "تم لوگ بہت جلد حرم امارت کرو گے اور یہ تم کو قیامت میں ندامت دلانے والی ہوگی۔"

(۳) عالم اہلسنت علامتی متقی نے حضرت رسول کی ایک پیشین گوئی اپنی کتاب کنز العمال جلد ۶ ط ۱۳۶۹ پر ایک طولانی مضمون کے ساتھ اس طرح درج کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول نے حضرت علی سے فرمایا کہ یا علی! اس موقع پر تم کیا کرو گے جب لوگ آخرت کو پس پشت ڈال کر دونوں اہتوں سے دنیا سمیٹنے پر آستینیں چڑھالیں گے اور اور مال میراث کو حلوہ سمجھ کر کھا جائیں گے تو حضرت علی نے عرض کیا کہ میں ان سے قطع تعلق کر کے وہ چیزیں چھوڑ دوں گا جن پر یہ لوگ رغبت کر کے دین سے

۴۲۹ اصحاب کی نسبت حضرت رسول کی پیشین گوئی
 ہاتھ جھاڑ لیں گے تو یہ سن کر حضرت رسول نے دعا فرمائی کہ
 خدایا تو اس وقت علی کی مدد کرنا جبکہ اس کو وہ امور کر وہ وہ
 پیش آئیں۔

اہلسنت کی مشہور کتاب صحیح مسلم مطبوعہ مطبع انصاری کے
 ۱۳۷۷ پر اس طرح درج ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول نے حفصہ
 صحابی سے فرمایا کہ اے حفصہ! یاد رکھو کہ میرے بعد ملک اسلام
 کے ایسے حاکم ہوں گے کہ جن کے دل تو شیطان کے ہوں گے
 اور صورت انسان کی ہوگی تو یہ سن کر حفصہ نے عرض کی کہ یا
 حضرت اگر میں ان کے زمانہ تک زندہ رہوں تو کیا ردش
 اختیار کروں۔ ارشاد ہوا کہ ان شیاطین کی اطاعت نہ کرنا۔
 گو تیرا مال لوٹ لیں یا تیری پشت زخمی کریں۔

(۵) اہلسنت کی مشہور کتاب جس کا شمار صحاح شریف میں ہے
 یعنی مشکوٰۃ شریف کی کتاب الامارہ کے ۲۵۷ پر حضرت رسول
 کی ایک پیشین گوئی اس طرح بھی درج ہے کہ حضرت رسول
 نے ابوذر غفاری سے فرمایا کہ اے ابوذر! اس وقت تم کیا

کتبوس اب ۴۳۰ اصحاب کی نسبت حضرت رسول کی پیشگی پنا
 کر دئے جبکہ بعد ہمارے لوگ دین خدا کو پامال کر کے مال میراث
 کو کھٹا جائیں گے۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں ان سے متباہر کر دینگا
 تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو ایسا نہ کرنا بلکہ صبر و سکون سے کام لینا۔
 (۶) عالم اہلسنت ملا علی ستفی نے اپنی کتاب کنز العمال کے کتاب
 الفتن میں صفحہ ۱۷۵ تا ۱۷۶ پر حدیث ۲۲۱ تا ۲۹۱ گویا آنحضرت
 کے ۹۵۰ احوال اپنے بعد کے فتوں کے متعلق جمع کئے ہیں جن
 میں سے یہاں پر صرف ایک پیشین گوئی لکھنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔
 بقیہ حدیثیں جس کو دیکھنا ہو وہ اصل کتاب دیکھیے۔ یہ پیشگی پنا
 کنز العمال باب فتن صفحہ ۱۷۹ پر درج ہے کہ حضرت رسول نے اپنے
 صحابی ابو ہریرہ سے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! یاد رکھو کہ میرے
 بعد ایسے حاکم ہوں گے کہ اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو وہ
 تم کو کا فر بنا دیں گے اور اگر تم ان کی مخالفت کرو گے تو وہ تم کو
 قتل کر دیں گے اور یاد رکھو کہ وہی لوگ آئمہ کفر اور ائمہ فضیلت
 ہوں گے۔
 (۷) کتب اہلسنت استیعاب ابن عبد البر ترجمہ ابوعلی النخاری

کتبوس اب ۴۳۱ اصحاب کی نسبت حضرت رسول کی پیشگی پنا
 الجزئی ملکہ ۱۷۵ پر دینا بیچ المودہ از شیخ سلیمان المنفی الباب الثانی
 والاربعون ملکہ ۱۷۵ پر اور کنز العمال از علی ستفی الجز سادس ۱۵۵
 پر درج ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ میرے بعد نئے کھڑے
 ہو جائیں گے۔ پس جب ایسا ہو تو تم علی کی اطاعت کرنا۔
 (د البلاغ المبین کتاب اول ملکہ ۱۲۵)
 (۸) امام اہلسنت امام مالک نے اپنی کتاب موطایں تحریر فرمایا
 ہے کہ ایک روز آنحضرت نے شہدائے اہل کی نسبت ارشاد
 فرمایا کہ یہ وہ مقدس لوگ ہیں جن کے دنیا سے باایمان مرنے
 پر ہم خدا کے در بدر شہادت دیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر
 نے عرض کیا کہ یا حضرت! کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں جنور
 ہمارے ایمان پر بھی اور اے شہادت فرمائیں تو حضرت نے فرمایا
 کہ معلوم نہیں کہ بعد ہمارے تم دین میں کیا کیا اصدات کرو گے
 یہ سن کر ابو بکر رونے لگے کہ اے انیسوں کہ ہم بعد آپ کے زند
 رہیں گے۔
 (۹) اس متذکرہ بالا واقعہ کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب

کتبوس اب ۴۳۲ اصحاب کی نسبت حضرت رسول کی پیشگی پنا
 دہلوی نے بھی اپنی کتاب ازالتہ النفا مطبوعہ دہلی کے مقصد
 دوئم ملکہ ۱۹۱ پر تحریر فرمایا ہے لیکن انھوں نے حضرت ابو بکر کے
 ساتھ حضرت عمر کا بھی نام لکھا ہے کہ دونوں حضرات نے حضرت
 رسول سے اپنے لئے دعائے منفرت کی خواہش کی تھی تو یہ
 سن کر حضرت رسول نے فرمایا تھا کہ معلوم نہیں کہ تم میرے بعد
 کیا کیا بدعتوں کو رواج دو گے۔ اور اتنا لکھنے کے بعد شاہ ولی اللہ
 صاحب مذکور نے یہ بھی اٹھانہ کیا ہے کہ حضرت رسول نے یہ بھی
 فرمایا کہ "میں جانتا ہوں کہ تمہارے دلوں میں شرک پوشیدہ
 ہے جو جیونہی کی طرح ریگ رہا ہے۔"
 ان متذکرہ احادیث اور پیشگی پنا کیوں کے علاوہ حضرت
 رسول نے فرمایا قرآن مجید میں بھی ان کی حالت کا جو نقشہ
 حضرت رسول کا حضرت ابو بکر سے یہ ارشاد کرتے ہیں کہ جیونہی کی طرح ریگ رہا
 ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے علاوہ علامہ اہلسنت میں سے علامہ جمال الدین
 سیوطی نے بھی اپنی کتاب درختہ اربع ملکہ پر اور جناب ملا علی ستفی نے منتخب
 کنز العمال جلد ۲۷ صفحہ ۱۷۹ پر بھی درج فرمایا ہے جو البلاغ المبین کتاب اول ملکہ
 پر بھی درج ہے۔ مرثف

کتبوس اب ۴۳۳ اصحاب کی نسبت حضرت رسول کی پیشگی پنا
 پیش کیا گیا ہے وہ بھی قابل غور ہے اور وہ لیا سورہ محمد
 کی آیت ۲۲ ہے اور وہ یہ ہے: هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَرٰلَيْتُمْ اَنْ تَقْبَلُوْا
 فِي الدِّيْنِ وَتَقْبَلُوْا مِنْكُمْ اَرْبَابًا اَلْدِيْنِ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ اِنْ جَسَا
 ترجمہ یہ ہے کہ "اے اصحاب رسول! وہ وقت بہت قریب ہے
 کہ جب تم حاکم ہو گے تو زمین پر فساد پھیلانے لگو گے اور قطعاً دم
 کر دو گے۔ پس یہی وہ لوگ ہوں گے جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔"
 اس مندرجہ بالا آیت کی نسبت ایک عالم اہلسنت جناب
 جمال الدین صاحب محدث اپنی کتاب روضۃ الاجاب میں اس
 طرح تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے اپنے وفات کے زمانہ کے
 قریب ایک طولانی خطبہ پڑھا کہ اور اس آیت کی تلاوت فرما کر
 گویا اپنے اصحاب کے کان کھول دیئے کہ یاد رکھو کہ جو لوگ
 میرے بعد حاکم ہوں گے اور زمین خدا میں فساد پھیلانے لگیں
 اور قطعاً دم کریں گے تو ان پر خدا کی لعنت ہوگی۔
 پس جب کہ اصحاب رسول کی نسبت خود حضرت رسول
 کی ایسی متعدد پیشین گوئیاں موجود ہیں جن سے روز روشن

کی طرح سے ثابت ہے کہ بعد رسول ان میں سے بہت سے اعلیٰ
پاؤں حالت کفر کی جانب لوٹ گئے تو پھر ایسے اصحاب کو کوئی
کس طرح محفوظ عن الخطا یا مادل سمجھ سکتا ہے اور کوئی کس طرح
سے دعویٰ کر سکتا ہے کہ ان کی بیرونی کرنے میں ہدایت ہے۔

بتیسواں باب

نصیحت کے متعلق اسلام کے دو نظریے

جبکہ سب سے اسلام میں شیعہ اور سنی دو فرقے پیدا ہوئے

یہ ایک امر حقیقت ہے کہ اسلام اس وقت دو بڑے
گروہ میں منقسم ہے کہ جنہیں ہم شیعہ اور سنی کہتے ہیں۔ اور انکے
علاوہ اور بھی جو متفرق فرقے ہیں وہ دراصل انہیں دونوں
فرقوں کی شاخیں ہیں۔

جو لوگ تاریخ سے واقفیت نہیں رکھتے ان کو ضرور توجیب
ہوتا ہے کہ جب ان دونوں فرقوں کے درمیان خدا ایک ہے
اور دونوں فرقے حضرت محمد صاحب کو خدا کا آخری پیغمبر اور
تمام نبیوں کا سردار بھی مانتے ہیں اور دونوں کا قرآن اور تبتلہ
بھی ایک ہی ہے تو آخر یہ دو علیحدہ علیحدہ فرقوں میں کیوں تقسیم
ہو گئے اور ان میں افتراق کا اصلی سبب کیا ہے اور کب

ان میں اختلاف کی بنیاد پڑی۔

اس کی نسبت میں آپ حضرات کے سامنے ایک عالم
اہلسنت جناب ابراہن علی ابن الحسین ابن علی مسعودی مورخ
کی جو کچھ بھی تحقیق ہے اور جو موصوت نے اپنی تاریخ مسعودی
میں درج فرمایا ہے اس کا اقتباس پیش کرتا ہوں۔

علامہ موصوت نصیب خلافت رسول کے سلسلہ میں تمام
انبیاء کے جانشینوں و وصیتوں کا ذکر کرتے ہوئے جب حضرت
محمد صاحب کے جانشینوں اور وصیتوں کے ذکر پر پہنچتے ہیں
تو کہتے ہیں: اب یہ وہ جگہ ہے جہاں اہل اسلام تنازعہ کرتے
ہیں۔ ایک تو وہ جماعت ہے جو اہل کی قائل ہے یعنی وہ یہ کہتے
ہیں کہ نصیب خلافت کا تعلق خدا سے ہے وہ جس کو چاہتا ہے
خلیفہ مقرر کرتا ہے۔ امت کو نصیب خلافت کا کوئی اختیار نہیں
نہیں ہے۔ وہ خلیفہ کو معصوم بھی مانتے ہیں اور سب سے افضل
بھی۔ وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ کوئی زمانہ خلیفہ (امام) سے
خالی نہیں۔ وہ خلیفہ (امام) یا تو نبی ہوگا یا اس کا وصی جسکو

خدا اور رسول نصیب کے ساتھ مقرر کر دے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ
حضرت نے اپنے بعد کے لئے حضرت علی کو اپنا خلیفہ نامزد کر دیا
تھا۔ پس جن لوگوں نے ان کو بعد رسول خلیفہ نہیں مانا اور
دوسروں کو بنا لیا وہ غلطی پر ہیں پس متذکرہ بالا عقیدہ رکھنے
والے شیعہ کہلاتے ہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جو اختیار کا قائل
ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ حضرت رسول اپنے بعد کے لئے کسی کو اپنا
خلیفہ نامزد نہیں کر گئے تھے بلکہ اس کا اختیار اپنی امت کو سپرد
کر گئے تھے کہ جس کو چاہنا اپنے میں سے اس کو خلیفہ اور امام
مقرر کر لینا۔ ان لوگوں کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ خلیفہ کے لئے معصوم
ہونا یا دیگر لوگوں سے افضل ہونا شرط نہیں ہے اور اکثر زمانے
خلیفہ (امام) سے خالی بھی رہتے ہیں۔ پس ایسا اعتقاد رکھنے
والے اہلسنت والجماعت ہیں: (دیکھئے مروج الذهب و معادن
الجواہر بر حاشیہ نفع الطیب الجزا اول ۲۷ اور البلاغ المبین
کتاب اول ۱۲)

علامہ مسعودی صاحب کی متذکرہ بالا تحریر سے صاف طور

سے واضح ہو گیا کہ علامہ موصوف کے نزدیک شیعہ اور سنی دونوں فرقوں میں اختلاف کا اصلی سبب نصب خلافت رسول ہے اور اس کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں اور یہیں سے دونوں فرقوں میں اختلاف شرعاً ہوا اور نہ مؤلف کو بھی ان کی رائے سے پورا پورا اتفاق ہے۔ پہلے تو ان دونوں فرقوں میں صرف یہی مسئلہ اختلاف کا سبب بنا لیکن بعد میں ان میں اختلاف در اختلاف اس لئے اور زیادہ ہو گیا کہ جن کو جس گروہ نے اپنا امام اور حضرت رسول کا خلیفہ تسلیم کیا اس نے ان کے احکام کی اطاعت اور ان کے ہر فعل کی طرف ندری بھی کی اور دوسرے گروہ کے امام اور خلیفہ کی مخالفت بھی۔ پس اس سبب ان میں اختلافات کے اور بھی خلیج حائل ہو گئے۔ مثال کے طور پر اس کو اس طرح سمجھئے کہ مسئلہ فدک کے مقدمہ میں جسے میں اس کتاب کے باب ۱۳ و ۲۴ میں درج کر آیا ہوں اور جو اتفاق سے حضرت ابو بکر کی خلافت کے زمانے میں پیدا ہو گیا تھا۔ جس میں ایک طرف حضرت علیؑ جناب ناطق زہراؑ گواہ اور طرفدار بن کر آئے

تھے اور دوسری جانب دوسرے گروہ کے منتخب کردہ خلیفہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ تھے جن کا فیصلہ حضرت علیؑ و فاطمہ زہراؑ کے خلاف ہوا تو دونوں کے ماننے والوں کے خیال میں اور تضاد پیدا ہوا۔ حضرت علیؑ کو معصوم اور خلیفہ برحق ماننے والی جماعت جناب ناطق زہراؑ اور حضرت علیؑ کی علانیہ طرفدار ہوئی اور حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کی مخالفت۔ اور حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ رسولی اور اپنا امام منتخب کرنے والی جماعت نے کھل کر حضرت ابو بکرؓ کا ساتھ دیا اور جناب ناطق زہراؑ اور حضرت علیؑ کی مخالفت کی۔ پس اسی طرح جس گروہ کے امام نے جو کچھ بھی فرمایا وہ اس کے ماننے والے کے لئے عقیدہ بن گیا جس کی تائید ایک عالم اہلسنت والجماعت مولوی محمد قاسم صاحب ناتوئی بانی مدرسہ دیوبند اپنے رسالہ "ہریت الشیعہ" میں اہلسنت کے عقیدے کے سلسلہ میں اس طرح کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ "یہ بھی اہل فہم پر ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ حضرت عثمان کے زمانے میں ان کے اہل سنتوں سے جو کچھ دین کے معاملہ میں ظہور

میں آیا اور اس نے رواج پایا جیسے حضرت ابو بکر صدیق کا حضرت زہراؑ کو فدک واپس نہ کرنا۔ حضرت عمرؓ کا صبح کی اذان میں "الصلاة خیر من النوم" کا اضافہ کرنا۔ متنبہ کو حرام کرنا۔ تراویح کو ایجا کرنا اور حضرت عثمان کا جمعہ میں ایک اذان کو بڑھانا وہ سب مسئلہ دین پسندیدہ اور مصداق انبیاء علیہم السلام ہے اور لاریب وہ حق اور ثواب ہے اور جو اس سے منکر ہے وہ دین پسندیدہ خداوندی سے منحرف اور حق کا منکر ہے" (دیکھئے حقیقتہ الصدیق ص ۵۵، ص ۵۶)

الغرض جب اس طرح سے اختلاف اور تضاد پیدا ہونے شروع ہو گئے اور ہر گروہ کے لوگوں نے اپنے اپنے خلیفہ اور امام کی باتوں کو اپنے اپنے عقائد میں رکھنا شروع کر دیا تو ظاہر ہے کہ اختلافات میں کثرت پیدا ہونے کے علاوہ کسی کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا۔ پس اسی سبب سے آج اختلافات کی ایسی بھرمار ہے کہ اب ان ہر دو فریق کا نہ کلمہ ایک ہے اور نہ نماز۔ نہ وضو ایک طرح سے ہے اور نہ قرأت۔ نہ نکل ایک

طرح ہے اور نہ طلاق۔ غرض کہ ہر بات میں اختلافات کہ جسکی اس وقت کوئی حد ہی باقی نہیں رہتی۔ یہاں تک کہ سنی اور شیعہ کا قانون شریعت ہی الگ الگ بن گیا۔

آج بڑے دعویٰ کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ اور صحابائے کرام خصوصاً حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ وغیرہ میں کوئی اختلاف رائے کبھی ہی نہیں اور وہ سب ایک دوسرے کے درست اور غیر خواہ تھے اور خلیفہ کا انتخاب بالکل جائز طریقہ سے ہوا وغیرہ وغیرہ تو میں اس کے جواب میں صرف اتنی بات کہتا ہوں کہ کیا انتخاب کا یہی صحیح طریقہ ہے جو حضرت ابو بکرؓ کے انتخاب کے موقع پر عمل میں لایا گیا کہ حضرت علیؑ اور بنی ہاشم وغیرہ حضرت علیؑ کے طرفداروں کو اس انتخاب کی خبر بھی نہ دی گئی اور جبکہ وہ حضرت کفن و دفن رسولؐ میں مصروف تھے اسی موقع کو انتخاب خلیفہ کے لئے غیرت جانا گیا اور انتخاب خلیفہ کے موقع کو مسجد نبویؐ میں رکھنے کے بجائے شہر مدینہ کے باہر سفید بنی ساعدہ میں رکھا گیا تاکہ وہ جناب اس انتخابی کارروائی

نظریے
باک
دیا
در
رکھنے
ماہل
داینا
پہر
مام
صوم
مانے
کھنے
ماونا
بن
ظور

میں شرکت بھی نہ کر سکیں۔ اور یہ بھی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ لوگ حضرت رسول کے کیسے چاہنے والے تھے کہ اپنے اس انتہائی مہم کو کفن و دفن رسول تک بھی ملتوی نہ کر کے اور آخر کار اس میں اتنا الجھ کر رہ گئے کہ ان حضرات کے کفن و دفن میں ہی شرکت نہ ہو سکے۔

اور تعجب اور بالائے تعجب یہ امر بھی ہے کہ ان انتخاب کرنے والوں میں سے ایک نے بھی انتخاب خلیفہ کے موقع پر معمول سے بھی حضرت علی کا نام نہ لیا گویا وہ اس وقت دنیا ہی میں نہ تھے۔ کیا اسی کا نام غلوں سے ہے؟ کیا اسی کو سنی محبت کہتے ہیں؟ اور کیا یہی صحیح انتخاب کا طریقہ ہے؟ اور کیا یہ انتخاب کرنے والے نیک نیتی کے ساتھ انتخاب خلیفہ کر رہے تھے؟ یا اپنے ذاتی مفاد کے پیش نظر ایسا کر رہے تھے؟ اور کیا مولانا کے رد میں کی شہزی کا یہ شرک پہ حقیت رکھتا ہے یا نہیں؟

جوں صحابہ جب دنیا داشتند مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند

تیسویں باب

اس بات کا ثبوت کہ ہر نبی نے اپنا خلیفہ خود مقرر فرمایا ہے

میں اس کے قبل بتیسویں باب میں شیعہ اور سنی دونوں کا نظریہ جو خلافت کے متعلق ہے پیش کر آیا ہوں۔ اب اسی سلسلہ میں مجھے یہ بھی بتلانا ہے کہ اہلسنت کے مذہب کے اندر خلافت کا مسئلہ نہ تو اصول دین میں ہے اور نہ فروع دین میں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ مسئلہ اصول دین یا فروع دین میں ہوتا تو حضرت رسول ضرور کسی دکنی کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ نامزد کر جاتے لیکن حضرت کا اپنے بعد کے لئے کسی کو نامزد کرنا خود بتلاتا ہے کہ حضرت رسول اسے غیر ضروری چیز سمجھتے تھے لیکن صحابہ نے جو کچھ کیا وہ نیک نیتی سے اسلام کو تندرست رکھنے اور اس کو انفراتق اور انتشار سے بچانے کے لئے کیا۔

مجھے ان کے اس عقیدہ پر بحث نہیں کرنا ہے کہ (اگر ان کا خیال صحیح ہے تو) آیا حضرت رسول کسی کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ نہ مقرر کرنے میں حق بجانب تھے یا صحابہ کے کرام اسکو فوراً مقرر کرنے اور اس کو اتنی اہمیت دینے میں حق بجانب تھے کہ کفن و دفن رسول پر بھی اس کو مقدم کر دیا۔ بہر حال میں اس فیصلہ کو ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ وہ جسکو چاہیں غلطی پرمانیں اور جس کو چاہیں راہِ ثواب پرمانیں۔ لیکن شیعہ حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اپنی زندگی ہی میں حضرت علی کو اپنا خلیفہ اور امت کا مولا و آقا مقرر کر گئے تھے اور یہ بات غلط ہے کہ حضرت رسول اپنے بعد کے لئے کسی کو اپنا خلیفہ یا امت کا مولا و آقا یعنی حاکم مقرر نہیں کر گئے تھے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام میں نصب خلافت کا مسئلہ ایسا اہم مسئلہ ہے کہ خدا نے کسی زمانہ کو بھی بے امام اور خلیفہ کے نہیں رکھا اور نہ اس وقت خالی ہے اور آج خلیفہ الہی زمین پر حضرت رسول کا بار ہواں خلیفہ حضرت امام ہدی علیہ السلام ہیں

جن کی خبر حضرت رسول اپنے زمانہ ہی میں دے گئے تھے اور جو اس وقت حکم خدا سے نظروں سے پوشیدہ ہیں اور جب خدا کا حکم ہوگا اس وقت ظاہر ہوں گے اور تمام مشرق و مغرب کو فتح کریں گے اور تمام دنیا میں اسلام کو غالب فرمائیں گے اور گو وہ ہماری نظروں سے اس وقت پوشیدہ ہیں لیکن ان کی ذات سے مخلوق کو آج بھی اسی طرح سے نائدہ حاصل ہو رہا ہے جس طرح آفتاب سے اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ وہ بادلوں کے درمیان چھپا ہوتا ہے۔ (دیکھئے باب ۱۱۱ کا بیان) شیعہ حضرات کا خلیفہ کی نسبت یہ بھی عقیدہ ہے کہ خلیفہ کو خدا مقرر فرماتا ہے اور اپنے نبی کے ذریعہ سے اس کا اعلان کر دیتا ہے تاکہ امت کو اس کا علم ہو جائے اور امت کو کبھی اس کا اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ جسے چاہیں خلیفہ بنالیں اور ان کا خلیفہ یا امام کی نسبت یہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ گناہوں سے معصوم بھی ہوتے ہیں اور اپنے زمانہ میں ہر فرد بشر سے ہر صفت اور کمال میں افضل بھی ہوتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ

حضرت آدم سے لے کر حضرت رسول تک جتنے بھی خلیفہ یا نبی کے ہائشیں بنائے گئے وہ سب کے سب خدا کے حکم سے بنائے گئے اور اسی طرح ہمارے رسول بھی اپنی ہی زندگی میں ایسا جانشین اور خلیفہ خدا کے حکم سے حضرت علی ابن ابی طالب کو بنا گئے تھے اور مختلف عنوان سے امت کو خبر دے گئے تھے کہ میرے بعد میرے خلیفہ اور جانشین حضرت علی ابن ابی طالب ہیں جو کہ آج بھی ترکانِ محمد اور خود کتبِ اہلسنت والجماعت سے یہی ثابت ہے جس کا تذکرہ اور حوالہ اگلے باب میں آگے تحریر ہے۔

اس بات کا ثبوت کہ ہر نبی و رسول نے

ایسا خلیفہ و جانشین خود مقرر فرمایا ہے

شاید حضرات کہتے ہیں کہ جتنے انبیاء گذرے ہیں ان سب

نے اپنا اپنا خلیفہ اور جانشین خدا کے حکم سے خود مقرر فرمایا ہے اس

کا ثبوت میں وہ اہلسنت والجماعت کی کتابوں سے

اہست سے حوالے پیش کرتے ہیں جن میں سے یہاں پر میں

صرف بارہ حوالے کھینچے پر اکتفا کرتا ہوں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

پہلا حوالہ :- علامہ طبری اپنی تاریخ الامم والملوک بہ سلسلہ ذکر حضرت آدم لکھتے ہیں کہ جب حضرت آدم کی رحلت کا زمانہ آیا تو آپ نے خدا کے حکم سے اپنے فرزند شیث کو اپنا ولیعهد اور خلیفہ بنایا :-

دوسرا حوالہ :- علامہ طبری اپنی تاریخ الامم والملوک الجزء اول ص ۱۶۱ لغایت ص ۱۶۲ پر و تاریخ کامل ابن اثیر الجزء اول ص ۱۶۱ پر لکھا ہے کہ شیث نے اپنے بیٹے انوش کو اور انوش نے اپنے بیٹے قینان کو اور قینان نے اپنے بیٹے مہلائیل کو اور مہلائیل نے اپنے بیٹے یزد کو اور یزد نے اپنے بیٹے خوع عن اور یس کو اور اور یس نے اپنے بیٹے متوشع کو اور متوشع نے اپنے بیٹے لک کو اپنا وصی و خلیفہ و جانشین مقرر کیا اور یہ لکٹ حضرت لؤح کے والد بزرگوار تھے جنہوں نے اپنا خلیفہ جناب لؤح کو مقرر کیا تیسرا حوالہ :- تاریخ کامل ابن اثیر الجزء اول ص ۱۶۱ پر

ہے کہ جب حضرت لؤح کی رحلت کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سام کو اپنا جانشین و خلیفہ مقرر کیا۔

چوتھا حوالہ :- روضۃ الصفا مبلووعہ مجبئی جلد ۱ ص ۲۰

۶۲ و ۶۳ و ۹۴ پر ہے کہ جناب ابراہیم نے اپنا ولیعهد اور

خلیفہ اپنے بیٹے اسمان کو خود مقرر فرمایا اور جناب اسمان نے

اپنے فرزند یعقوب کو اور جناب یعقوب نے اپنے فرزند یوسف

کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

پانچواں حوالہ :- علامہ طبری نے اپنی تاریخ طبری

الجزء اول ص ۱۶۱ پر لکھا ہے کہ حضرت یعقوب کا قیام مصر میں اپنی

اولاد کے ساتھ سترہ سال تک تھا اور آپ نے حضرت یوسف

کو اپنا خلیفہ و وصی و جانشین مقرر کیا اور حضرت یوسف نے

جس وقت انتقال کیا ان کی عمر ایک سو دس سال کی تھی اور

انہوں نے اپنے بھائی یسود کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا۔

چھٹا حوالہ :- تاریخ طبری الجزء اول ص ۱۶۱ پر و تاریخ

کامل الجزء اول ص ۱۶۱ پر اور روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۶۱ پر حضرت ایوب

کے اپنے خلیفہ بنانے کا تذکرہ ان الفاظ میں لکھا ہے کہ حضرت ایوب نے اپنے بیٹے حویل کو اپنا وصی اور جانشین مقرر کیا

ساتواں حوالہ :- روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۶۱ پر ہے

کہ حضرت موسیٰ نے خدا کی اجازت اور حکم سے اول جناب

ہارون کو اور جب انہوں نے انتقال کیا تو پھر یوشع بن نون

کو اپنا جانشین وصی اور خلیفہ مقرر فرمایا اور یہی بات تاریخ

طبری الجزء اول ص ۱۶۱ پر نیز تاریخ کامل الجزء اول ص ۱۶۱ پر بھی

دستا ہے۔

آٹھواں حوالہ :- روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۶۱ پر ہے کہ حضرت

یوشع بن نون نے اپنا خلیفہ اور جانشین کالب بن یونس کو

مقرر کیا اور کالب بن یونس نے اپنے فرزند یوساف کو

اپنا خلیفہ بنایا۔

نواں حوالہ :- روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۶۱ پر ہے کہ جناب

الیاس نے بھی اپنا خلیفہ خدا کے حکم سے خود مقرر فرمایا پنا پنا

اس میں صاف طور سے درج ہے کہ "ایک روز جناب الیاس کو وحی ہوئی کہ اپنی خلافت کو الیاس کے سپرد کر میں چنانچہ انہوں نے اپنا خلیفہ خدا کے حکم سے الیاس کو مقرر کیا۔"

دوسرا حوالہ :- روضۃ الصفا جلد ۱۲ پر لکھا ہے کہ جناب شعیبا پیغمبر کو بھی خدا ہی نے مقرر کیا اور خدا کے حکم سے جناب شعیبا نے یاسیہ بن اسوس کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

گیارہواں حوالہ :- جناب داؤد کے خلیفہ کی نسبت علامہ ابن اثیر اپنی تاریخ کا ان الجزا ازل ص ۷۷ پر لکھتے ہیں کہ انہوں نے بھی خدا کے حکم سے اپنے بیٹے سلیمان کو اپنا خلیفہ مقرر کیا حالانکہ جناب داؤد کے انیس فرزند تھے اور جناب سلیمان ان میں سب سے چھوٹے اور کم سن تھے۔

بارہواں حوالہ :- روضۃ الصفا الجزا ازل ص ۸۵ پر ہے کہ حضرت عیسیٰ نے بھی اپنا دھی اور خلیفہ خدا کے حکم سے جناب شعور کو خود ہی مقرر فرمایا۔

چونتیسواں باب

اس بات کا ثبوت کہ حضرت رسولؐ

حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ خود مقرر فرمائے تھے

شیعہ حضرات اس سلسلہ میں قرآن مجید اور کتب اہلسنت کے اکثر حوالوں سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ خود مقرر فرمائے تھے جنہیں سے نظر اختصار میں اس کتاب میں صرف اہلسنت والجماعت کی کتابوں سے حوالے لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں جن سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت رسولؐ اپنے بعد کے لئے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر کر کے امت کو آگاہ بھی کر گئے تھے۔

✓ پہلا حوالہ :- تاریخ کامل جلد دوم ص ۱۱۱ و تفسیر طبری جلد ۱۹ ص ۶۱۱ و تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ مبنی ص ۶۶۱ و تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد پنجم ص ۹۱ پر لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت رسولؐ مبعوث برسات ہوئے اور آیت وانذرتھم نذرا

الاکثر بین الخ نازل ہوئی یعنی اسے رسولؐ آپ سب سے پہلے اپنے عزیز واقارب کو ڈرائیں اور ان پر تبلیغ رسالت فرمائیں تو حضرت نے اس حکم الہی کے بموجب سرداران قریش کی دعوت کی اور جب سب جمع ہو گئے اور کمانے سے فارغ ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ اسے سرداران قریش یہ بتلاؤ کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن پیچھے ہیں اور عنقریب تم پر حملہ کرنے والے ہیں تو تم میری بات کا اعتبار کر گے یا نہیں؟ تو ان سب نے کہا کہ اسے خدا ہم بیشک یقین کریں گے اسلئے کہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا۔ تب آپ نے فرمایا کہ اسے لوگو تو سنو کہ میں خدا کا بھیجا ہوا تمھاری طرف ایک رسولؐ ہوں۔ پس یاد رکھو کہ تم میں سے جو آج کے دن میری رسالت کا اقرار کرتے گا اور تبلیغ رسالت میں میری مدد بھی کرے گا وہی میرے بعد میرا جانشین اور خلیفہ بھی ہوگا لیکن لوگوں نے اس معاملہ میں خاموشی اختیار کی اور سوائے حضرت علیؑ کے کوئی دوسرا ائمہ جن کی عمر اس وقت تقریباً ۱۲ سال کی تھی۔

اور حضرت رسولؐ نے بار بار حضرت علیؑ کو بٹھا بٹھا کر انھیں کلمات کا اعادہ فرمایا لیکن جب تینوں مرتبہ صرف حضرت علیؑ ہی کھڑے ہوئے اور کوئی دوسرا کھڑا نہ ہوا اور حضرت علیؑ نے ہر مرتبہ کہا کہ یا رسولؐ اللہ میں تصدیق کرتا ہوں کہ بیشک آپ خدا کے رسولؐ ہیں اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تبلیغ رسالت میں میں آپ کی مدد کروں گا۔ تب آخر مرتبہ حضرت رسولؐ نے بڑھ کر علیؑ کو گلے سے لگایا اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے لوگو! خوب اچھی طرح سے سمجھ لو کہ یہ علیؑ میرا جانشین اور میرا خلیفہ ہے۔ پس تم کو چاہئے کہ اس کی پیروی اور اطاعت کرو۔ یہ سن کر سرداران قریش سب ناراض ہو کر چلے گئے اور چلتے وقت جناب ابوطالب سے کہنے لگے کہ محمدؐ کے کہنے کے مطابق اب تم بھی اپنے بیٹے علیؑ کی متابعت کرو اور ان کا کہنا مانو۔

✓ دوسرا حوالہ :- مقام نم غدیر پر حضرت رسولؐ کا خدا کے حکم سے اپنی وفات کے صرف ۲ ماہ پیشتر ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں حضرت علیؑ کی جانشینی۔ دصایت اور مولائیت کا

اعلان فرمایا ہے جسے میں نے علامہ ابلسنت والجماعت کی کتابوں کے حوالہ سے اس کتاب کے سولہویں باب میں درج کیا ہے۔ کہ حضرت رسولؐ نے تمام مسلمانوں کے سامنے حضرت علیؑ کی وصایت کا اعلان کر کے اور انہیں دونوں ہاتھوں پر بلند فرمایا کہ من كنت مولاهُ فهذا علي مولاهُ یعنی جسکا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں۔ پس اگر اس بات کو آپ کو تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہے تو اسی کتاب کے سولہویں باب کو مکرر پڑھیں۔

تیسرا حوالہ :- عالم ابلسنت سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی مودۃ السابغہ میں اور شیخ سلیمان الحنفی نے نیا بیج المودۃ الباب الحادی والنسون ص ۲۵۳ پر علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ خواص الامت کے ص ۱۶ پر لکھا ہے جس کے راوی سلمان فارسی ہیں کہ ایک دن میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ کے بعد آپ کا وصی کون ہوگا تو حضرت نے جواب دیا کہ دیکھو آدم کے وصی شیث تھے۔

عیلیؑ کے وصی شموون تھے اور میرے وصی علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔

چوتھا حوالہ :- عالم ابلسنت علامہ منادی شافعی نے اپنی کتاب المناقب میں بتذکرہ مناقب حضرت علیؑ ابن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ ایک دن جبکہ لوگوں نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد آپ کا خلیفہ کون ہوگا؟ تو حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ آج رات میں آسمان سے ایک ستارہ جدا ہوگا پس وہ جس کے گھر میں اترے گا اسکا مالک میرا جانشین۔ وصی اور خلیفہ ہوگا۔ پانچویں رات میں ایک ستارہ آسمان سے جدا ہو کر حضرت علیؑ کے مکان میں اتر ا اور سبھوں نے دیکھا۔

✓ پانچواں حوالہ :- عالم ابلسنت سید علی ہمدانی نے اپنی کتاب مودۃ القربی مودۃ العاشرہ میں اور جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب نیا بیج المودۃ الباب السادس والنسون میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میں نبیوں

کا سردار ہوں اور علی و وصیوں کے سردار ہیں۔ میرے وصی میرے بعد بارہ ہیں کہ ان کا پہلا علی ہے اور آخر ان کا ہدیٰ قائم ہے۔

چھٹا حوالہ :- عالم اہلسنت سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی مودۃ الرابعہ میں اور جناب شیخ سلیمان الخنقی نے اپنی کتاب نیابج المودۃ کے صفحہ ۲۳۵ پر لکھا ہے کہ عقبہ بن عامر جہنی کہتے ہیں کہ ہم نے رسول خدا کی بیعت میں امویہ پر کی تھی اول کلمہ لا الہ الا اللہ پر۔ دوسرے محمد رسول اللہ پر اور تیسرے علی وصی رسول اللہ پر۔ پس ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر ہم نے ان تینوں چیزوں میں سے کسی ایک کو چھوڑ دیا تو ہمارا اسلام ٹھیک نہیں ہے اور گویا ہم کافر ہو گئے

ساتواں حوالہ :- جناب آغا محمد سلطان مرزا صاحب نے اپنی کتاب ابلاغ البین کتاب اول کے صفحہ ۲۱۵ پر جو اول مودۃ القربی سید علی ہمدانی تحریر کیا ہے کہ ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت کے ساتھ تھا جب کہ نصف

غزہ کا دن تھا اور آنحضرت کے پاس اس وقت حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی اور کچھ دیگر صحابہ بھی تھے۔ حضرت رسول نے حضرت ابو بکر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لے ابو بکر یہ شخص جس کو تم دیکھتے ہو یعنی علی ابن ابی طالب جو میرے پاس کھڑے ہیں۔ یہی دنیا و آخرت میں میرے وزیر و جانشین ہیں۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرو کہ خدا تم سے راضی اور خوش ہو تو تم کو چاہئے کہ علی کو راضی و خوش کرو کیونکہ علی کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے اور علی کا غضب خدا کا غضب ہے۔

آٹھواں حوالہ :- امام اہلسنت امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری مطبوعہ مصر الجزء الثانی صفحہ ۲۱۵ باب مناقب علی ابن ابی طالب میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم مطبوعہ مصر الجزء السابع باب من فضل علی ابن ابی طالب صفحہ ۲۱۵ پر اور محمد ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث صفحہ ۲۱۵ پر بتذکرہ غزہ جو لکھا ہے کہ حضرت رسول نے مختلف مواضع

پر اور متعدد بار حضرت علی کی نسبت یہ ارشاد فرمایا کہ "علی کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارڈن کو موسیٰ سے تھی۔ صرف فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے" اور حضرت نے یہ حدیث حضرت علی کی شان میں اس وقت بھی فرمائی جب کہ حضرت جنگ بترک میں تشریف لے جانے لگے تو حضرت علی کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کر کے چھوڑ گئے تھے اور فرمایا تھا کہ اے علی! مجھ کو تم سے وہی نسبت ہے جو جناب ہارڈن کو حضرت موسیٰ سے تھی۔ یعنی جس طرح جناب ہارڈن حضرت موسیٰ کے خلیفہ اور جانشین تھے اسی طرح تم میرے جانشین اور خلیفہ ہو۔

نواں حوالہ :- عالم اہلسنت علامہ ابن حجر کئی نے مواعق ختمہ الباب التاسع فصل الثانی صفحہ ۵۵ پر تحریر فرمایا ہے کہ حضرت رسول نے اپنے مرض الموت کے زمانہ میں اپنے اصحاب کو خطاب کر کے فرمایا کہ دیکھو میں کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں اور پھر کہہ رہا ہوں کہ تمہیں کوئی خد بابتی نہ رہ جائے کہ میں تمہیں

درمیان کتاب خدا اور اپنی عزت و اہلیت چھوڑے جا رہا ہے اور پھر آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یاد رکھنا یہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملیں۔ پس اس کا دامن مت چھوڑنا اور جو کچھ دریافت کرنا جو ان ہی سے دریافت کرتے رہنا کہ اسلام اور میری تعلیم کیا ہے۔

ثیمہ حضرات خلافت کی نسبت اجماع کے بالکل قائل نہیں ہیں اور وہ صحابائے کرام کے اس فعل کو بالکل ناجائز اور باطل قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اول تو خلیفہ رسول کی تقرری کے لئے اجماع کرنا بذاتہ خود غلط اور ناجائز ہے کیونکہ اس کا حق ہی است کہ نہ تھا (جس کی تصریح آگے بیان کی گئی ہے) لیکن اگر بغرض محال یہ ان کا فعل جائز بھی ہوتا تب بھی ان کے اجماع کے فیصلہ کو یقینی طور سے صحیح نہیں کہا جاسکتا تھا اس لئے کہ اجماع کرنے والے سب کے سب

غیر معصوم تھے اور غیر معصوم سے غلطی کا بھی امکان ہے اور یہی عقل کا بھی فیصلہ ہے اس لئے کہ اگر کسی کے فعل کے جواز و عدم جواز کا معیار عام کردہ انسانی کے زیادہ تر حصہ کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی ہی کو قرار دیدیا جائے تو بڑی مشکل پڑ جائے کیونکہ دنیا میں ہر جگہ متبادل مدار کے جہلدار کا گردہ زیادہ ہے پس اگر کسی فعل پر جہلدار کا اجماع ہو جائے تو کیا اسے کوئی سمجھدار آدمی قبول کر سکتا ہے کہ جو امر ان کی کثرت رائے یا اجماع سے ملے ہو گیا وہی حق اور صحیح بھی ہے؟ ہرگز نہیں اس لئے کہ ان کی رائے صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔ اس لئے صحابہ کی اجماع کے نسبت اگر ان کا اجماع ثابت بھی ہو جائے تب بھی یقینی طور سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کا فیصلہ صحیح ہی تھا اور خواہ مخواہ مسلمانوں کو ان کے فیصلہ کو قبول ہی کر لینا چاہئے۔

✓ اس کے علاوہ ان کا عقیدہ یہ بھی ہے جسے وہ قرآن مجید سے بھی ثابت کرتے ہیں کہ خلافت کے مسئلہ میں انسانوں کو

خدا نے انتخاب کرنے کا کوئی حق ہی نہیں دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح ہم سب مل کر بھی کسی کو نبی یا رسول نہیں بنا سکتے۔ اسی طرح ہم سب مل کر کسی شخص کو کسی نبی یا رسول کا خلیفہ بھی نہیں بنا سکتے اس لئے کہ نبوت و رسالت و خلافت اور امامت کے عہدہ کی تقرری کو خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ پس ہمارا کسی شخص کو خلیفہ مقرر کر دینا ویسا ہی ہے جیسے ہم سب مل کر کسی کو نبی یا رسول مقرر کر دیں اور اس کی اطاعت بھی کرنا شروع کر دیں۔ پس جس طرح ہمارا انتخاب کردہ آدمی نبی نہیں ہو سکتا اسی طرح ہمارا انتخاب شدہ آدمی کسی نبی یا رسول کا خلیفہ بھی نہیں ہو سکتا۔

شیعہ حضرات اس بات کو کہ خلیفہ کی تقرری خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس مسئلہ میں اجماع قطعی ناجائز ہے قرآن مجید سے بھی ثابت کرتے ہیں جن میں سے چند ثبوت ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

پہلا ثبوت: وہ کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت

آدم کی خلافت کے مسئلہ میں اس کو عاقبت کر دیا ہے کہ جب اس نے حضرت آدم کی خلافت کا ذکر کیا تو لفظ "انی" کے ساتھ ذکر کیا چنانچہ وہ قرآن مجید پل سورہ بقرہ کو ۲۴ میں اس طرح فرماتا ہے "انی جابر فی الارض خلیفۃ یعنی میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں۔ خداوند عالم نے اس آیت میں لفظ "انی جابر" کے ساتھ اس امر پر زور دیا ہے کہ یہ میرا کام ہے دوسرے کا نہیں۔ پس جب اس کے بعد تمام ملائکہ نے مل کر عرض کیا کہ "اے میرے مالک! کیا تو ایسے لوگوں کو خلیفہ بنائے گا جو زمین پر خونریزی کریں گے اور قتل و فساد برپا کریں گے اور ہم تو وہ ہیں جو تیری تسبیح و تہلیل سے کیا کرتے ہیں۔" یعنی انہوں نے خلافت نبی الارض کی خواہش ظاہر کی تو قدرت نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کر دیا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے" (پل سورہ بقرہ کو ۲۴) پس جب خداوند عالم نے خلافت کے معاملہ میں اس مخلوق کے اجماع کو پسند نہیں کیا جن کی خلقت نور سے ہے اور

جن میں سکہ نعمت بھی ہے تو پھر وہ اس مخلوق کے اجماع کو اس معاملہ میں کیسے پسند کر سکتا ہے جن کی خلقت نور سے ہے اور وہ معصوم ہیں۔

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے مسئلہ خلافت حضرت آدم اور ملائکہ کے اجماع کرنے اور اسے رد کرنے کے واقعہ کو قرآن مجید میں رکھا کہ قیامت تک کے مسلمانوں پر اتمام حجت کر دیا کہ خلافت کے مسئلہ میں لوگوں کا اجماع یا مشورہ یا انتخاب سب غلط ہے اس لئے کہ اس کے تقرر کرنے کا میں ذمہ دار ہوں نہ کہ بندے۔

دوسرا ثبوت:۔ شیعہ حضرات اپنی اس بات کے

ثبوت میں دوسرا ثبوت قرآن مجید سے حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت کو پیش کرتے ہیں جو پل سورہ ص رکوع ۲ پر ہے کہ خداوند عالم جناب داؤد کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ "یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض" یعنی اے داؤد میں تم کو زمین پر خلیفہ مقرر کر رہا ہوں۔ اور اس آیت میں بھی خداوند

مالم "انا جعلناک" پر زور دے کر اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ خلیفہ بنانا میرا کام ہے کسی دوسرے کا کام نہیں ہے۔
 تیسرا ثبوت :- شیعہ حضرات اپنی اس بات کے ثبوت میں قرآن مجید سے جناب ابراہیمؑ کے قصہ کو بھی پیش کرتے ہیں کہ ان کو بھی جب امامت عطا ہوئی تو خداوند عالم نے اس کو بھی اپنی ہی طرت نسبت دے کر بیان فرمایا۔ وہ اس طرح فرماتا ہے کہ "انی جعلناک للناس اماماً" یعنی اسے ابراہیمؑ ہم تمہیں لوگوں کا امام بنا رہے ہیں (دیکھئے پل سورہ بقرہ ص ۱۵) پس اس عہدہ کی تقرری کو بھی خدا نے اپنی ہی طرت نسبت دی۔

شیعہ حضرات جو اس بات کے قائل ہیں کہ خلیفہ اور امام کو مصلوم اور غولظامن الخطا بھی ہونا چاہئے۔ وہ اس کی دلیل میں قرآن مجید ہی سے اسی تذکرہ کلام کا تمہ کلام یعنی جناب ابراہیمؑ کا اپنی ذریت کی نسبت امامت کی خواہش کرنا اور خداوند عالم کا اس کے جواب میں یہ فرمانا "لابیناں"

حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل کا ثبوت
 عہدہ القالمین" (یعنی یہ عہدہ ظالمین کو نہیں مل سکتا۔) کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خداوند عالم کے اس جواب نے واضح کر دیا کہ منصب امامت ہو یا خلافت کسی غیر مصلوم شخص کو نہیں مل سکتا۔ اور دوسری بات شیعہ حضرات جناب ابراہیمؑ کی استدعا سے یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ اگر یہ عہدہ خدا کے ہاتھ میں نہ ہوتا تو حضرت ابراہیمؑ کو اپنی ذریت کی نسبت دے کر نے کی ضرورت نہ ہوتی۔ پس وہ اس آیت سے دو باتیں ثابت کرتے ہیں اول یہ کہ اس عہدہ کی تقرری خدا کے ہاتھ میں ہے کسی بندہ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ خلیفہ یا امام کا مصلوم ہونا لازمی ہے۔

چوتھا ثبوت :- شیعہ حضرات اپنی اس بات کے ثبوت میں قرآن مجید پل سورہ طہ کی آیت ۲۹ د ۳۰ کو بھی پیش کرتے ہیں جس میں حضرت موسیٰؑ کی دعا کا تذکرہ ہے جو انھوں نے جناب ہارونؑ کو اپنا وزیر بنانے کے لئے خدا سے دعا کیا تھا اور جس میں انھوں نے خدا سے عرض کی تھی کہ

ذاجعلنی ذریعاً بین اہلین ہارونؑ اخی" یعنی اسے میرے پروردگار کو میرا وزیر میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو قرار دے "تو وہ اس آیت کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ جناب موسیٰؑ کا اپنے وزیر و جانشین جناب ہارونؑ کو بنانے کے لئے خدا سے دعا کرنا خود بتلاتا ہے کہ جناب موسیٰؑ کو بھی یہ اختیار نہ تھا کہ بغیر خدا کی اجازت کے جناب ہارونؑ کو یا کسی دوسرے کو اپنا خلیفہ بنا دیں بلکہ اس کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں تھا جن سے دعا کرنے کی ضرورت پڑی۔

اس کے بعد شیعہ حضرات یہ کہتے ہیں جب یہ مسئلہ خلافت ایسا ہی ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ ہر نبیؑ نے اپنے جانشین اور خلیفہ کو خدا کے حکم سے خود ہی مقرر فرمایا تھا اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت رسولؐ نے بھی اپنا جانشین اور خلیفہ حضرت علیؑ کو اپنی زندگی ہی میں خود ہی مقرر فرمایا تھا (جیسا کہ میں دونوں باتوں کو اس کے قبل ہی باب اور باب میں درج کر آیا ہوں) تو پھر امت کو بعد رسولؐ اس معاملہ میں اجماع کر کے اپنے

میں سے کسی کو خلیفہ بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اور ان کا یہ فعل کس طرح سے جائز اور نیک نیتی پر محمول مانا جا سکتا ہے۔ شیعہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے اپنے بعد کی خلافت کے لئے نہ صرف حضرت علیؑ ہی کا نام لیا تھا بلکہ اس بات کی بھی خبر دے گئے تھے کہ میرے بعد میرے بارہ خلیفہ ہوں گے جن میں سے پہلے حضرت علیؑ ہیں اور ان میں سے آخری خلیفہ کا نام مہدیؑ تا تم ہوگا اور ان سبھوں کے نام بھی آپ بتلا گئے تھے جن کا تذکرہ آج بھی کتب اہلسنت والجماعت میں موجود ہے۔ جن میں سے میں اس کتاب میں صرف چھ احادیث رسولؐ لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

حدیث نسبہ :- عالم اہلسنت جناب سید علی ہمدانی صاحب اپنی کتاب مودۃ القربی (المودۃ العائشہ) میں اور جناب شیخ سلیمان المنفی امام اعظم قسطنطنیہ اپنی کتاب ینایج المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب السادس والمنسوخ ۱۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میں نبیوں کا سردار

پر تیسواں باب ۴۶۸ حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل کا ثبوت
ہوں اور علیؑ دوسروں کا سردار ہے اور میرے بعد میرے وہی
بارگاہ ہیں ان کا اول علیؑ ہے اور آخر ان کا مہدی قائم ہے
اور وہ سب کے سب معصوم ہیں۔ (دیکھئے البلاغ المبین کتاب
اول ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱)

حدیث نمبر ۳۹: صحیح مسلم کتاب الامارہ ابوالساک
ص ۵۷۱ و صحیح بخاری کتاب الاحکام ص ۱۱۱ و مسند امام احمد
بن حنبل جلد اول ص ۳۹ و سنن ابی داؤد کتاب المہدی جلد
فتح الباری از علامہ ابن حجر مکی الجزائے ثلث عشر ص ۱۸۵
و ۱۸۶ اور اشعۃ اللمعات از عبدالحق دہلوی جلد چہارم ص ۲۲
پر ایک حدیث رسولؐ اس طرح لکھی ہے جس کے راوی جابر
ابن سمیرہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ ایک مرتبہ
حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے حضرت رسولؐ
کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اسلام ختم نہیں ہوگا جب تک کہ اس میں
میرے بارگاہ خلیفہ پر سے نہ ہو جائیں۔

حدیث نمبر ۳۹: شیخ سلیمان المنفی نے ینابیع المودۃ

پر تیسواں باب ۴۶۹ حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل کا ثبوت
کے مکتبہ پر تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ امامت کو
حسینیؑ کی اولاد میں خدانے قیامت تک قائم رکھا ہے۔
حدیث نمبر ۳۹: منیبہ جات مقبول ترجمہ و خواشی کے
مکتبہ پر بحوالہ ینابیع المودۃ۔ روضۃ الاحباب۔ شواہد النبوت اور
تاریخ الخلفاء لکھا ہوا ہے کہ جب ستر آن مجید کی آیت
”یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ ذالطیعوا الرسول واولی الامر
منکم“ نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے ”اے ایمان لانے والو تم
اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور
اولی الامر کی بھی“ (پہ سورہ نسا آیت ۵۹) تو جابر ابن عبد اللہ
انصاری نقل ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں نے
اللہ اور رسولؐ کو تو پہچان لیا لیکن یہ اولی الامر کن لوگ ہیں
جن کی اطاعت کو اللہ نے آپؐ کی اطاعت کے ساتھ ملا دیا؟ تو
یہ سن کر حضرتؐ نے فرمایا کہ اے جابر وہ میرے بعد میرے خلیفہ
اور مسلمانوں کے امام ہیں جن کی تعداد بارگاہ ہے کہ اول انیس
سے علیؑ ابن ابی طالب ہیں پھر حسنؑ ہیں اور پھر حسینؑ ہیں۔

پر تیسواں باب ۴۷۰ حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل کا ثبوت

پھر علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ پھر محمدؑ ابن علیؑ جو تورات میں باقر کے نام
سے مشہور ہیں اور اے جابر تم عنقریب ان سے ملاقات کرو
گے۔ پس جب ہجرت ان سے ملاقات ہو تو ان سے میرا سلام
کہنا۔ ان کے بعد جعفر ابن محمد الصادقؑ۔ پھر موسیٰ ابن جعفر پھر
علیؑ ابن موسیٰ۔ پھر محمدؑ ابن علیؑ۔ پھر علیؑ ابن محمدؑ پھر حسنؑ ابن علیؑ۔
پھر میرا ہتمام اور ہم کنیت اللہ کی زمین میں اللہ کی حجت اور
اللہ کے بندوں میں اللہ کا بقیہ محمدؑ بن الحسنؑ المہدی ہوں گے۔
یہ محمد بن الحسنؑ المہدی ہی وہ شخص ہونگے جن کے ہاتھوں پر
خدائے تعالیٰ مشرق و مغرب کو فتح کرے گا۔ اور یہ ہی وہ ہیں
جو لوگوں سے اتنی مدت تک غائب رہیں گے کہ ان کی غیبت
کے زمانہ میں ان کی امامت کا قائل سوائے اس شخص کے اور
کوئی نہ رہے گا جس کے قلب کا خدائے تعالیٰ ایمان سے امتحان
لے چکا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹: منیبہ جات مقبول ترجمہ و خواشی نے ینابیع
المودۃ کے باب ۶۹ میں بحوالہ خزائن السطین علامہ محمودی ایک
حدیث رسولؐ ابن عباس سے تحریر کی ہے جسے جناب مولانا راز
حسین صاحب قبلہ گرا پوری نے بھی اپنی تفسیر انوار القرآن
میں بسلسلہ تفسیر سورہ بقرہ ص ۵۷ تا ۵۸ درج کیا ہے وہ اس طرح
کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز نعتیؑ ہودی حضرت سرور
عالم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں آپ سے چند چیزیں
دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ ان کا صحیح جواب دیں گے
تو میں ایمان لے آؤں گا۔ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ چھٹیا
ہو دریافت کرو۔ (اس نے پہلے وحدانیت خدا کی نسبت

۴۷۰ حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل کا ثبوت

جابر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ۔ آیا
لوگ ان کی غیبت میں بھی ان سے منتفع ہوں گے؟ فرمایا ہاں

چند سوالات کئے اور حضرت نے اسے جواب شافی دیا جس سے اسے تسلی ہو گئی۔ میں نے بخوف طوالت اس کتاب میں دو خلافت خدا کی نسبت سوالات اور جوابات کو درج نہیں کیا۔ چونکہ تو پھر پوچھا کہ اب یہ بتائیے کہ آپ کے وصی کون ہیں تو حضرت نے جواب دیا کہ میرے پہلے وصی علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ ان کے بعد ان کے دونوں فرزند حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ ان کے بعد تو امام ہیں جو حسینؑ کی نسل سے ہوں گے۔ پھر اس نے کہا کہ اے محمدؐ اب ان سب کے نام بتلائیے تو حضرت نے تمام اماموں کے نام تفصیل کے ساتھ وہی بتائے (جن کے نام میں اوپر کی حدیث میں درج کر آیا ہوں) اور کہا کہ یہی میرے بارگاہِ وصی ہیں اور ان میں کا میرا بار ہواں وصی خلائق کی نظروں سے ایک مدت مدید کے لئے غائب ہو جائے گا اور جب میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا مرنے والا اور قرآن کا مرنے والا نشان پائی رہ جائے گا اس وقت خداوند عالم کے حکم سے وہ ظاہر ہوگا اور اسلام کو ظاہر اور تازہ یعنی دوبارہ زندہ کرے گا۔

جو لوگ میرے ان بار ہوں اور میرا سے محبت اور ان کی پیروی کریں گے وہی ہدایت پر رہیں گے اور جو ان کی مخالفت کریں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔

حدیث نمبر ۱۰۰۰۰۔ جناب شیخ سلیمان المنفی نے مینا بیج المودۃ کے باب ۶۶ میں جو اہل مناقب اسی کے متعلق یہ حدیث بھی لکھی ہے جس کے راوی مشہور صحابی رسولؐ جابر بن عبد اللہ انصاری ہیں اور جس کو بھی جناب مولانا راحت حسین صاحب قبلہ نے اپنی تفسیر القرآن میں بہ سلسلہ تفسیر سورہ بقرہ ص ۱۰۰ پر درج کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دن جندل بن جناد وہ یہودی حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ سوالات کرنے اور ان کے شافی جوابات پانے کے بعد جب وہ کھڑے ہو کر مسلمان ہو گیا تو اس نے کہا کہ میرے اسلام لانے کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ میں نے شب میں حضرت موسیٰؑ کو خواب میں دیکھا۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے جندل خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ کے ہاتھ پر ایمان لاؤ اور ان کے اور میرا کو اختیار کر دو۔ پس خدا کا شکر

کرنے والا ہے پر ہیزگاروں کو جو نبیب پر ایمان رکھتے ہیں (یعنی امام غائب کی غیبت پر ایمان رکھتے ہیں) اور گروہ خدا ہیں لوگ ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ یہی لوگ غائب ہوں گے۔

ہے کہ میں ایمان تو لاؤں گا۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ ادھیار کون ہیں جن کو میں اختیار کر دوں جن کے اختیار کرنے کی ہدایت نبیؐ کو حضرت موسیٰؑ نے دی ہے تو یہ سن کر حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اے جندل میرے اور میرا بارگاہ ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ اب آپ ان کے ناموں سے مجھے آگاہ کریں تو حضرت نے کل اماموں کے ناموں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا (جن کے نام میں اوپر کی حدیث میں لکھے آیا ہوں اور بخوف طوالت تکرار نہیں کی) اور پھر حضرت نے فرمایا کہ ان میں کا میرا بار ہواں وصی غائب ہو جائے گا اور پھر بعد ایک مدت کے ظاہر ہوگا اور زمین کو انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی اور وہی لوگ راہ ہدایت پر ہوں گے جو اس کی غیبت کے زمانہ میں مبر کریں گے اور انھیں لوگوں کی تعریف میں خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے ہدنی للتقین الذین یؤمنون بالغیب اور فرماتا ہے اذنبنا فجزبنا اللہ آلائہ جناب اللہ ہم الغائبین۔ یعنی قرآن مجید ہدایت

پینتیسواں باب

شیعوں کے مذہب میں عقیدہ خلافت کی عظمت

میں اس کے قبل بائیسواں باب میں درج کر آیا ہوں کہ اہلسنت والجماعت کے مذہب میں عقیدہ خلافت کی بجز ذرا اصول دین میں ہے اور نہ فروعات دین میں۔ اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت رسول اپنے بعد کے لئے کسی کو اپنا خلیفہ یا جانشین نہیں مقرر کر گئے تھے اس لئے صحابائے کرام نے نیک نیتی سے غرض است کو انتراق و انتشار سے بچانے کے لئے آپس میں اجماع کر کے اپنے میں سے حضرت ابو بکر کو خلیفہ مقرر کر لیا تھا۔ لیکن شیعہ حضرات اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ حضرت رسول اپنے بعد کے لئے کسی کو خلیفہ نہیں مقرر کر گئے تھے بلکہ وہ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت رسول اپنے بعد کے لئے حضرت علی ابن ابی طالب کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کر کے اس دنیا سے تشریف لے گئے تھے اور وہ اس بات کو کلام پاک

اور اہلسنت والجماعت کی کتابوں سے بھی ثابت کرتے ہیں۔ جن میں سے چند ثبوت کتب اہلسنت والجماعت سے ہیں اس کے قبل اس کتاب کے چونتیسویں باب میں درج کر آیا ہوں۔

شیعوں کے مذہب میں مسئلہ خلافت اور امامت اصول دین میں شامل ہے اور ان کے یہاں قبولیت اسلام کے لئے بعد رسول صیح خلیفہ کا ماننا شرطِ اعظم ہے۔ وہ خلیفہ رسول ہی کو امام بھی کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح نماز کی قبولیت کے لئے خدا نے وضو (یا غسل یا تیمم جس کی ضرورت ہو) ایک شرط قرار دیا ہے اسی طرح خدا نے اسلام اور اعمال کی قبولیت کے لئے صیح خلیفہ رسول کو ماننا اور اس کی معرفت کو شرط قرار دیا ہے۔ پس جس طرح اگر کوئی شخص کتنی ہی طہارت اور وضو کے ساتھ اور نماز کے تمام ارکان و واجبات کے لحاظ کے ساتھ نماز پڑھے لیکن اگر اس نے یہ نماز بغیر وضو (یا غسل یا تیمم جسکی بھی ضرورت ہو) کے پڑھی ہے تو وہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔

اسی طرح ان کے مذہب میں اگر کسی شخص نے کتنے ہی غلوں اور غلطیوں کے ساتھ اسلام کیوں نہ قبول کیا ہو اور وہ حضرت رسول کی دل سے کتنی ہی محبت کیوں نہ کرتا ہو اور دیگر واجبات اسلام کا بھی کتنا ہی کیوں نہ پابند ہو لیکن اگر اس نے مسئلہ خلافت میں غلطی کی ہے اور اس خلیفہ کے بجائے جسے خدا و رسول نے مقرر فرمایا ہے وہ کسی دوسرے کی خلافت کا قائل ہو گیا ہے تو پھر اس کے اسلام اور اعمال کی وقعت خدا کے نزدیک دیتے ہی ہے جیسے اس شخص کے نماز کی وقعت جس نے بغیر وضو (یا غسل یا تیمم جس کی ضرورت ہو) کے نماز پڑھی ہو۔

مذہب شیعہ میں بعد رسول صیح خلیفہ کا ماننا ہر مسلمان کے لئے اس لئے بھی ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ بعد رسول وہ بھٹکنے نہ پائے۔ وہ کہتے ہیں کہ مذہب کی شاہ راہ زندگی میں یہ وہ ٹور ہے کہ اگر اس مقام پر کوئی بھٹک جائے گا تو اسے دیکھ کر وہ اسی مقام سے اپنی درستگی نہ کرے وہ راہ ہدایت سے دور ہوتا ہی جائے گا۔ اس لئے کہ اگر کوئی شخص بعد رسول

خدا کے مقرر کردہ صیح خلیفہ و امام کے بجائے کسی دوسرے غلط شخص کی خلافت و امامت کا قائل ہو گیا تو پھر اسے اس غلط شخص کی اطاعت بھی کرنی پڑے گی پس اس صورت میں چونکہ وہ دوسرا شخص معصوم نہیں ہے اور ہوا و ہوس اور خواہش نفسانی سے بھی خالی نہیں ہے اس لئے احکام میں اس کا غلطی کرنا بھی لازمی ہوگا جس کا تہذیب فطرت اور گمراہی کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی جیسا کہ اسلام میں ہوا بھی کہ صرف ایک خلافت کے مسئلہ میں بھٹکنے کے سبب سے اس وقت اسلام تہتر فرقوں میں منقسم ہو کر رہ گیا ہے جس کی خبر حضرت رسول اپنی زندگی ہی میں دے گئے تھے کہ "میرے بعد میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جن میں سے صرف ایک فریق راہ ہدایت پر ہوگا اور بقیہ فریقے ہلاک ہونے والے ہوں گے" (دیکھئے ترمذی شریف باب افتراق ذہ الامم من الابرار الا ایمان ۳۷۵، مشکوٰۃ شریف کتاب تمام بکتاب پنجم ۲۲ و کنز العمال جلد ۱۱ باب انقسام بکتاب بیست و نہ ۹۹ و مستدرک امام عاکم جلد ۱۲۵ و ابوداؤد و سنن ابن ماجہ و کل وغیرہ وغیرہ)۔

شیعہ حضرات اپنے اس اعتقاد کے ثبوت میں کہ خلافت امامت کے مسئلہ میں بھگنے والا انسان راہ ہدایت اور راہ مستقیم سے ہٹ جاتا ہے۔ اور اس کا اسلام اور عمل خدا کے یہاں قبول نہیں کیا جاتا۔ قرآن مجید۔ احادیث اور عقل کے اعتبار سے بے شمار دلائل پیش کرتے ہیں لیکن میں بنظر اختصار اس کتاب میں ان میں سے صرف چند ایسے دلائل درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جو قرآن مجید یا اہلسنت والجماعت کی کتابوں میں بھی درج ہیں۔

پہلی دلیل :- مذہب اہلسنت میں یہ حدیث مستند ہے جس سے کسی عالم نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے اور یہ امام احمد بن حنبل نے بھی اپنی مسند جلد ۱۹ پر لکھا ہے اور جلالین اور ابن کثیر نے بیان مقصد الامتہ مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال ص ۱۰ پر بھی درج ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ میں مات دہریرت امامہ زمانہ مات میتة جاہلیۃ یعنی جو شخص اپنے امام زمانہ کی معرفت حاصل کئے بغیر مر جائے گا تو

اسکی موت جاہلیت کی موت ہوگی یعنی وہ شخص کا فرمے گا۔ پس اس حدیث سے شیعہ حضرات ایک بات تو یہ ثابت کرتے ہیں کہ امام کا ہر زمانہ میں ہونا لازمی ہے اس لئے کہ اس حدیث میں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے اور دوسری بات یہ ثابت کرتے ہیں کہ مذہب اسلام میں خدا اور رسول کے نزدیک امامت و خلافت کی ایسی وقعت ہے کہ اگر سب کچھ جاننے اور کرنے کے بعد بھی کوئی مسلمان اپنے امام زمانہ کی معرفت حاصل نہ کر سکے گا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی یعنی وہ کا فرمے گا۔ اور ظاہر ہے کہ کسی کی معرفت کی منزل اس کے جاننے کے بعد ہوتی ہے کہ کون امام وقت ہے۔ پس اگر کسی شخص نے تعین امام ہی میں غلطی کی اور اسی میں دھوکا کھا گیا کہ اس امام کے ہٹنے کے بجائے جسے خدا اور رسول نے مقرر کیا ہے اس نے کسی دوسرے کو امام مان لیا تو پھر ظاہر ہے کہ وہ راہ ہدایت سے بھٹک گیا اور اس کے صحیح امام کی معرفت ہی کا سوال باقی نہ رہا۔ اور جب امام کی معرفت ہی کا سوال باقی نہ رہا تو پھر

اس کی گراہی میں بھی کچھ شبہ نہ رہا۔

دوسری دلیل :- شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ خلافت امامت کا مرتبہ خدا کے نزدیک اتنا اہم ہے کہ ابلیس جو اپنی عبادت و اطاعت و ریاضت کے سبب سے اتنی ترقی کر چکا تھا کہ اس کو صفوت ملائکہ میں جگہ مل گئی تھی جس کا تقہ خداوند عالم نے قرآن مجید پیل سورہ بقرہ آیت ۳۴ و پیل سورہ اعراف آیت ۱۲۰ و پیل سورہ الحجرات آیت ۲۸ تا ۳۵ اور پیل سورہ ص آیت ۷۱ تا ۷۸ میں درج فرمایا ہے کہ جس کا اقتباس اور اقتدار ایک اردو شاعر نے صرف ایک شعر میں اس طرح پیش کیا ہے بلکہ اس کا لب لباب آگیا ہے۔ وہ کہتا ہے بشرہ

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حضرت آدم جن کا تقہ خدا نے قرآن مجید کی متذکرہ آیتوں میں درج فرمایا ہے اور جو خدا کے خلیفہ تھے اور جن کو سجدہ کرنے کا حکم خدا نے ملا کہ وہ دیا تھا

جنہیں سب ملائکہ نے سجدہ کیا تھا لیکن ابلیس نے انکار کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ میں ان سے بہتر ہوں اس لئے انہیں سجدہ نہیں کر سکتا۔ پس اتنی خطا پر خدا نے اس کی تمام گزشتہ عبادت و ریاضات کو ضبط کر کے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردود و ملعون کر کے زم ملائکہ سے نکال دیا اور خدا نے اس متذکرہ کو قرآن مجید میں رکھ کر قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں کہ دیکھو میرے نزدیک خلافت کا مسئلہ کتنا اہم ہے اور اس کی عزت نہ کرنے کی میرے یہاں کتنی سخت سزا ہے۔ پس اگر تم بھی میرے مقرر کردہ خلیفہ کی عزت نہ کرو گے یا اس سے سرکشی کرو گے تو تمہارا بھی یہی خشر ہو گا جو ابلیس کا ہوا ہے۔

تیسری دلیل :- شیعہ حضرات اس کے متعلق قرآن مجید کی اس آیت کو بھی دلیل میں پیش کرتے ہیں جو خداوند عالم نے نوح غدیر کے مقام پر حضرت علی کے متعلق نازل فرمائی تھی جو میں اس کتاب کے سولہویں باب میں درج کر آیا ہوں جس کی بنا پر حضرت رسول نے نوح غدیر کے مقام پر ایک لاکھ سے زائد

حاجیوں کے سامنے حضرت علیؑ کو بلند کر کے فرمایا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ بھی مولا ہیں اور وہ آیت یہ ہے
 يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَنْ يَبْلُغْ
 مَا نُزِّلَ مِنْ رَبِّكَ فَمَاذَا يَحْكُمُ بِهِمْ إِذَا جَاءَكَ مِنْ رَبِّكَ أَتَى بِكُمُ الْبَيْتُ
 بِأَنَّكَ أَنْتَ الْوَسِيلُ أَلَمْ تَكُنْ لِنَبِيِّكَ إِذْ جَاءَكَ مِنْ رَبِّكَ إِذْ جَاءَكَ مِنْ رَبِّكَ
 ابنی امت کہ ہمارا وہ حکم پہنچا دیتے جو آپ پر ہم نازل کر چکے ہیں۔ اور (یاد رکھئے کہ) اگر آپ نے اس حکم کو نہ پہنچایا تو پھر گویا آپ نے کوئی تبلیغ رسالت ہی نہیں کی۔ (پہلے سورہ مائدہ آیت ۶۸)

اس متذکرہ بالا آیت کی نسبت شیوہ حضرات کہتے ہیں کہ جو اس آیت میں یہ لکھا ہے کہ اے رسولؐ اگر آپ نے اس حکم کو نہ پہنچایا تو گویا آپ نے کوئی تبلیغ رسالت ہی نہیں کی؛ تو گو ہذا ہر اس تمدیدی حکم کے مخاطب حضرت رسولؐ ہیں لیکن اصل وہ مراد نہیں ہیں اس لئے کہ خدا تو باریجہ طریقہ سے واقف تھا کہ میرا رسولؐ معصوم ہے۔ وہ میرے کسی حکم کی مخالفت کر ہی نہیں سکتا لیکن اس نے ایسا تمکیدی حکم صرف مسلمانوں کی توجہ دلانے

کے لئے بھیجا تھا اور اسی لئے اس نے اس تمدیدی حکم کو قرآن مجید میں رکھ دیا تاکہ قیامت تک جب بھی مسلمان اس آیت کو پڑھیں تو غور کریں کہ اللہ اکبر یہ حکم کیسا تاکید می ہے کہ اگر خدا نخواستہ اس حکم کی تعمیل حضرت رسولؐ نہ کرتے تو ان کی بھی تبلیغ رسالت کی غنٹیں سب ضائع ہو جاتیں تو پھر اگر اس معاملہ میں ہم اس حکم خدا کی تعمیل نہ کریں گے تو ہمارا کیا حشر ہوگا اور چونکہ یہ ثابت ہے کہ اس حکم کے آنے کے بعد حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو مثل خود تمام مسلمانوں کا مولا و آقا بنایا اور یہ فرمایا کہ جو تم میں مولا ہوں اس کے علیؑ بھی مولا ہیں؛ (جس کو متعدد کتب اہلسنت سے اس کتاب کے سولہویں باب میں ثابت کر آیا ہوں) تو پس جن حضرات نے بعد رسولؐ ان علیؑ کے ہوتے ہوئے بھی کسی دوسرے کو اپنا مولا و آقا بنا لیا ہے وہ سچ ہیں کہ انہوں نے اس حکم الہی کا کچھ خیال بھی کیا ہے یا نہیں؛ اور حضرت علیؑ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا مولا و آقا ماننے کے عوض میں خدا نخواستہ وہ اس عقاب الہی کے توسختی نہیں ہو گئے جس کا اس آیت

پیردی میں غلطی اور گمراہی کا امکان ہے اور حضرت علیؑ کی پیری میں بوجہ ان کی معصومیت اور قول رسولؐ کے قطعی غلطی اور گمراہی کا امکان نہیں ہے تو پھر عقلمندی کا تقاضا ہر شخص کا یہی ہونا چاہئے کہ بعد رسولؐ حضرت علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا امام و ہادی و پیشوا نہ تسلیم کرے اور بعد رسولؐ حضرت علیؑ ہی کو ان کا خلیفہ اول اور اپنا امام مانے تاکہ انہیں کے ساتھ اپنا حشر ہو سکے۔

پانچویں دلیل: شیوہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ دنیا میں دو قسم کے امام ہیں۔ ایک آئمہ ہدایت اور دوسرے آئمہ ضلالت۔ آئمہ ہدایت کی نسبت قرآن مجید میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ جعلناہم ائمةً یہدواں باہمنا یعنی ہم نے ان کو امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت کا کام انجام دیتے ہیں۔ (پہلے سورہ انبیاء رکوع ۵) اور دوسرے قسم کے اماموں کی نسبت خداوند عالم اس طرح فرماتا ہے "جعلناہم ائمةً یذعون الی النار" یعنی ہم نے کچھ ایسے امام بھی بنائے ہیں جو لوگوں کو

میں تذکرہ کیا گیا ہے؛ اور اگر وہ اس کا کچھ خطرہ محسوس کرتے ہوں تو ابھی موت غنیمت ہے کیونکہ ابھی اس کا تدارک ممکن ہے ورنہ بعد میں کھیتانے کے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ (ما علینا الا البلاغ) ✓ چوتھی دلیل: شیوہ حضرات کہتے ہیں کہ متذکرہ بالا دلیلوں کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے قرآن پاک میں مٹا مٹا کر فرمایا ہے کہ جو جس کو بھی امام مانے گا اس کا مشرعی کے ساتھ کیا جائے گا چنانچہ وہ فرماتا ہے کہ "یومئذ عرسل اناسا بامامہم" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اس روز (یعنی قیامت کے دن) ہم ہر انسان کو اس کے اختیار کردہ امام کے ساتھ محشر کریں گے۔ (پہلے سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۷) یعنی جو حشر اس کے اختیار کردہ امام کا ہوگا وہی حشر اس کے ماننے والے کا بھی ہوگا۔ پس جب ایسا ہی ہے تو بعد رسولؐ جس نے جس کو اپنا ہادی۔ پیشوا۔ امام اور خلیفہ رسولؐ مانا ہوگا اسی کے ساتھ اس کا حشر بھی ہوگا۔ اور اس کے قبل میں یہ ثابت کر آیا ہوں کہ اصحاب رسولؐ میں حضرت علیؑ کے سوا اور کوئی دوسرا معصوم نہیں ہے تو پھر جب دوسروں کی

چہتیسواں باب حضرت علیؑ کے کچھ فضائل کتاب السنۃ سے

۱۔ عالم السنۃ محب الدین طبری نے اپنی کتاب ریاض النضرہ جلد دوم باب ۲ فصل ۶ صفحہ ۱۶۲ پر اور جناب شیخ سلیمان الحنفی امام اعظم مسطظنیہ نے اپنی کتاب بیابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول قسطنطنیہ الجزء الاول الباب الاحادی والاربعون صفحہ ۱۲ پر دینر علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ خواص الائمة میں د علامہ اخطب خوارزمی نے اپنی کتاب المناقب میں د علامہ محمد ابن یوسف الکلبی نے اپنی کتاب کفایت الطالب میں بذیل فضائل علی ابن ابی طالب لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میں اور نبیؐ ایک نور واحد سے پیدا کئے گئے ہیں جو حضرت آدمؑ سے چودہ ہزار برس پیشتر عرض الہی کے سامنے خدا کی بیخ و تقدیس کر دیا

تھا جب خداوند عالم نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو ہم صلاب مردانہ طاہرہ درحام عورت مطہرہ میں سے منتقل کئے گئے۔ یہاں تک کہ ہم صلاب عید المطلب میں منتقل ہوئے۔ وہاں ہم کو دو برابر کے حصوں میں تقسیم کیا گیا اس کا ایک حصہ یعنی نصف صلاب عبد اللہ میر سے والد میں اور دوسرا نصف صلاب عموی ابو طالب میں آیا۔ پس میں اُس نصف سے پیدا کیا گیا جو صلاب عبد اللہ میں تھا اور میر ابھائی علیؑ اس دوسرے نصف سے پیدا کیا گیا جو صلاب ابو طالب میں تھا۔ اور ہمارے ناموں کو خداوند عالم نے خاص اپنے ناموں سے مشتق کیا چنانچہ خداوند عالم محمد ہے اور میں محمد ہوں۔ خداوند عالم علیؑ ہے اور میر ابھائی علیؑ ہے۔ خداوند عالم دالارض ہے اور میری دختر فاطمہؑ ہے۔ خدا حسن ہے اور میرے دونوں فرزند حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ مجھے خداوند عالم نے بوقت و رات کیلئے مختص کیا اور علیؑ ابن ابی طالب کو میری خلافت کیلئے اور شجاعت کیلئے منتخب کیا۔ پس میں رسول اللہؐ اور علیؑ سیف اللہ ہیں۔

۲۔ بخاری شریف باب مناقب اور معارج النبوة باب فضائل علی ابن ابی طالب میں ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔ اور امام احمد حنبل نے اپنی مسند جلد ۱ صفحہ ۲ پر امام مالک نے اپنی کتاب مستدرک علی الصحیحین جلد ۲ صفحہ ۱۱ پر علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۸ صفحہ ۵۲ پر بھی اس حدیث کو لکھا ہے لیکن اس میں اتنا اور اضافہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے بھی فرمایا کہ علیؑ میرے بعد مارے سو منین کا حاکم اور والی ہے۔ (دیکھئے البلاغ العین کتاب اذل صفحہ ۳۱)

۳۔ علامہ اخطب خوارزمی نے اپنی کتاب المناقب کے صفحہ ۲۸ پر درج کیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اگر تمام درخت قلم بنا دیئے جائیں اور تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور جنات شمار کرنے والے ہوں اور تمام انسان لکھنے والے ہوں تب بھی علیؑ کے فضائل کا شمار کرنا ناممکن ہے۔

۴۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی مستدرک میں فضائل علیؑ

ابن ابی طالب کے سلسلے میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی شان میں میں سوا سٹھ آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں۔

۵۔ جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب بیابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول قسطنطنیہ الجزء الاول الباب الاحادی والاربعون صفحہ ۱۲ پر محب الدین طبری نے ریاض النضرہ جلد ۱ باب الجزء الثانی. باب الرابع فصل السادس صفحہ ۱۷ پر اور ربوی عبد اللہ امرتسری نے ار حج المطالب باب چہارم صفحہ ۵۹ پر درج کیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ علیؑ کا حق مسلمانوں پر مثل باپ کے حق کے اپنی اولاد پر ہے اور حضرت نے بھی فرمایا کہ تحقیق کہ خدا نے تمہارے اوپر میری اطاعت فرض کی ہے اور میری نافرمانی سے تم کو منع کیا ہے اور اسی طرح اُس نے میرے بعد علیؑ کی اطاعت تم پر فرض کی ہے اور اس کی نافرمانی سے تم کو منع کیا ہے اور وہ میرا وصی اور وارث ہے۔ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور علیؑ کی محبت ایمان ہے اور علیؑ سے

بغض رکھنا کفر ہے۔ اس کا دوست میرا دوست ہے اور اس سے بغض دشمن اور کھٹنے والا میرا دشمن ہے۔ وہ ان سب کا آقا و حاکم ہے جن کا میں آقا و حاکم ہوں اور یاد رکھو کہ میں اور علیؑ اس امت کے دو باپ ہیں۔

علامہ انطب خوارزمی نے اپنی کتاب المناقب کے صفحہ ۲۸۷ پر درج کیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے علیؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت کا بھی انکار کرتے ہوئے ذکر کیا تو خداوند عالم اس شخص کے گناہان گذشتہ و آئندہ کو بخش دیتا ہے اور جس نے ان کے فضائل میں سے عقیدہ رکھتے ہوئے ایک فضیلت کو خیر کیا تو جہنم تک اس کتاب کا نشان باقی رہتا ہے فرشتہ نگان خدا اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اور جس نے ان کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو عقیدہ کے ساتھ سن لیا تو خداوند عالم اس کے وہ تمام گناہ بخش دیتا ہے جو اس نے کانوں کے ذریعہ سے کئے ہوں اور جس نے ان کے فضائل میں سے عقیدہ

کے ساتھ ایک فضیلت کو بھی آنکھوں سے دیکھا (یعنی پڑھا) تو خداوند عالم اس کے وہ تمام گناہ بخش دیتا ہے جو اس نے آنکھوں کے ذریعہ سے کئے ہوں۔

✓ مٹ جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب نیابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول قسطنطنیہ باب الاربعون صفحہ ۱۲۳ پر جناب محب الدین طبری نے اپنی کتاب ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل التاسع صفحہ ۲۱۸ پر علامہ محمد ابن اسمعیل نے اپنی کتاب روضتہ الندیہ شرح تحفہ علویہ کے ص ۵۸ پر اور جناب عبد اللہ امرتسری نے اپنی کتاب ازج المطالب باب چہارم صفحہ ۵۴ پر لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ آدم کو اس کے کمال علم کی حالت میں نوح کو ان کے کمال نوح کی حالت میں یحییٰ بن زکریا کو ان کے کمال زہد کی حالت میں اور موسیٰ ابن عمران کو ان کے کمال ہیبت و صولت کی حالت میں دیکھے اُسے چاہے کہ وہ عسلیٰ کو دیکھے۔

۵ جناب شیخ عبد الحق صاحب دواوی نے اشعر اللغات مشرح شکوٰۃ شریف جلد چہارم صفحہ ۳۶۹ پر علامہ محمد ابن علی نے اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار صفحہ ۱۲۲ پر علامہ علی متقی نے کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۱۵۲ حدیث نمبر ۲۵۰ پر علامہ ابن حجر کی نے صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی صفحہ ۴۲ پر علامہ ابن کثیر شامی نے البدایہ والنہایہ الجزء الرابع صفحہ ۲۵۸ پر اور علامہ شیخ سلیمان الحنفی نے نیابیع المودۃ الباب الرابع عشر ص ۶۵، ۷۱، ۷۲ پر لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "میں شہر علم ہوں اور عسلیٰ اس کے دروازہ ہیں۔"

۹ سیرۃ النبیؐ از علامہ ابن ہشام مطبوعہ مطبعہ حجازی، قاہرہ مصر جلد دوم ص ۱۲۳، ۱۲۴ ذیاریخ ابوالفدا جلد اول صفحہ ۱۲ ذیاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ جلد سوم صفحہ ۶ و حبیب السیر جلد اول ص ۲۷ و نیز کتاب مطالب السؤل و تفسیر کلمات و در مشور اور

الباطال الباطل وغیرہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے جب صحابہ و ہاجرین میں عقد مواخاۃ قائم کیا تو حضرت علیؑ کا ہاتھ بڑھ کر کہا کہ یہ دنیا و آخرت دونوں جگہ میرے بھائی ہیں۔

۱۱ امام حاکم نے مستدرک جلد ۳ ص ۳۰ اور ۱۳۲ پر محب الدین طبری نے ریاض النضرہ جلد ۲ باب ۲ فصل ۶ ص ۱۶۵ تا صفحہ ۱۶۷ پر علامہ ابن عبد البر نے استیعاب فی معرفۃ الصحاب جلد دوم ص ۴۷ پر درج کیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جس نے علیؑ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے علیؑ کو غضبناک کیا اس نے خدا کو غضبناک کیا اور علیؑ کا دوست میرا دوست ہے اور علیؑ کا دشمن میرا دشمن ہے۔

۱۵ علامہ علی متقی نے کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۵ پر امام حاکم نے مستدرک میں الجزء الثالث والاربعون ص ۲۷ پر دہاظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء جلد اول

باب اربع فصل التاسع ص ۲۲ پر اور شیخ سلیمان الخفنی نے
یہ تالیف المودۃ الباب الثالث والاربعون ص ۱۰۲ پر لکھا ہے
جس کے راوی حضرت عمرؓ ہیں کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اگر ساتوں
آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پتے میں ہوں اور علیؑ کا ایمان
ترازو کے دوسرے پتے میں رکھا جائے تو علیؑ کا ایمان بھاری
رہے گا۔

۲۳ امام حاکم نے اپنی مستدرک جلد ۳ کے صفحہ ۱۲۴ اور
۱۲۸، ۱۳۵، ۱۳۸ پر اور علامہ شبلی نے اپنی کتاب
نور الابصار کے صفحہ ۲ پر و محب الدین طبری نے ریاض النفرہ
جلد دوم باب چوتھا فصل چھٹی صفحہ ۷۷ پر اور علی متقی نے
کنز العمال جلد ۶ ص ۵۸ پر درج کیا ہے کہ حضرت رسولؐ
نے فرمایا کہ علیؑ کی عتبت کا نام ایمان ہے اور علیؑ سے بغض کا
کانام نفاق ہے۔ اور جو سب سے پہلے داخل بہشت ہوگا وہ
علیؑ کا نائب ہوگا اور جو سب سے پہلے داخل دوزخ ہوگا
وہ علیؑ کا دشمن ہوگا۔

۲۴ محب الدین طبری نے ریاض النفرہ باب ۳ فصل
ص ۷۲ پر اور شیخ سلیمان الخفنی نے تالیف المودۃ الباب السابع
والثلاثون صفحہ ۱۱۳ صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے
فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور جہنم کے اوپر پل صراط قائم
کیا جائے گا تو کوئی شخص اُس پل کو عبور نہیں کر سکے گا جب
تک کہ اُس کے پاس جب علیؑ کا پر دانہ راہ داری نہ ہوگا۔

۲۵ جناب شیخ سلیمان الخفنی نے تالیف المودۃ صفحہ ۲۲۴ پر
سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی میں بسلسلہ تذکرہ علیؑ ابن ابی طالبؑ
اور علیؑ جناب عبداللہ صاحب نے اپنی تفسیر انوری میں بدایت
خدیجہؑ بانی لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم
ہو جائے کہ علیؑ کب امیر المؤمنین ہوئے تو وہ کبھی ان کے فضل سے
انکار نہ کریں۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ علیؑ اس
وقت بھی امیر المؤمنین تھے جبکہ آدمؑ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

۲۶ علامہ ابن مردودہ نے اپنی کتاب مناقب میں اور
علامہ ابن قتیبہ دینوری نے اپنی کتاب الامامت والسیاست

میں اور شیخ سلیمان الخفنی نے تالیف المودۃ میں اور علی ابن شہاب
ہمدانی نے مودۃ القربی میں لکھا ہے کہ علیؑ افضل بشر ہیں۔ اور
جس شخص نے اس سے انکار کیا وہ کافر ہے۔

۲۷ سید علی ابن شہاب ہمدانی نے مودۃ القربی میں اور
امام محمد بن عیسیٰ ترمذی نے اپنی کتاب ترمذی شریف میں لکھا
ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علم کے دس حصے کئے گئے ہیں
جن میں سے تو حصے مجھے اور علیؑ کو عطا ہوئے اور دسویں حصے
میں تمام دنیا شریک ہے اور اس دسویں حصے میں بھی میں اور
علیؑ شامل ہیں۔

۲۸ علامہ ابن عبد البر اپنی کتاب استیعاب میں اور
البلدائع البیین کتاب اول کے صفحہ ۵ پر لکھا ہے کہ ابن
عباسؓ کہتے تھے کہ علیؑ میں چار بزرگیاں ایسی تھیں جو ان کے
سوا کسی اور میں نہیں اور وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ یہ کہ حضرت علیؑ وہ تھے جنہوں نے سب سے پہلے
حضرت رسولؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔

۲۹ یہ کہ جناب رسولؐ خدا کے تمام سرکوں میں علم اسلام جناب
علیؑ رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں رہا۔ یعنی آپؐ کو کسی کے حکوم نہیں دئے گئے۔
۳۰ یہ کہ آپؐ ہمیشہ لڑائی میں ثابت قدم رہے اور جہاد سے
کبھی بھی فرار نہیں کیا۔

۳۱ یہ کہ آپؐ نے جناب رسولؐ خدا کو آخری وقت کا غسل
دیا اور قبر میں آمارا۔

۳۲ امام حاکم نے اپنی کتاب مستدرک البحرناث کتاب
معرفة الصحابة صفحہ ۱۳۵ پر اور علامہ شبلی نے نور الابصار
ص ۳۰۷ پر اور محب الدین طبری نے ریاض النفرہ باب
اربع فصل السادس صفحہ ۱۹۰ صفحہ ۱۹۹ پر لکھا ہے کہ حضرت
رسولؐ نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت میں سب سے زیادہ
عادل اور جگر دوں کے صحیح فیصلہ کرنے والے علیؑ ابن ابی
طالب ہیں۔

۳۳ علامہ ابن حجر کئی نے ضو اعق محرقہ الباب التاسع
انفصل الاذل صفحہ ۱ پر اور علامہ شبلی نے نور الابصار میں

۶۹ پر اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تاریخ الخلفاء میں ۱۱۱ پر اور حسین دیار بکری نے تاریخ انیس الجز اول ۲۲۵ پر تحریر کیا ہے کہ ابن سعد نے اپنے اسناد سے حسن بن زید سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے کبھی جبریل کی پشت میں نہیں کی اسی وجہ سے ان کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ دراصل صدیق وہی ہیں کیونکہ جبریل کو انھوں نے کبھی سجدہ نہیں کیا۔

۱۱۲ عابد بن ابی اسحاق نے "المناقب" میں اور ابو اعلیٰ نے اپنی مسند میں اور علامہ سعودی نے مروج الذهب میں دینار ایک جماعت علماء اسلام نے اپنی اپنی کتابوں میں اس "حدیث طبر" کو درج کیا ہے جن کے اسناد گراہی ہو کتاب اول کے نام کے صاحب البلاغ البیہقی نے البلاغ المبین کتاب اول کے ۱۱۲ لہذا پر درج فرمایا ہے۔ اس حدیث طبر کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسولؐ کے پاس ایک بھٹا ہوا طاہر ہریشہ پیش کیا گیا۔ حضرت رسولؐ نے کھانے کے قبل دعا

کی خداوند اور جنس تمام مخلوق میں تیسرا محبوب ترین ہو اس کو اس وقت بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ اس طبر کے کھانے میں شریک ہو۔ حضرت کی دعا پر حضرت علیؑ تشریف لائے اور حضرت کے ساتھ شریک طعام ہوئے اور حضرت نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک اس کی تمام مخلوق میں میرے بعد علیؑ خدا کے محبوب ترین بندے ہیں۔

۱۱۳ جناب علیؑ متقی نے کنز العمال الجز السادس ۱۱۳ پر اور علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقة میں ۱۱۳ پر اور شیخ سلیمان الحنفی نے ینایح المودۃ میں ۱۱۳ پر لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میری امت کے واسطے علیؑ باب حطہ (کے مثال) ہیں۔ پس جو اس میں داخل ہوا (یعنی جس نے ان کے آگے سر تسلیم خم کیا اور ان سے متمسک ہوا) وہ مومن ہوا اور جس نے ان سے انحراف کیا وہ کافر ہو گیا۔

۱۱۴ شیخ سلیمان الحنفی نے ینایح المودۃ ۱۱۴ پر اور شیخ کمال الدین دیمیری نے حیوۃ الجنان میں ۱۱۴ پر اور شاہ

عبدالقیل کتاب دہوی نے مدارج النبوة جلد دوم ۱۱۲ پر اور جناب مولوی حید الدین صاحب نے روائع المسطیغ کے ۱۱۲ پر لکھا ہے کہ جب جنگ خندق میں حضرت علیؑ عمر ابن عبدود سے لڑنے نکلے تو حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ کئی ایمان مٹنے کا کفر کے مقابلہ کے لئے جا رہا ہے اور حضرت علیؑ نے جب اس کو قتل کر دیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ مبارک برہمتیں کیونکہ اگر تمھارا مرتد آن کا عمل میری تمام امت کے اعمال کے ساتھ وزن کیا جائے تو تمھارے عمل کا پتہ بھاری رہے گا۔

۱۱۳ شیخ سلیمان الحنفی نے ینایح المودۃ مطبوعہ اسلامبول قسم طنطنیہ الباب الخامس عشر ۱۱۳ پر اور اخطب خوارزم نے المناقب ۱۱۳ پر اور علامہ حموی نے فرائد السطین میں فضائل حضرت علیؑ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے خداوند عالم نے شب معراج حضرت علیؑ کے اہلبیت کے کلام کیا۔ میں نے سوال کیا کہ خداوند اتونجہ سے کلام کر رہا ہے یا علیؑ؟

خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ اے محمدؐ چونکہ میں مانتا ہوں کہ تیرے دل میں مخلوق خدا میں علیؑ سے زیادہ کسی سے محبت نہیں ہے اس لئے میں تجھ سے علیؑ کے اہلبیت میں باقی کر رہا ہوں۔

۱۱۴ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری فی شرح بخاری الجز السابع ۱۱۴ پر و علیؑ متقی نے کنز العمال الجز السادس ۱۱۴ پر لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جو مومن ہوگا وہ علیؑ سے بغض نہیں رکھے گا اور جو منافق ہوگا وہ علیؑ سے محبت نہیں کرے گا۔

۱۱۵ علامہ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامم الباب الثانی ۱۱۵ پر اور شیخ سلیمان الحنفی نے ینایح المودۃ الباب السادس ۱۱۵ پر لکھا ہے کہ جابر بن عبد اللہ اور ابو ذر سے مروی ہے کہ زمانہ رسولؐ میں ہم لوگ منافقوں کو حضرت بغض علیؑ سے شناخت کیا کرتے تھے۔

۱۱۶ سید علی ہمدانی نے مودۃ القرنی مودۃ الراہد السادس میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ ابن طالب میرے بھائی۔ میرے وزیر۔ میرے خلیفہ اور میرے بعد سب سے افضل

۴۱ یہ کہ میں نے اس کتاب کے چوتھے کورس باب میں کتب اہلسنت والجماعت سے اس بات کا بھی ثبوت لکھ دیا ہے کہ حضرت رسولؐ اپنی زندگی ہی میں متعدد موقعوں پر اپنے بعد کے لئے حضرت علیؓ کی خلافت کا اعلان فرما گئے تھے۔

۴۲ یہ کہ میں نے اس کتاب کے تیسویں اور چوبیسویں باب میں فدک کا پورا قصہ بھی تفصیل کے ساتھ معہ جناب فاطمہ زہراؓ کے اس خطبہ کے جو آپؐ نے فدک سے محروم کئے جانے کے بعد ارشاد فرمایا تھا، تحریر کر دیا ہے۔

۴۳ یہ کہ میں نے اس کتاب کے انیسویں باب میں سفینہ بنی ساعدہ کی کارروائی بھی لکھ دی ہے جس میں حضرت ابو بکرؓ کی غلطی سے غنیمت کئے گئے تھے۔

۴۴ یہ کہ میں نے اس کتاب کے بائیسویں اور اٹھاسویں باب میں حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی وہ گفتگو بھی لکھ دی ہے جو اسحاق خلافت کی نسبت دونوں حضرات میں ہوئی تھی۔

۴۵ یہ کہ میں نے اس کتاب کے اسیسویں باب میں بعض

اصحاب رسولؐ کے غلط رویہ کی نسبت کچھ علماء اہلسنت والجماعت کے خیالات اور اکتیسویں باب میں ان کی نسبت حضرت رسولؐ کی چند پیشینگوئیوں کو بھی لکھ دیا ہے جو حضورؐ نے ارشاد فرمائی ہیں۔

۴۶ یہ کہ میں نے اس کتاب کے تیسویں باب میں قرآن پاک اور اصحاب رسولؐ کے واقعات سے اس بات کو بھی ثابت کر دیا ہے کہ اصحاب رسولؐ معہوم اور محفوظ عن الخطا تھے اور ان کی نسبت جو یہ حدیث بیان کی جاتی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "اصحابی کلہم عدل اقتدیہم اھتدیہم یعنی ہمارے اصحاب سب کے سب عادل ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی پیروی کی جائے ہدایت کے لئے کافی ہے" غلط ہے اور حضرت رسولؐ کی طرف غلط منسوب کر دی گئی ہے۔

۴۷ میں نے اس کتاب کے تیسویں باب میں یہ بھی دکھلا دیا کہ اسلام میں شیعہ اور سنی فرقے کب پیدا ہوئے اور انکی بنیاد کیا ہے۔

۴۸ میں نے اس کتاب کے پندرہویں باب میں یہ بھی دکھلا

دیا ہے کہ وہ اقربا اور اہلبیت رسولؐ کہ جن کی محبت قرآن پاک کی آیہ مؤذنت کل لہ اسئلکم نایبہ اجر الادۃ فی الشریعہ (۱) سورہ شوریٰ ۲۱۷) میں اجر رسالت بنا کر ہر مسلمان کے لئے واجب اور فرض کر دی گئی ہے ان میں حضرت علیؓ اور جناب فاطمہ زہراؓ خصوصاً اقربا میں سے ہیں۔

۴۹ میں نے اس کتاب کے تیرہویں باب میں آپؐ حضرات کے سامنے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ جناب فاطمہ زہراؓ اور حضرت علیؓ بھی ان خصوصاً حضرت کی فہرست میں شامل ہیں جن کی شان میں قرآن مجید کی آیت "انما یرید اللہ لیکف عنام الذینس اھل البیت ذیہم کم تطہیرا" (۲) سورہ احزاب

۵۰ اس آیت کا اجماع وہ ترجمہ یہ ہے کہ (اے رسولؐ) آپؐ اپنی امت سے فرمادینے کہ ہماری رسالت کی مزدوری صرف یہ ہے کہ تم میرے عزیز ترین (یعنی میرے اہلبیت) سے محبت کرو۔

۵۱ اس آیت کا بارگاہ ترجمہ یوں ہے "تحقیق کہ اللہ ارادہ میں ہے کہ اہلبیت اللہ تم کو ہر جس (یعنی گندگی، برائی اور عیب) سے ایسا پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔"

۵۲ نازل ہوئی ہے اور اسی لئے کسی بھی حالت میں ان کی نسبت یہ سوچا ہی نہیں جاسکتا کہ وہ معاذ اللہ کسی بھی مسئلے میں غلطی پر ہو سکتے ہیں۔

۵۳ یہ کہ میں نے اس کتاب کے دوسرے باب میں متعدد کتب اہلسنت والجماعت کے حوالوں سے (جن میں اہلسنت

والجماعت کی معائنہ بہت سے صحیح بخاری - صحیح مسلم اور صحیح ترمذی بھی شامل ہیں) حضرت رسولؐ کی یہ حدیث بھی لکھ دی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "فاطمہ میرے جگہ کا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے خدا کو اذیت پہنچائی اور جس نے خدا کو اذیت پہنچائی وہ کافر اور ملعون ہے۔"

۵۴ یہ کہ میں نے اسی متذکرہ بالا حدیث کے ذیل میں اسی دوسرے باب میں ایک مشہور عالم اہلسنت علامہ ابن حجر مکی

کی وہ تحریر بھی پیش کر دی ہے جو موجودہ نے اپنی کتاب فتح الباری فی شرح بخاری میں اس متذکرہ حدیث کی بابت لکھی

ہے کہ "بیشک یہ حدیث صحیح ہے" اور اس کے بعد انھوں نے یہ فقرات بھی لکھے ہیں کہ "اس حدیث سے بخوبی ثابت ہے کہ جو کبھی فاطمہ زہرا کی اذیت کا باعث ہوا اس سے نبیؐ کو اذیت ہوئی۔ پس ہر وہ شخص جس سے کوئی ایسا فعل فاطمہ زہرا کے حق میں سرزد ہوا جس سے ان کو اذیت اور سب سے پہونچا ہو وہ اس حدیث صحیح کی شہادت سے پختہ خدا کو اذیت دینے والا ہوا۔ اور کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ فاطمہ کو اذیت پہونچائی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ انفسہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعداء اللہ عند ابائہم یلینا (دیکھ سورہ احزاب ص ۷۰)

۱۱۱ یہ کہ اس کے بعد میں نے اس کتاب کے باب ۱۱۱ لغایت باب ۲۷ میں اہلسنت والجماعت ہی کی سب سے کتابوں سے نام بنا کر اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: "جو شخص اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ دنیا میں بھی لعنت کرتا ہے اور آخرت میں بھی (دیکھ ص ۷۰) اور اس نے ان کے لئے رسوا کرنے والا مذاب تیار کر رکھا ہے۔"

یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ حضرت علیؑ و جناب فاطمہ زہراؑ کو اصحابِ رسولؐ میں سے کن حضرات نے اذیتیں اور تکلیفیں پہونچائیں اور ایسی تکلیفیں پہونچائیں کہ جناب فاطمہ زہراؑ ان حضرات سے اپنے مرتے دم تک ناراض رہیں اور انکی کوشش کرنے کے باوجود بھی وہ مغفرت ان سے راضی نہیں ہوئیں بلکہ اپنے مرتے وقت یہ وصیت فرمائیں کہ ان حضرات کو ان کے نمازِ جنازہ اور کفنِ دُفن میں شریک نہ ہونے دیا جائے۔

۱۱۲ یہ کہ میں نے اس کتاب کے دسویں اور بیسویں باب میں اہلسنت ہی کی کتابوں سے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ یہ حضرات جنھوں نے جناب فاطمہ زہراؑ کو تکلیفیں پہونچائیں حضرت رسولؐ کے اس قسم کے اصحاب ہیں سے تھے کہ جو جنگ کے سخت موقعوں پر مثلاً جنگِ احد اور جنگِ خندق میں حضرت رسولؐ کو دشمنوں کے زغریں میں تنہا چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لئے راہ فرار اختیار کر گئے تھے اور بھاگتے وقت خدا کی اس تہدید کو بھی فراموش کر گئے تھے جو خداوند عالم نے پہلے سے جہاد سے بھاگنے والوں کو اسکی نذر سے آگاہ بھی کر دیا تھا

حضرت رسولؐ کے کفنِ دُفن کو بھی پس پشت ڈال دیا تھا اور بعد وفاتِ رسولؐ اپنی خلیفہ سازی کی مہم میں اس درجہ مصرت و مہلک ہو گئے تھے کہ کفن و دُفنِ رسولؐ کی شرکت کی سعادت سے بھی محروم رہ گئے تھے۔

۱۱۳ یہ کہ ان تمام باتوں کے علاوہ ناظرین کی آگاہی کے لئے میں نے اس کتاب کے اکتیسویں باب میں اہلسنت والجماعت ہی کی کتابوں سے حضرت رسولؐ کی ان چند پیشینگوئیوں کا بھی تذکرہ کر دیا ہے جو حضرت رسولؐ نے مخصوص طور پر اپنے اس قسم کے اصحاب کی نسبت اپنی زندگی ہی میں فرما دیا تھا تاکہ حضرت کے بعد امت کو اس قسم کے اصحاب کو سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

پس ان تمام باتوں کے پیش نظر اور احتیاط کلام میں مجھے اپنے ان ناظرین کتاب ہذا سے جو ان مدتِ ذکرہ قسم کے اصحاب سے بھی خلوص و محبت رکھتے ہوئے اپنے کو محبتِ انِ آلِ رسولؐ میں شمار کرتے ہیں صرف ایک سوال کرنا ہے

جو قرآن پاک کے پارہ ۹ سورہ انفال آیت ۵ اور ۶ پر مبنی ہے جس میں خداوند عالم نے صاف طور سے فرمایا ہے کہ جو کبھی جہاد سے راہ فرار اختیار کر گیا اسکی نذر آتش جہنم ہوگی۔

۱۱۴ یہ کہ میں نے اس کتاب کے سترہویں باب میں اہلسنت والجماعت ہی کی کتابوں سے یہ بھی دکھلا دیا ہے کہ حضرت رسولؐ کے فرماوت کے زمانہ میں یہی حضرات تھے جنھوں نے باوجود صریح حکمِ رسولؐ کے لشکرِ اُسامہ میں نہ شرکت کر کے حکمِ رسولؐ کی صریح مخالفت بھی کی تھی اور ان میں سے حضرت عمرؓ نے تو حضرت رسولؐ کو ان کے مرتے وقت ایسی ضروری وصیت بھی نہیں لکھنے دی تھی جو وہ حضرت امت کو گراہی سے بچانے کے لئے لکھنا چاہتے تھے۔

۱۱۵ یہ کہ میں نے اس کتاب کے اسیسویں اور بیسویں باب میں اہلسنت والجماعت ہی کی کتابوں سے یہ بھی دکھلا دیا ہے کہ یہ حضرات حضرت رسولؐ کے اس قسم کے اصحاب میں سے تھے کہ جنھوں نے اپنے ذاتی مفاد کے پیش نظر

جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سوال۔ کیا ان متذکرہ واقعات سے واقف ہوجانے کے بعد بھی اور خصوصاً اس بات سے بھی آگاہ ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ ان تمام افعال غیر ایمانی کے مرتکب ہوئے ہیں جن کا تذکرہ اوپر نمبر شمار ۱۴ تا ۱۷ پر کیا گیا ہے۔ ایک سچے مسلمان اور محبت آل رسولؐ کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ جناب فاطمہ زہراؑ اور حضرت علیؑ کی سچی محبت رکھتے ہوئے ان کے ستانے والے حضرات سے بھی حسن عقیدت قائم رکھ سکے؟

پس اگر دوست اور دشمن دونوں کی محبت ایک ساتھ ایک دل میں جمع ہونا ممکن نہیں تو پھر آپ بھی آل رسولؐ کے ستانے والوں کی محبت کو دل سے دفع فرمائیں اور اپنا نام آل رسولؐ کے سچے محبت کرنے والوں کی فہرست میں درج کرائیں اور اگر آپ کے نزدیک ایسا ہونا ممکن ہے اور آپ کی محبت فاطمہ زہراؑ کو اسکی اجازت دیتی ہے

کہ آپ جناب فاطمہ زہراؑ سے بھی محبت رکھیں اور حالات کے واقف ہوجانے کے بعد ایسے لوگوں سے بھی محبت رکھیں جنہوں نے فاطمہ زہراؑ کو اذیتیں پہنچائی ہیں اور وہ معتقد ان سے آخر وقت تک ناراض رہی ہیں تو شوق سے دونوں محبتیں دل میں رکھنے لیکن یہ بھی سوچ لیجئے کہ کہیں ایسا کرنے سے ایسا تو نہ ہو کہ جناب فاطمہ زہراؑ ہی آپ سے ناراض ہوجائیں اور روز محشر آپ سے فرمائیں کہ یہ ہمارے ساتھ کیسی محبت تھی کہ تم حالات سے واقف ہوجانے کے بعد بھی ان سے حسن عقیدت اور محبت رکھتے رہے جنہوں نے ہمیں اذیتیں پہنچائی تھیں اور جن سے ہم مرتے دم تک ناراض رہے تھے۔

پس اگر خدا نخواستہ آپ کی ایسی دو رنگی غیر عادلانہ پالیسی اور محبت کی سبب سے جناب فاطمہ زہراؑ آپ سے ناراض ہو گئیں تو پھر آپ اس بات کو بھی سوچ لیجئے کہ آپ کا نتیجہ کیا ہوگا اور اس وقت میدان محشر میں آپ کی کون سفارش اور شفاعت کرے گا؟

بہر حال اس کا فیصلہ آپ خوب سوچ سجدہ کریں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ یہ زندگی چند روزہ اور ختم ہوجانے والی ہے اور آئے والی زندگی اور اس کا نتیجہ دائمی ہے۔ ابھی موقع غنیمت ہے کہ ماضی چل رہی ہے۔ زمانہ بھی امن کا ہے اور آپ بھی آزاد اور صاحب اختیار ہیں۔ کسی حکومت کی جبارانہ تلوار بھی آپ کے سر پر نہیں ہے جسکا آپ کو خوف ہو۔ سوچئے اور سمجھئے گا بھی کانی موقع ہے۔ اور اگر آپ کو ان تمام باتوں پر یقین نہیں ہے جو میں نے اس کتاب میں تحریر کیا ہے تو اصل کتابیں بھی معدوم نہیں ہیں۔ ایسی لائبریریاں اسوقت بھی بہت سی ہیں جن میں یہ سب کتابیں موجود ہیں جن کا میں نے اس کتاب میں حوالہ دیا ہے۔ پس اصل کتابیں دیکھ کر اپنا اطمینان فرمایئے اور اگر کوئی واقعہ غلط پایئے تو مجھ سے باز پرس فرمائیے اور اگر صحیح پایئے تو پھر عقل سے کام لیجئے کہ آپ کو ایسے اصحاب رسولؐ سے محبت رکھنی چاہئے یا نفرت جن سے

جناب فاطمہ زہراؑ کو اذیتیں پہنچیں اور وہ معتقد مرتے دم تک ان سے ناراض رہیں؟

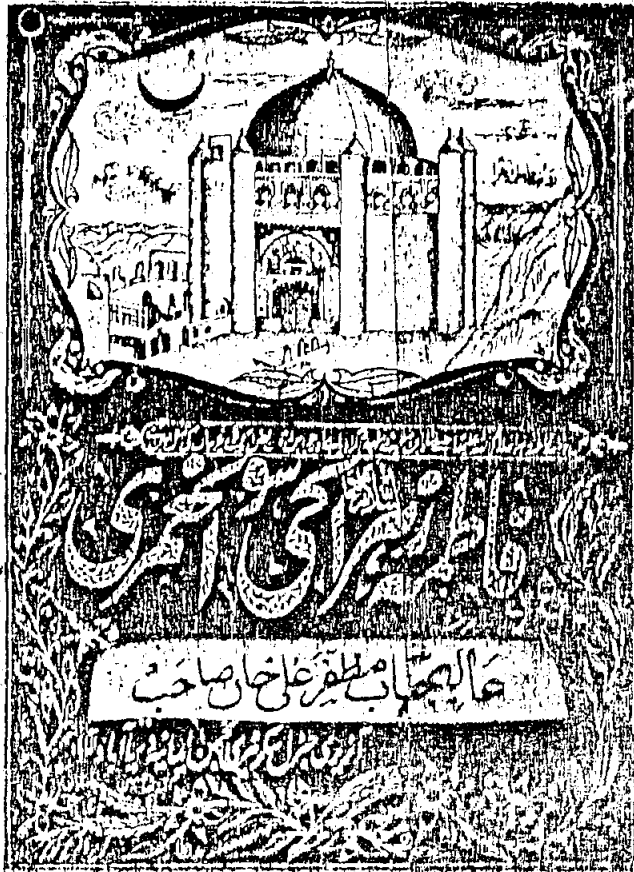
اب میں آخر کلام میں آپ حضرات کے لئے یہ دعا کرتے ہوئے اس کتاب کو ختم کرتا ہوں کہ خداوند عالم آپ حضرات کو محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کی سچی اور پُر خلوص محبت عطا فرمائے اور اس پر قائم بھی رہیں اور آپ کا محشر و نشر بھی حضرات محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کے ساتھ ہو (آمین) بانی فاطمہ سلام

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْإِسْلَامُ مَا مَعْرُودٌ

احقر العباد مظفر علی خاں

آزادی جنرل سکریٹری انجمن ایمانہ، ۶۱، دریا آباد، الہ آباد

نوٹ: اگر آپ انجمن ایمانہ نہ کہہ سکیں کہ ان کتابوں کی فہرست ملاحظہ کرنا چاہتے ہیں جو انجمن کی طرف سے اس شرط کے ساتھ فروخت کی جاتی ہیں کہ پسند نہ آئے کی صورت میں اندر ۱۵ روپے واپس ہو سکتی ہیں تو آپ اس کے ایجنٹ منعم کو ملاحظہ فرمائیں :-



قیمت: ۱۰ روپے

گزارش

ہم اس کتاب کے ہر صفحے والے سے بعد بگلاؤں گے ہیں کہ اگر ان کو زیادہ کتاب پسند آئے اور وہ چاہتے ہوں کہ ہم آئندہ بھی اسی قسم کی دین کی خدمتیں کرتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ وہ ہمارے نام سے ایک خط لکھ کر اس کتاب کے متعلق ان کی جو بھی رائے ہو اس پر ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ کیلئے ہماری بہت افزائی میں ہمارا دلگام کتاب میں کچھ غلطی بھی رہ گئی ہو تو ہم ان کے شوق سے آئندہ ایڈیشن میں اس کو دیکھ بھی کر سکیں اور ساتھ ساتھ ہمارے پاس ایسے ذہنی علم دوست حضرات کی سوانح کے کمنٹریں کے ایک فہرست بھی ہو جائے جو ان زمانہ ہمارے لئے باعث فخر اور دین و تہذیب کی رونق ہیں۔

ہماری خواہش ہے کہ ایسے حضرات سے ہم وقتاً فوقتاً بذریعہ خط و کتابت گفتگو کرتے رہیں اور اپنے آئندہ ارادے سے انہیں بذریعہ ایک اطلاع دیتے رہیں اور ان کے سفیر مشوروں سے ہمیں فائدہ اٹھاتے رہیں۔

شوکت: ہماری کتابوں کی جو حضرات کہیں لینا چاہیں وہ بھی ہم سے خط و کتابت کریں۔
ہم ان کو ہر ممکن سہولتیں دیں گے۔ اور انشاء اللہ ان کا کام ہم ضرور ہم نواب کا بھی معدن ہوگا۔

حقیر و معاصر: مظہر

آزادی جرنل سکریٹری برائے ۷۷ دریا آباد - اراد آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست مضامین کتاب فاطمہ زہرا کی سوانح عمری

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	فہرست مضامین	۶۱۲
۲	ہمارا ارادہ	۸۵۷
۳	سبب تالیف کتاب	۱۲۱۹
۴	فہرست کتب المنہج و الجماعت جنگی مدد سے یہ کتاب تیار کی گئی	۲۲۱۵
۵	چند اشعار در مدح جناب فاطمہ زہرا	۲۳
۶	پہلا باب جناب فاطمہ زہرا کی والدہ ماجدہ کے کچھ مختصر حالات و فضائل	۲۱۶۲
۷	دوسرا باب مختصر فضائل جناب فاطمہ زہرا	۲۲۲۳
۸	تیسرا باب جناب فاطمہ زہرا کی ولادت باسعادت کا حال	۱۱۱۵۷
۹	چوتھا باب جناب فاطمہ زہرا کی پرورش اور ان کی خداداد صلاحیتیں	۲۱۶۲
۱۰	پانچواں باب جناب فاطمہ زہرا کا بیٹا اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت	۲۱۶۶

جلدوں میں طبع ہوئی ہے جو ایک مرتبہ چھپ کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہیں اور لوگوں کے امراء کی وجہ سے کمر طبع کرائی گئی ہے۔ مونسین نے ان کتابوں کو بھی اتنا پسند کیا ہے کہ دوبارہ طبع کر لے جانے کے باوجود اب اس وقت بہت کم جلدوں ہمارے پاس باقی رہ گئی ہیں، پس جن حضرات نے اب تک ان کو نہ پڑھا ہو ان کو چاہئے کہ ان کے خریدنے میں جلدی فرمائیں ورنہ ختم ہو جانے کے بعد ان کو ان کے نہ پڑھنے کا افسوس رہ جائے گا۔

اس کی پہلی جلد کا نام حقیقت اسلام اور اسکے صحیح عقائد ہے۔ اور دوسری جلد کا نام حقیقت ایمان اور اس کی صحیح تعلیمات ہے اور تیسری جلد کا نام اسلامی اخلاق و ادب کی باتیں ہے۔

میرا ذاتی خیال تو ان کتابوں کی نسبت یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب ان تینوں جلدوں کو پڑھ لیں گے تو انہیں اس سلسلہ کی کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ صاحبان علم نے ان کی تعریف جن الفاظ میں کی ہے وہ میرے لئے باعث صد افتخار ہے جو آپ لوگوں کو کتابیں پڑھنے کے بعد ہی واضح ہوگا۔ میرے خیال میں یہ کتابیں بھی ایسی ہیں کہ ہر مومن و مومنہ کے گھر کی زینت نہیں اور مبینہ اپنی اپنی جگہ پر اور قرآن مجید اور فقہ العوام کے ساتھ ساتھ انھیں بھی ہنر میں دیں۔ ان میں سے ہر جلد کی علیحدہ علیحدہ قیمت 8/50 ہے

منظر علی بن ابی حمزہ کسری نے اپنی کتاب تاریخ الامم و الملوک لکھی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سبب تالیف کتاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ .

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَالْاٰلِ الطَّاهِرِیْنَ

آج بھلا دنیا میں کون ایسا شخص ہوگا جس کے دل میں اپنے بعد کیلئے اس دنیا میں کچھ نہ کچھ بطور باقیات الصالحات کے چھوڑ جانے کی تڑپ نہ ہو۔ پس میں نے بھی یہ کتاب اسی نظریہ کے تحت لکھی ہے اور اس کے ثواب کو اپنے والدین مرحوم کیلئے اس لئے نذر کرتا ہوں کہ وہ ظاہری اسباب کے تحت جو اس دنیا میں میری خلقت کے سبب ہوئے اور جنکی وجہ سے مجھے بوقتہ ملا کہ ثواب آخرت کے حاصل کرنے کیلئے اس دنیا کے امتحان میں شریک ہو سکا کہ جس کی جزا آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے باقی رہنے والی اور کبھی ختم ہونے والی ہے۔ پس ناظرین کتاب مذکورہ سے استدعا ہے کہ ایک ایک سورہ فاتحہ میرے والدین کے نام بخش کر مجھ پر احسان فرمائیں۔

اس کے علاوہ اس کتاب کے تالیف کی ایک وجہ خاص بھی

ہوئی کہ ایک مرتبہ میرے بعض احباب نے مجھ سے بریل میں مذکورہ کہا کہ یوں تو جناب فاطمہ زہرا کی سوانحی اردو زبان میں بہت سی طبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں لیکن انھیں جس طور سے ہونا چاہئے تھا ویسی نہیں لکھی گئیں۔ بعض کتابیں تو بہت مختصر ہیں اور بعض بہت ضخیم بعض میں اختلافی واقعات ہی لکھنے سے گریز کیا گیا۔ اور بعض میں لکھا بھی گیا تو بہت دبا کر اور اشارے اشارے میں اور بعض میں وہ روش اختیار کی گئی جسے مناظرانہ کہہ سکتے ہیں۔ حالانکہ روش وہی اختیار کرنا چاہئے تھی جو کہ تاریخ احمدی لکھنے میں عالیجناب احمد حسین خاں صاحب رنواب صاحب پر یاداں مرحوم و مغفور نے اختیار فرمائی ہے کہ واقعات تو سب لکھے اور حوالے اہلسنت و اجماعت کی کتابوں سے دیئے کہ جس کی خوشی ہو اصل کتاب دیکھ کر اس کی تصدیق کرنے اور جو اعتراض اگر کسی کو کرنا ہو تو وہ ان کتابوں پر کرے جن سے یہ مضمون اور واقعات اخذ کیے گئے ہیں۔ پس یہی بات میرے ذہن میں راسخ ہوئی اور میرے اس کتاب کے لکھنے کا سبب اور محرک بنی۔

جناب مولانا نے انہی علم و بصاغت کے مطابق اسی طرز کی کتاب

لکھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس بات کا مجھے اعتراف ہے کہ جیسے ویسی کتاب میں نہیں لکھا یا اس لئے کہ تاریخ احمدی میں تمام تراجم ہی کتابوں کا حوالہ ہے اور اس کے حاشیہ پر اصل الفاظ کتاب بھی تحریر ہیں۔ اور اس کتاب میں تو میں جیسے الفاظ کتاب حاشیہ پر لکھ پایا ہوں اور تمام مضمون اہلسنت کی کتابوں سے۔ اس کتاب میں کہیں کہیں شیعوں کی کتابوں سے بھی مضمون لے لئے گئے ہیں۔ البتہ جہاں تک اختلافی اور تحقیقاتی واقعات کا تعلق ہے وہ سب میں نے تائید معتبر کتب اہلسنت کے حوالے سے لکھے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کے نام بھی لکھ دیئے ہیں جن سے وہ مضمون لکھے گئے ہیں تاکہ سند ہو جائے۔

اور یاد رہے اس امر حقیقت کے جو میں نے تحریر کیا میں یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا کہ کتب اہلسنت کے حوالے سے ایسی جامع حق نامہ لکھی اور معتبر سوانحی جناب فاطمہ زہرا کی اردو زبان میں آپ کی نظروں سے نہ گذری ہوگی لیکن مجھے یہ یقین ضرور ہے کہ انشاء اللہ آپ اس کو پسند ضرور فرمائیں گے۔ اور عجب نہیں کہ یہ کتاب اردو زبان میں اپنے طرز کی اپنی ہی مثال ثابت ہو اور اسی لئے میں نے اس کتاب کی نسبت

نمبر شمار	مضامین	فہرست مضامین
۱۱	پیشاباب جناب فاطمہؓ ہزار اور پھر حضرت رسولؐ	۸۶ تا ۲۳
۱۲	ساواں باب جناب فاطمہؓ ہزار کی شادی	۱۰۳ تا ۸۷
۱۳	آٹھواں باب جناب فاطمہؓ ہزار کی ازدواجی زندگی	۱۱۷ تا ۱۰۴
۱۴	نواں باب جناب فاطمہؓ ہزار کی اولاد میں اولاد کی کچھ تفصیلاتیں	۱۲۹ تا ۱۱۸
۱۵	دسواں باب جناب فاطمہؓ ہزار اور جنگ احد	۱۳۵ تا ۱۳۰
۱۶	گیارہواں باب جناب فاطمہؓ ہزار اور جنگ خندق	۱۶۰ تا ۱۴۶
۱۷	بارہواں باب جناب فاطمہؓ ہزار اور سبیل	۱۷۵ تا ۱۶۱
۱۸	تیرہواں باب جناب فاطمہؓ ہزار اور نزول آیہ تطہیر	۱۹۰ تا ۱۷۶
۱۹	چودھواں باب جناب فاطمہؓ ہزار اور نزول سورہ دہر	۱۹۵ تا ۱۹۱
۲۰	پندرہواں باب جناب فاطمہؓ ہزار اور نزول آیہ موت	۲۰۰ تا ۱۹۶
۲۱	سولہواں باب جناب فاطمہؓ ہزار اور حجۃ الوداع	۲۲۶ تا ۲۰۱
۲۲	سترہواں باب جناب فاطمہؓ ہزار اور مرض الوت رسولؐ	۲۵۲ تا ۲۳۰
۲۳	اٹھارہواں باب جناب فاطمہؓ ہزار اور حضرت رسولؐ کی زندگی کے آخری لمحات	۲۵۹ تا ۲۵۳
۲۴	انیسواں باب وفات رسولؐ اور شیخین سلسلہ کی کارروائی	۲۶۵ تا ۲۶۰

نمبر شمار	مضامین	فہرست مضامین
۲۵	بیسواں باب حضرت رسولؐ کی تجزیہ و تکفین کا حال	۲۷۶ تا ۲۷۱
۲۶	اکیسواں باب حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کا مطالبہ	۲۷۷ تا ۲۷۱
۲۷	بیسواں باب سلسلہ بیعت میں حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ کا	۲۹۵ تا ۲۸۸
۲۸	تیسواں باب جناب فاطمہؓ ہزار اور فدک	۳۲۳ تا ۲۹۶
۲۹	چوبیسواں باب فدک کی محرومی کے بعد جناب فاطمہؓ ہزار کا احتجاجی خطبہ	۳۲۸ تا ۳۲۴
۳۰	پچیسواں باب جناب فاطمہؓ ہزار اور خمس	۳۴۲ تا ۳۲۹
۳۱	بھیسواں باب جناب فاطمہؓ ہزار اور ارضی کریم کی ناکام کوشش	۳۴۷ تا ۳۳۳
۳۲	تیسواں باب جناب فاطمہؓ ہزار کی وصیت، وفات اور ان کی تجزیہ و تکفین کا حال	۳۷۱ تا ۳۴۸
۳۳	اٹھارہواں باب استحقاق خلافت کی نسبت حضرت علیؓ کے لاجواب	۳۹۲ تا ۳۵۹
۳۴	دسواں باب اصحاب رسولؐ کے ردیہ کی نسبت کچھ علماء	۳۹۲ تا ۳۵۹
۳۵	ایسواں باب اہلسنت و الجماعت کا تبصرہ	۴۰۲ تا ۳۹۳

نمبر شمار	مضامین	فہرست مضامین
۳۵	تیسواں باب ایک غلط حدیث "اصحابی کلّم عدول" پر کچھ تبصرہ	۴۲۶ تا ۴۰۳
۳۶	اکیسواں باب اپنے اصحاب کی نسبت حضرت رسولؐ کی کچھ بیشمار گویاں	۴۳۷ تا ۴۲۷
۳۷	بیسواں باب بھیب خلافت کے متعلق اسلام کے دو نظریے کے	
۳۸	تیسواں باب اس بات کا ثبوت کہ ہر نبی نے اپنا خلیفہ خود مقرر فرمایا ہے۔	۴۵۰ تا ۴۳۳
۳۹	چونتیسواں باب اس بات کا ثبوت کہ حضرت رسولؐ حضرت علیؓ کو اپنا خلیفہ خود مقرر فرمایا گئے تھے۔	۴۷۵ تا ۴۵۱
۴۰	پینتیسواں باب شیعوں کے مذہب میں عقیدہ خلافت کی غفلت	۴۸۹ تا ۴۷۶
۴۱	چھتیسواں باب حضرت علیؓ کے کچھ فضائل کتب اہلسنت و الجماعت سے	۵۲۲ تا ۴۹۰
۴۲	ستتیسواں باب تہذیب نامی ناطقین کتاب ہذا کیلئے دعوت فکر	۵۲۶ تا ۵۲۳

فاطمہؓ ہزار کی سوانح عمری

۷

۷۸۶

ہمارا ارادہ

ہمارا ارادہ ہے کہ ہم انشا اللہ ایسی کتابوں کی طباعت کا سلسلہ قائم کریں جو مومنین کی عام مفردت کے لحاظ سے اشد ترین ضروری ہیں اور اپنی ہر کتاب کے لاگت کے اعتبار سے کم سے کم قیمت پر اور اس شرط کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کریں کہ جن حضرات کو یہ کتابیں پڑھنے کے بعد بھی پسند آئیں وہ بلا تکلف اندر پسندہ رقم آسے واپس کر کے اس کی قیمت واپس لے لیں۔

اس سلسلہ کی پہلی کتاب فاطمہؓ ہزار کی سوانح عمری ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے جو بری کئی سال کی کوششوں کا نتیجہ ہے جس کی نسبت میں یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا کہ جناب فاطمہؓ ہزار کی ایسی جامع اور حق نما اور مکمل سوانح عمری جو کتب اہلسنت کی مدد سے لکھی گئی ہو اور دو زبان میں آپ کی نظروں سے نہ گذری ہوگی لیکن یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ انشا اللہ یہ آپ کو بیکہ پسند آئے گی۔ اب آپ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد خود فیصلہ فرمائیں کہ میرا خیال کہاں تک درست ہے۔

فاطمہ زہرا کی سوانحی اور اس سلسلہ کی دوسری کتاب کا نام کتاب الاخلاق والتهذيب ہے جو تین جلدوں میں طبع ہوئی ہے جو ایک مرتبہ چھپ کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہیں اور لوگوں کے اصرار کی وجہ سے مکرر طبع کرانی گئی ہے۔ مومنین نے ان کتابوں کو بھی اتنا پسند کیا ہے کہ دوبارہ طبع کر لے جانے کے باوجود اب اس وقت بہت کم جلدیں ہمارے پاس باقی رہ گئی ہیں، پس جن حضرات نے اب تک ان کو نہ پڑھا ہو ان کو چاہئے کہ ان کے خریدنے میں جلدی فرمائیں ورنہ ختم ہو جانے کے بعد ان کو انکے نہ پڑھنے کا افسوس رہ جائے گا۔

اس کی پہلی جلد کا نام حقیقت اسلام اور اسکے صحیح عقائد ہے۔ اور دوسری جلد کا نام حقیقت ایمان اور اس کی صحیح تعلیمات ہے اور تیسری جلد کا نام اسلامی اخلاق و ادب کی باتیں ہے۔

میرا ذاتی خیال تو ان کتابوں کی نسبت یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب ان تینوں جلدوں کو پڑھ لیں گے تو انھیں اس سلسلہ کی کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ صاحبان علم نے ان کی تعریف جن الفاظ میں کی ہے وہ میرے لئے باعث صد افتخار ہے جو آپ لوگوں کو کتابیں پڑھنے کے بعد ہی واضح ہو گا۔ میرے خیال میں یہ کتابیں بھی ایسی ہیں کہ ہر مومن و مومنہ کے گھر کی زینت ہیں اور انہیں اپنی اپنی کمپوز کو قرآن مجید اور تحفۃ العوام کے ساتھ ساتھ انھیں بھی تہیز میں دیں۔ ان میں سے ہر جلد کی علیحدہ علیحدہ قیمت 8/50 ہے

مظفر علی خان آنریری جنرل سکرٹری انجمن ایما ۱۳۱۷ء دیوبند آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سبب تالیف کتاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ .

والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین والہ الطاہرین

آج کل کے علماء و دنیا میں کون ایسا نہیں ہو گا جس کے دل میں اپنے بعد کیلئے اس دنیا کی باتوں میں کچھ نہ کچھ بظور آیات الصالحات کے بھڑ جانے کی تڑپ نہ ہو۔ پس میں نے بھی یہ کتاب اسی نظریہ کے تحت لکھی ہے اور اس کے ثواب کو اپنے

والدین مرحوم کیلئے اس لئے نذر کرتا ہوں کہ وہ ظاہری اسباب کے تحت جو

اس دنیا میں میری خلقت کے سبب ہوئے اور جنگی وجہ سے مجھے ہر وقت

ملا کہ ثواب آخرت کے حاصل کرنے کیلئے اس ذیل کے امتحان میں شریک

ہو سکا کہ جس کی جزا آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے باقی رہنے والی اور کبھی نہ ختم

ہونے والی ہے۔ پس ناظرین کتاب ذہ سے استدعا ہے کہ ایک ایک سورہ ہر

فاطمہ میرے والدین کے نام بخش کر مجھ پر احسان فرمائیں۔

اس کے علاوہ اس کتاب کے تالیف کی ایک وجہ خاص یہ بھی

لکھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس بات کا مجھے اعتراف ہے کہ مجھنے ویسی

کتاب میں نہیں لکھ پایا اس لئے کہ تاریخ احمدی میں تمام تراجم سنسکرت

کتابوں کا حوالہ ہے اور اس کے حاشیہ پر اصل الفاظ کتاب بھی تحریر ہیں۔

اور اس کتاب میں تو میں مجھنے الفاظ کتاب حاشیہ پر لکھ پایا ہوں اور

تمام مضمون سنسکرت کی کتابوں سے۔ اس کتاب میں کہیں کہیں شیعوں

کی کتابوں سے بھی مضمون ہلے لئے گئے ہیں۔ البتہ جہاں تک اختلافی اور

تحقیقاتی واقعات کا تعلق ہے وہ سب میں نے تاثر معتبر کتب سنسکرت

کے حوالے سے لکھے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کے نام بھی

لکھ دیئے ہیں جن سے وہ مضمون لکھے گئے ہیں تاکہ سند ہو جائے۔

اور باوجود اس امر حقیقت کے جو میں نے تحریر کیا میں یہ دعویٰ تو

نہیں کر سکتا کہ کتب سنسکرت کے حوالے سے ایسی جامع حق نمائندگی اور معتبر

سوانحی جناب فاطمہ زہرا کی اردو زبان میں آپ کی نظروں سے نگذری

ہوگی لیکن مجھے یہ یقین ضرور ہے کہ انشاء اللہ آپ اس کو بخیر پسند ضرور

فرمائیں گے۔ اور عجب نہیں کہ یہ کتاب اردو زبان میں اپنے طرز کی

ہوئی کہ ایک مرتبہ میرے بعض احباب نے مجھ سے یہ سبیل تذکرہ کہا کہ یوں تو

جناب فاطمہ زہرا کی سوانحی اردو زبان میں بہت سی طبع ہو کر منظر عام

پر آ چکی ہیں لیکن انھیں جس طور سے ہونا چاہئے تھا ویسی نہیں لکھی گئیں۔

بعض کتابیں تو بہت مختصر ہیں اور بعض بہت ضخیم بعض میں اختلافی

واقعات ہی لکھنے سے گریز کیا گیا۔ اور بعض میں لکھا بھی گیا تو بہت دبا کر

اور اشارے اشارے میں اور بعض میں وہ روش اختیار کی گئی جسے

مناظرانہ کہہ سکتے ہیں۔ حالانکہ روش وہی اختیار کرنا چاہئے تھی جو کہ

تاریخ احمدی لکھنے میں عالیجناب احمد حسین خاں صاحب رنواب

صاحب بریاواں مرحوم و مغفور نے اختیار فرمائی ہے کہ واقعات تو

سب لکھے اور حوالے سنسکرت و کتب کی کتابوں سے دیئے کہ جس کی

خوشی ہو اصل کتاب دیکھ کر اس کی تصدیق کرنے اور جو اعتراض اگر کسی

کو کرنا ہو تو وہ ان کتابوں پر کرے جن سے یہ مضمون اور واقعات اخذ کیے

لکھے گئے ہیں۔ پس یہی بات میرے ذہن میں واضح ہوئی اور میرے

اس کتاب کے لکھنے کا سبب اور محرک بنی۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف
۱۰	تفسیر ثعلبی	ابو اسحاق ثعلبی
۱۱	تفسیر ابن مردودیه	حافظ ابن مردودیه
۱۲	تفسیر بیضادی	امام بیضادی
۱۳	تفسیر عبدالحق	شاه عبدالحق صاحب دہلوی
۱۴	جواهر التفسیر	علامہ حسین واعظ کاشفی
۱۵	تفسیر ابن مسعود	امام ابن مسعود
۱۶	تفسیر کشاف	علامہ رشخسری
۱۷	تفسیر طبری	امام طبری
۱۸	تاریخ ابوالفدا	ابوالفدا اسمعیل
۱۹	تاریخ المختصر فی اخبار البشر
۲۰	تاریخ ابن الوردی	علامہ ابن الوردی
۲۱	تاریخ ابن خلدون	قاضی عبدالرحمن بن محمد افطری مالکی
۲۲	تاریخ کامل ابن اثیر	ابوالحسن علی ابن محمد ابن اثیر جزیری
۲۳	تاریخ مظفری	جناب مظفر حسین صاحب

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف
۲۴	تاریخ طبری	امام ابو جعفر محمد ابن جریر
۲۵	تاریخ الامم والملوک
۲۶	تاریخ اعظم کوئی	امام اعظم کوئی
۲۷	تاریخ خمیس	علامہ حسین دیار بکری
۲۸	تاریخ سبط ابن جوزی	علامہ سبط ابن جوزی
۲۹	تاریخ خلفا	علامہ جلال الدین سیوطی
۳۰	تاریخ مدینہ مہمودی	امام مہمودی
۳۱	تاریخ بلاذری	علامہ بلاذری
۳۲	تاریخ طبقات ابن سعد	محمد ابن سعد کاتب الواقعی
۳۳	تاریخ ابن ہشام	علامہ ابن ہشام
۳۴	سیرہ اعلیہ مسمیہ انسان النبوی	نور الدین علی ابن بہان حلی
	فی سیرۃ الامین والمامون	
۳۵	حبیب السیر	علامہ بیانات الدین ہمدانی
۳۶	سیرۃ ابن اسحاق	علامہ محمد ابن اسحاق

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف
۳۷	سیرۃ النبوی	علامہ شمس الدین نعمانی
۳۸	الفاروقی
۳۹	نیایح المودۃ	شیخ سلیمان الخنقی
۴۰	مودۃ القرنی	عبدی ابن شہاب ہمدانی
۴۱	روضۃ الصفا	محمد ابن غانم شاہ
۴۲	روضۃ الاحباب	جمال الدین محدث
۴۳	دیسلۃ النجات	مولوی محمد حسین الخنقی قرظی محلی لکھنؤ
۴۴	اصابہ فی تیز الصحابہ	شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی
۴۵	انادۃ الافہام	مولوی نور الدین صاحب حنفی حیدرآبادی
۴۶	طیبرانی	امام طبرانی
۴۷	شواہد النبویۃ	لاؤر الدین عبدالرحمن بن ابی ہریرہ
۴۸	معارض النبویۃ	علامہ معین کاشفی
۴۹	کتاب مناقب	ابوبکر قزازی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف
۵۱	ذخائر العقبی	محمد الدین طبری
۵۲	مندانام احمد بن حنبل	امام الحدیث امام احمد بن حنبل
۵۳	مستدرک امام حاکم	امام حاکم نیشاپوری
۵۴	مدارج النبویۃ	شاه عبدالحق صاحب دہلوی
۵۵	معالم التنزیل	محمد السنۃ محمد حسین بن مسعود
۵۶	کنز العمال	دشاقعی
۵۷	اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ	علامہ شیخ علی ستغنی
۵۸	فتح الباری	علامہ عبدالرحمن ابن اثیر جزیری
۵۹	کتاب الشفا	علامہ ابن حجر کئی
۶۰	نور العین فی مشہد حسین	علامہ قاضی عیاض صاحب
۶۱	مواضع مستترۃ	ابو اسحاق اسفرائینی
۶۲	صحیح دارقطنی	علامہ ابن حجر کئی
		امام دارقطنی